مکاتبِ حفظ وناظرہ کے مسائل
اور ان کا حل

(اپنے موضوع پر ایک منفرد اور مفید کتاب)

جس میں مکاتبِ قرآنیہ کے ذمہ داران، علمائے کرام، قاری صاحبان، انتظامیہ اور مہتمین حضرات سے متعلق تمام ضروری مسائل اور ان کا حل ملک کے مستند دارالافتاؤں اور مفتیانِ کرام کی تصدیق کے ساتھ جمع کیا گیا ہے

جمع و ترتیب

قاری محمد شفیق سواتی

سابق مدرس شعبہ تحفیظ القرآن
جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴، کراچی

مولانا راشد اِسلام یوسفزئی

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

تقاریظ

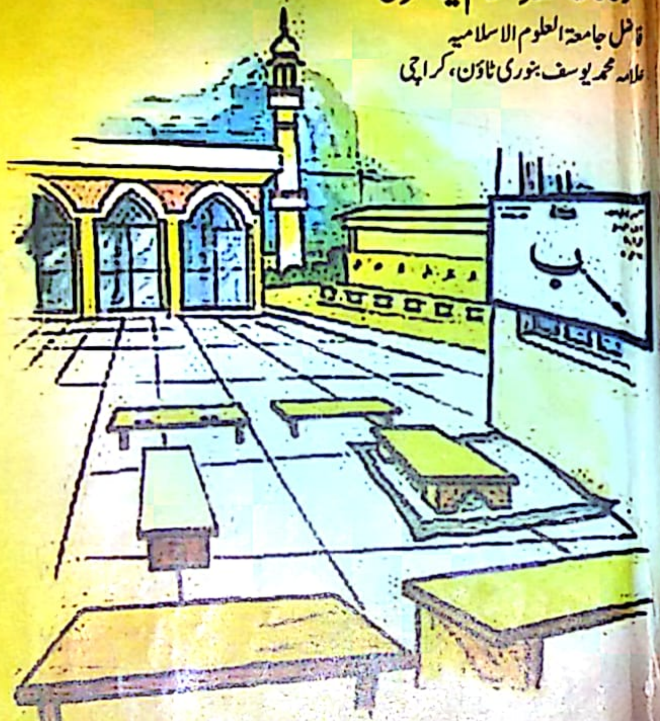
حضرت مولانا
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث و مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی

حضرت مولانا
مفتی منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم
مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ صدیقیہ، گلشن معمار، کراچی

حضرت مولانا
مفتی عبدالباری صاحب دامت برکاتہم
استاد الحدیث و نگران دار الافتاء جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی

حضرت مولانا
مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی صاحب دامت برکاتہم
رئیس دار الافتاء للامور الشرعیہ والمالیہ، صادق آباد

حضرت مولانا
مفتی ریاض محمد بٹگرامی صاحب دامت برکاتہم
رئیس دار الافتاء مدرسہ تعلیم القرآن، راولپنڈی



مکتب تجوید القرآن و مکتب بیت القرآن
فیوچر کالونی، لانڈھی، کراچی نمبر ۲۲

مکاتبِ حفظ وناظرہ کے مسائل اور ان کا حل
قاری محمد شفیق سواتی
سابق مدرس شعبہ تحفیظ القرآن
جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴، کراچی
جمع و ترتیب

زیرِ نظر کتاب کے متعلق اکابرینِ امّت کی رائے

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(شیخ الحدیث و مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی)

"زیرِ نظر مجموعہ میں اس قسم (یعنی تعلیمی خدمات کے دوران بے اعتدالیوں، ناانصافیوں اور مظالم اور تادیبی امور کی شرعی حیثیت) کے سوالات وجوابات کو یکجا فرمایا گیا ہے، یہ کاوش بڑی اہم اور قابلِ قدر ہے، جن حضرات نے یہ محنت کی ہے اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اوران کی محنت کو مؤثر، مفید اور نتیجہ خیز ثابت فرمائے اوراس کتابچے کو اخلاص کے ساتھ دینی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین!"۔

حضرت مولانا مفتی منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ صدیقیہ، گلشنِ معمار، کراچی)

"اہلِ مدارس اساتذہ اور طلباء جب احکامِ شرعیہ پر عمل ترک کریں گے تو ان کے حاصل کردہ علم کا امت کو کیا فائدہ ہوگا؟ دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے اساتذہ بھی بہت سے احکام کو نظر انداز کردیتے ہیں، خدا جانے ان کو ان کا علم نہیں یا تجاہلِ عارفانہ ہے۔ اس لیے اساتذہ، طلباء اور منتظمینِ مدارس کے بہت سے ضروری مسائل کو ہمارے برادران مکرم قاری محمد شفیق اور مولانا راشد اسلام نے اپنے اس مجموعہ میں یکجا کردیا ہے"۔

حضرت مولانا مفتی عبد الباری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(استاد الحدیث و نگران دار الافتاء جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

"یہ مجموعہ اِس لائق ہے کہ مکتب و مدرسہ سے تعلق رکھنے والا (چاہے وہ استاد ہو یا طالبِ علم یا کوئی اور) اس کو اپنے پاس رکھے اور وقتاً فوقتاً اس سے شرعی رہنمائی حاصل کرے"۔

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس دار الافتاء للامور الشرعیہ والمالیہ، صادق آباد)

"(یہ) کتاب کیا ہے؟ معلمین و متعلمین اور دیگر کارکنانِ مدرسہ کو پیش آنے والے مسائل کا پورا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ حضرات اہلِ مدارس بالخصوص مدرسینِ قرآن کی طرف سے بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اساتذۂ کرام اس کا مطالعہ کریں۔ پھر اسے مستقل دستور العمل بنا کر تدریسی زندگی اس کے مطابق گزاریں"۔

حضرت مولانا مفتی ریاض محمد بلگرامی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس دار الافتاء مدرسہ تعلیم القرآن، راولپنڈی)

"الاخ فی اللہ حضرت قاری محمد شفیق صاحب دین کے لیے درد رکھنے والے، نوجوان معلمِ قرآن ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کے مدرسین کے لیے شرعی ہدایات، مسائل واحکام، آداب اور ضروری انتظامی امور نہایت سلجھے ہوئے انداز میں مرتب کیے ہیں، جو بہت ہی مفید ہیں۔ ہر مدرس، ناظمِ مدرسہ کو ان کا مطالعہ کرکے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے"۔

مکاتبِ حفظ وناظرہ کے مسائل

اور ان کا حل

(اپنے موضوع پر ایک منفرد اور مفید کتاب)

جس میں مکاتبِ قرآنیہ کے ذمہ داران، علمائے کرام، قاری صاحبان، انتظامیہ اور مہتممین حضرات سے متعلق تمام ضروری مسائل اوران کا حل ملک کے مستند دارالافتاؤں اور مفتیانِ کرام کی تصدیق کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔

تقاریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی

حضرت مولانا مفتی منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم

مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ صدیقیہ، گلشن معمار، کراچی

حضرت مولانا مفتی عبدالباری صاحب دامت برکاتہم

استاد الحدیث و نگران دار الافتاء جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی صاحب دامت برکاتہم

رئیس دار الافتاء للامور الشرعیہ والمالیہ، صادق آباد

حضرت مولانا مفتی ریاض محمد بگرامی صاحب دامت برکاتہم

رئیس دار الافتاء مدرسہ تعلیم القرآن، راولپنڈی

جمع وترتیب

قاری محمد شفیق سواتی

سابق مدرس شعبہ تحفیظ القرآن
جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴، کراچی

مولانا راشد اسلام یوسفزئی

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتب تجوید القرآن و مکتب بیت القرآن

فیوچر کالونی، لانڈھی، کراچی نمبر (۲۲)

مکاتبِ حفظ وناظرہ کے مسائل
اور ان کا حل

کتاب کا نام: مکاتبِ حفظ وناظرہ کے مسائل اور ان کا حل

جمع وترتیب: قاری محمد شفیق سواتی
(M.shafiq4774 @gmail.com)
مولانا راشدِ اسلام یوسفزئی
(Islamrashid678@gmail.com)

کمپوزنگ: ہمایوں وقاص (waqas7095@gmail.com)

اشاعت: بارِ اوّل (صفر ۱۴۴۱ھ = اکتوبر ۲۰۱۹ء

تعداد: گیارہ سو (1100)

ناشران: مکتب تجوید القرآن ومکتب بیت القرآن
فیوچر کالونی، لانڈھی، کراچی نمبر ۲۲

ملنے کا پتہ

- الحسن بک ڈپو اینڈ دی پرفیوم شاپ
  فیوچر کالونی، لانڈھی، کراچی نمبر (۲۲)
  فون نمبر: 0311-1260722
  0312-2843058
- مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی
- مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی
- ادارۃ المعارف، جامعہ دار العلوم، کورنگی، کراچی
- اسلامی کتب خانہ، علامہ یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی
- مکتبہ معہد عثمان بن عفان، لانڈھی، کراچی

کتاب میں شامل فتاویٰ اعداد و شمار کے آئینہ میں

نمبر شمار	نام ادارہ	تعدادِ فتاویٰ
۱	جامعہ اشرف المدارس، کراچی	۶۴
۲	جامعۃ الرشید، کراچی	۶۳
۳	معہد الخلیل، کراچی	۳۰
۴	جامعہ عثمانیہ، پشاور	۲۹
۵	جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی	۲۰
۶	جامعہ فاروقیہ، کراچی	۱۹
۷	دار العلوم یاسین القرآن، کراچی	۱۱
۸	معہد عثمان بن عفان، کراچی	۱۰
۹	جامعہ دار العلوم، کورنگی کراچی	۶
۱۰	جامعہ تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی	۶
۱۱	دار التقویٰ، چوبرجی، لاہور	۲
	فتاویٰ کی کل تعداد	۲۶۹



(انتساب)

ہم اپنی اس کاوش "مکاتب حفظ وناظرہ کے مسائل اور ان کا حل" کو اپنے مکتب کے استاذِ محترم جناب "حضرت مولانا قاری طاہر احمد اشرفی برمی رحمتہ اللہ علیہ (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور) اور (سابقہ مدرس: مرکزی جامع مسجد، فیوچر کالونی، کراچی)

کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جن کے زیرِ سایہ ہم نے مکتب میں حفظ کی تعلیم مکمل کیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے استاذِ محترم کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین

فہرستِ مضامین

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

تقاریظ

عکس تقریظ: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراچی-۷۴۸۰ - پاکستان

Jamia-Uloom-Islamiyyah
(University of Islamic Sciences)
Allama Muhammad Yousuf Banuri Town
Karachi - Pakistan.

Ref. No. ________

Date. ۵ ذوالقعدہ ۱۴۴۰

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين.

اما بعد:

نبی اکرم ﷺ کی صفات اور حیثیات میں سے ایک صفت وحیثیت "معلم" بھی ہے، آپ کیسے معلم تھے؟ اپنے شاگردوں کے ساتھ آپ کا رویہ کیسا تھا اور آپ کے تعلیمی اطوار وآداب کیا اور کیسے تھے؟ اس موضوع پر ہمارے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے "الرسول المعلم ﷺ واسالیبہ فی التعلیم" کے نام سے مستقل کتاب تحریر فرمائی ہے، جس میں معلمین کیلئے بے پناہ ارشادات وہدایات موجود ہیں۔ معلمین کو یہ کتاب اپنے پاس رکھنی چاہئے اور آداب المعلم کے موضوع کی دیگر کتابیں ضرور پڑھیں اور عمل بھی کریں۔ بالخصوص چھوٹے بچوں کو پڑھانے والے اساتذہ کرام پر لازم کے درجے میں ہے کہ وہ تعلیمی آداب، بچوں کے حقوق اور ان کی نفسیات کا بنظور مطالعہ کریں۔ ورنہ تعلیمی خدمات کے دوران کئی بے اعتدالیاں، ناانصافیاں بلکہ مظالم تک کی شکایتیں سامنے آسکتی ہیں اور آرہی ہیں جو کہ تادیب کے نام پر ناجائز امور کا ارتکاب ہے، ایسے ہی جائز اور ناجائز تادیبی امور کی شرعی حیثیت کے سوالات اٹھتے رہتے ہیں۔

زیر نظر مجموعہ میں اس قسم کے سوالات اور جوابات کو یکجا فرمایا گیا ہے، یہ کاوش بڑی اہم اور قابل قدر ہے، جن حضرات نے یہ محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محنت کو موثر، مفید اور نتیجہ خیز ثابت فرمائے اور اس کتابچے کو اخلاص کے ساتھ دینی رہنمائی کا ذریعہ بنائے آمین!

وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين.

(دستخط)

(مولانا ڈاکٹر) عبدالرزاق اسکندر
مہتمم: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۵/ ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ = ۹/ جولائی ۲۰۱۹ء

تقریظ: حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

نبی اکرم ﷺ کی صفات اور حیثیات میں سے ایک صفت وحیثیت "معلم" بھی ہے، آپ کیسے معلم تھے، اپنے شاگردوں کے ساتھ آپ کا رویہ کیسا تھا اور آپ کے تعلیمی اطوار وآداب کیا اور کیسے تھے، اس موضوع پر ہمارے شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ نے "الرَّسُوْلُ الْمُعَلِّمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسَالِيْبُهٗ فِي التَّعْلِيْمِ" کے نام سے مستقل کتاب تحریر فرمائی ہے، جس میں معلمین کے لیے بے پناہ ارشادات وہدایات موجود ہیں۔ معلمین کو یہ کتاب اپنے پاس رکھنی چاہیے اور آداب المعلم کے موضوع کی دیگر کتابیں ضرور پڑھیں اور عمل بھی کریں۔ بالخصوص چھوٹے بچے کو پڑھانے والے اساتذۂ کرام پر لازم کے درجے میں ہے کہ وہ تعلیمی آداب، بچوں کے حقوق اور ان کی نفسیات کا بغور مطالعہ کریں۔ ورنہ تعلیمی خدمات کے دوران کئی بے اعتدالیاں، ناانصافیاں بلکہ مظالم تک کی شکایتیں سامنے آسکتی ہیں اور آرہی ہیں جو کہ تادیب کے نام پر ناجائز امور کا ارتکاب ہے۔ ایسے ہی جائز اور ناجائز تادیبی امور کی شرعی حیثیت کے سوالات اٹھتے رہتے ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ میں اس قسم (یعنی: تعلیمی خدمات کے دوران بے اعتدالیوں، ناانصافیوں اور مظالم اور تادیبی امور کی شرعی حیثیت) کے سوالات وجوابات کو یکجا فرمایا گیا ہے، یہ کاوش بڑی اہم اور قابلِ قدر ہے، جن حضرات نے یہ محنت کی ہے اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محنت کو مؤثر، مفید اور نتیجہ خیز ثابت فرمائے اور اس کتابچے کو اخلاص کے ساتھ دینی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

والسلام

(مولانا ڈاکٹر) عبد الرزاق اسکندر

مہتمم: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

۵/ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ = ۹/جولائی ۲۰۱۹ء

تقریظ: حضرت مولانا مفتی منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم

باسمہ تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَاةُ عَلٰى أَهْلِهَا، وَبَعْدُ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدارس اور مکاتبِ قرآنیہ دین کے اصل منبع اور مراکز ہیں۔ جب تک مدارس اور اہلِ مدارس صحیح نہج پر چلیں گے، اس کی برکات اور ثمرات بھی دنیا میں ظاہر ہوں گے، بصورتِ دیگر امت کو مطلوبہ نتائج شاید دیکھنے کو نہ ملیں۔ اہلِ مدارس اساتذہ اور طلباء جب احکامِ شرعیہ پر عمل ترک کریں گے تو ان کے حاصل کردہ علم کا امت کو کیا فائدہ ہوگا؟

دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے اساتذہ بھی بہت سے احکام کو نظر انداز کر دیتے ہیں، خدا جانے ان کو ان کا علم نہیں یا تجاہلِ عارفانہ ہے۔ اس لیے اساتذہ، طلباء اور منتظمین مدارس کے بہت سے ضروری مسائل کو ہمارے برادران مکرم قاری محمد شفیق اور مولانا راشد اسلام نے اپنے اس مجموعہ میں یکجا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو علماء، طلباء اور امتِ مسلمہ کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائیں اور مولانا موصوفین کے لیے تا آخرت خیر کا ذریعہ بنائیں۔

(شیخ الحدیث مفتی) منظور مینگل (صاحب)

جامعہ صدیقیہ، کراچی

کے جوابات جمع کیے، جو یقیناً امت کے لیے مفید ثابت ہوں گے، یہ مجموعہ اِس لائق ہے کہ مکتب و مدرسہ سے تعلق رکھنے والا (چاہے وہ استاد ہو یا طالبِ علم یا کوئی اور) اس کو اپنے پاس رکھے اور وقتاً فوقتاً اس سے شرعی رہنمائی حاصل کرے۔

بندہ دست بدعاء ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کی اس بہترین کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ان کے لیے اور ہمارے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ النبي الکریم!

(مفتی) عبدالباری (صاحب) غفرلہٗ
دارالافتاء جامعہ فاروقیہ، کراچی
۶ / رمضان المبارک، ۱۴۴۰ھ
۱۲ / مئی / ۲۰۱۹ء

تقریظ: حضرت مولانا مفتی عبد الباری صاحب دامت برکاتہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

مکتب و مدرسہ سے مسلمانوں کا تعلق کوئی نیا نہیں ہے، یہ نام مسلمانوں کے لیے غیر مانوس اور اجنبی بھی نہیں ہے۔ اس مکتب و مدرسہ کے استاد اوّل جناب رسول اکرم ﷺ خود ہیں اور اس کے اوّلین تلامذہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور وہ مقام جہاں اس مکتب و مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی تھی، تاریخ کے اوراق میں "صُفَّہ" کے نام سے محفوظ ہے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کا تعلق اس مکتب و مدرسہ سے مضبوط رہا، قرآن و سنت کی تعلیمات ان کے لیے مشعلِ راہ رہیں، اور وہ اپنے حقیقی محسنوں علمائے کرام کے احسان کو عملی طور پر تسلیم کرتے رہے تو دین و دنیا میں وہ ترقی کرتے رہے، دیگر اقوام پر ہر لحاظ سے انہیں برتری حاصل رہی، دنیا کے لیے وہ ہی مشعلِ راہ تھے۔ لیکن جب انہوں مکتب و مدرسہ سے بے اعتنائی برتی، قرآن و سنت کی تعلیمات کو ثانوی حیثیت دینا شروع کی، اپنے محسنوں کے اِحسان سے لاپرواہی برتی، تو اقوامِ عالم میں ان کو وہ اعزاز و مقام حاصل نہ رہا، متبوعیت کے تاج کو اُن کے سروں سے اتار کر تابعیت کا طوق ان کے گلے میں ڈال دیا گیا!

لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مکتب و مدرسہ وہی نفع بخش اور نتیجہ خیز ہے جس کی بنیاد اخلاص وللّٰہیت پر ہو، اور جو کامل طور پر قرآن و سنت کی تعلیمات میں ڈھالا گیا ہو، اور اگر یہ نہ ہو تو اس کے ڈھانچے کو مکتب و مدرسہ کے نام سے پکارا اور بولا جاسکتا ہے، لیکن روحانی طور پر اس کی نسبت سرورِ دوعالم جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف نہیں ہو سکتی اور نہ ہی امت کو اس سے خیر پہنچ سکتی ہے۔

اللہ رب العزت جزائے خیر دے محترم جناب مولانا قاری محمد شفیق صاحب اور محترم جناب مولانا راشد اِسلام صاحب کو، کہ ان دونوں حضرات نے مکتب و مدرسہ سے متعلق انتہائی اہم اور ضروری سوالات باریک بینی کے ساتھ مرتب کر کے ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مشہور و معروف دارالافتاؤں میں بھیج کر اور حضرات مفتیانِ کرام سے ملاقاتیں کر کے ان

معافی کی صرف ایک ہی صورت ممکن ہے کہ قاری صاحب ان تمام شاگردوں سے فرداً فرداً مل کر ہر ایک سے معاف کرائیں۔

سوچئے! کیا ایسا ممکن ہے؟ چالیس پچاس سال تک جو ہزاروں بچے مختلف علاقوں سے آ آ کر ان سے پڑھتے رہے، کیا ان کی مکمل فہرست موجود ہے؟ ان میں جانے کتنے شاگرد تو دنیا سے رخصت ہو چکے ہوں گے۔ باقی شاگردوں تک (جو ملک کے اطراف میں پھیلے ہوں گے) بھلا رسائی ممکن ہے؟ بالفرض قاری صاحب ان تک رسائی پالیں، ایک ایک سے معافی مانگ لیں تو اس کا کیا یقین کہ وہ سب کے سب دل سے معاف بھی کر دیں؟ ان میں سے کوئی ایک بات بھی ممکن نہیں، تو بظاہر اس گناہ کی معافی کی کوئی صورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے معاف فرمادیں تو اور بات ہے"۔

یہ تو حضرات مدرسین سے سرزد ہونے والی ایک کوتاہی کا ذکر تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی کوتاہیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جناب قاری محمد شفیق صاحب اور مولانا راشد اسلام صاحب کو کہ ان حضرات نے معلّمین و متعلّمین میں پائی جانے والی تمام کوتاہیوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا، چنانچہ مدرسہ کے ماحول میں پیش آنے والے تمام مسائل کے متعلق مفصل سوالات مرتب کیے پھر یہ سوالات دارالعلوم کورنگی، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، جامعہ فاروقیہ، جامعۃ الرشید، اشرف المدارس اور ملک کے دیگر معروف اداروں کے دارالافتاؤں میں ارسال کر کے ان کے مفصل جوابات حاصل کیے، اب ان فتاویٰ کا مجموعہ "مکاتب حفظ وناظرہ کے مسائل اور ان کا حل" کے نام سے کتابی شکل میں مرتب کر کے شائع کر رہے ہیں۔ کتاب کیا ہے؟ معلّمین و متعلّمین اور دیگر کارکنانِ مدرسہ کو پیش آنے والے مسائل کا پورا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ حضرات اہلِ مدارس بالخصوص مدرسینِ قرآنِ پاک کی طرف سے بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اساتذۂ کرام اس کا مطالعہ کریں۔ پھر اسے مستقل دستور العمل بنا کر تدریسی زندگی اس کے مطابق گزاریں۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی یہ کاوش اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرما کر ان کے حق میں وسیلۂ نجات بنائیں۔ آمین

(مفتی) محمد ابراہیم (صاحب)

خادم دارالعلوم صادق آباد

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی صاحب دامت برکاتہم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ:

رسول اللہ ﷺ دنیا میں انسانیت کے معلم و مُربّی بن کر تشریف لائے، پس تعلیم و تربیت کا مشغلہ در حقیقت آپ ﷺ کی نیابت و جانشینی ہے۔ تدریس قرآن کا مشغلہ رکھنے والے خوش نصیب لوگ اللہ تعالی کے منتخب اور برگزیدہ بندے ہیں۔ ان پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے، لیکن یہ حقیقت بھی ہمہ وقت ان حضرات کے پیش نظر رہنی چاہیے کہ تدریس قرآن کا مقدس پیشہ جس قدر معزز اور عالی مرتبت پیشہ ہے، اسی قدر لطیف و حساس اور پر خطر پیشہ بھی ہے۔ شرعی حدود و آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے پوری احتیاط سے یہ عمل کیا جائے تو اللہ تعالی کی نظر میں یہ افضل ترین عمل ہے، اور شرعی حدود کو نظر انداز کر دیا جائے تو انسان کی ساری محنت اکارت جاتی ہے اور محنت و مشقت کے باوجود وہ "نیکی برباد گناہ لازم" کا مصداق ٹھہر تا ہے۔

بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ آج بے شمار مدرسین قرآن، شرعی حدود کو نظر انداز کر کے اپنی شبانہ روز محنت کا اجر خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ یہ حضرات بہت سے امور میں بے اعتدالی کا شکار ہیں، جن میں سر فہرست قرآن پڑھنے والے معصوم بچوں پر سختی اور بے جا مار پٹائی ہے۔ اس میں بہت کم مدرسین شرعی احتیاط ملحوظ رکھتے ہیں، ورنہ اکثر مدارس میں بچوں کو بے دردی سے پیٹا جاتا ہے۔ معصوم بچوں کی چیخیں سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، اس بے احتیاطی کے نتیجے میں ملک کے طول و عرض میں ایسے ناگفتہ بہ واقعات پیش آچکے ہیں جنہیں حیطۂ تحریر میں لانا قرین مصلحت نہیں۔ بچوں پر بے محل سختی اور بے جا مار پٹائی کتنا بڑا جرم ہے؟ اس کا اندازہ مفتیٔ اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ کے اس ارشاد سے کیجیے:

> "مدارس میں پڑھانے والے قاری صاحبان جو بچوں کو بے تحاشا مارتے ہیں، ان کا یہ جرم ناقابل معافی ہے، یعنی یہ ایسا سنگین جرم ہے جس کی معافی کی کوئی صورت نہیں (اسے واضح کرنے کے لیے مثال دے کر فرمایا) دیکھیے! ایک قاری صاحب طویل عرصہ قرآن پڑھاتے رہے اور بے دردی سے معصوم بچوں کو پیٹتے رہے۔ بڑھاپے میں آکر انہیں اس گناہ کا احساس ہوا اور اس کی تلافی کی فکر ہوئی، ظاہر ہے نابالغ بچے کی رضا کا تو شرعاً کچھ اعتبار نہیں (لہذا بچہ معاف کر دے تب بھی یہ گناہ معاف نہیں ہوا) لہذا ضروری ہے کہ بالغ ہونے کے بعد بچوں سے معاف کرایا جائے، اب یہاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الْأَمِيْنِ، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَتَابِعِيْهِمْ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

قرآن پاک وہ عظیم الشان کتاب ہے، جسے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ عام مصنّفین کی کتب کی طرح کوئی کتاب نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صاف اور واضح الفاظ میں رہنمائی کی ہے، کامیابی اور ناکامی کے اصول بتلائے ہیں، کامیاب لوگوں اور ناکام لوگوں کے قصّے بطور عبرت بیان کئے ہیں۔ اس کو پڑھنا باعثِ اجر و ثواب اور اس پر عمل کرنا باعثِ نجات ہے۔ جو قوم اسے تھام لیتی ہے وہ رفعت و بلندی کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہو جاتی ہے۔ اور جو اسے پس پشت ڈال دیتی ہے وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتی ہے۔

یہ کتابِ مبین، انسانیّت کے لیے دستورِ حیات اور ضابطۂ زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ انسانیّت کو راہِ راست پر لانے والی، بھٹکے ہوؤں کو صراطِ مستقیم پر چلانے والی، قعرِ مذلّت میں گرے ہوؤں کو اَوجِ ثریّا پر لے جانے والی اور شیطان کی بندگی کرنے والوں کو رحمٰن کی بندگی سکھلانے والی ہے۔

قرآنِ پاک کی باقی کتبِ سماویہ پر ایک فوقیت یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ بعینہٖ وہی الفاظ ہیں جو اللہ جل شانہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے ہیں، انھی الفاظ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محفوظ فرمایا، پھر صحابۂ کرام کو سنایا، ان سے لکھوایا، پھر صحابۂ کرام سے تابعین عظام اور ان سے ہوتے ہوئے یہ مجموعہ آج ہم تک پہنچا ہے۔ اور ہم بَبانگِ دُہل یہ کہہ سکتے ہیں کہ تورات، زبور اور انجیل آج اپنی اصل حالت میں باقی نہیں رہیں، بلکہ اُن میں تحریف در تحریف ہوئی اور آج ہمارے سامنے دیگر جتنی کتبِ سماویہ موجود ہیں ان کے بارے میں یہ یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ یہ وہ کتب نہیں ہیں جو انبیاء لے کر آئے تھے۔ مگر قرآن پاک اپنی خالص اصلی حالت میں ہمارے پاس موجود ہے اور اس میں ایک حرف برابر بھی تحریف نہیں ہوئی۔

اسی وجہ سے قرآن پاک کے معانی و مقاصد سے قطع نظر قرآن پاک کے محض الفاظ پڑھنا (تلاوت کرنا)، انہیں یاد کرنا (حفظ کرنا) اور ان الفاظ کی ادائیگی، قواعد کی رعایت رکھتے ہوئے

تقریظ: حضرت مولانا مفتی ریاض محمد بلگرامی صاحب دامت برکاتہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

بچوں کو قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کرانا انتہائی مشکل اور صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔ ایک طرف بچہ قابلِ رعایت و شفقت ہوتا ہے، دوسری طرف اس کی تعلیم و تربیت میں کمی اور کوتاہی اس کے مستقبل کو داؤ پر لگا دینے کے مترادف ہوتی ہے۔ اس مقصد میں کامیابی کے لیے حکمت عملی اور اعتدال کی ضرورت ہوتی ہے۔

کامیاب مدرس وہ ہے جو ہر بچے کی نفسیات اور اس کے رجحانات سمجھ کر اس کے ساتھ سلوک کرتا اور راہِ راست پر چلاتا ہے۔ اس سلسلہ میں تجربہ کار مدرسین وماہرین کے تجربات سے استفادہ بہت ضروری ہے، نیز تدریس کے بارے میں اسلامی تعلیمات وآداب، نیز انتظامی امور بھی ہیں، جن سے واقفیت ہر مدرس کے لیے ضروری ہے۔

الاخ فی اللہ، حضرت قاری محمد شفیق صاحب دین کے لیے درد رکھنے والے نوجوان معلم قرآن ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کے مدرسین کے لیے شرعی ہدایات، مسائل واحکام، آداب اور ضروری انتظامی امور نہایت سلجھے ہوئے انداز میں مرتب کیے ہیں، جو بہت ہی مفید ہیں۔ ہر مدرس، ناظم مدرسہ کو ان کا مطالعہ کرکے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(مفتی) ریاض محمد بلگرامی (صاحب)
رئیس دار الافتاء تعلیم القرآن، راولپنڈی
۲۹/۴/۱۴۴۰ھ

خدمت لینا اور چندہ وغیرہ لینے میں زبردستی کرنا، اس حوالے سے بے اعتدالیاں وغیرہ۔

اور سب سے پہلے خود بندہ کو اپنی کوتاہی کی اطلاع ہوئی، اس کے بعد بندہ اپنے بہت ہی مخلص اور قابلِ قدر دوست مولانا راشد اِسلام یوسُفزئی (فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن) کے صلاح ومشورے سے ان مسائل کی جستجو میں لگ گیا اور جو بھی اس قسم کا مسئلہ درپیش ہوتا، چاہے وہ طلبہ کو درپیش ہوتا یا اساتذہ کو یا مہتمم کو، بندہ اس کو کافی سوچ بچار کے بعد سوالات کی شکل دے کر ملک کے معتمد اداروں کی طرف استفتاء بھیجتا رہتا، اس کام کی تکمیل میں نہ دن دیکھا نہ رات، بیماری کی حالت ہو یا صحت کی، بندہ نے بہت محنت اور لگن سے یہ کام مکمل کیا۔ اس طرح بندہ کے پاس ایک بہت ہی نفیس مجموعہ تیار ہو گیا، جو اِس کتاب کی ایک ابتدائی شکل تھی۔ ایک دِن مولانا راشد اِسلام کی اس وقیع مجموعہ پر نظر پڑی تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور انھوں نے بندہ سے اس مجموعہ کے عام کرنے کا مطالبہ کیا، تاکہ ان اہم مسائل کے متعلق دیگر مدارس ومکاتب میں بھی آگاہی ہو اور اصلاح کی طرف توجہ کی جائے۔

چنانچہ بندہ نے ان کے اصرار، اشاعت علم کے ثواب اور کتمان علم کی وعیدوں کے پیشِ نظر ان فتاویٰ کو ایک کتاب کی شکل دینے کا ارادہ کیا اور مولانا راشد اِسلام صاحب کے ساتھ مل کر ان فتاویٰ کو از سر نو ترتیب دیا اور ان کا جائزہ لیا، مزید جن سوالات کے اضافہ کی ضرورت تھی ان کو بھی استفتاء کی شکل میں لکھ کر یا واٹس ایپ کے ذریعے مختلف دار الافتاء کی طرف بھیجا، اور بندہ نے صرف گھر میں بیٹھ کر سوال بھیجنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ پاکستان کے تمام بڑے دار الافتاء میں خود حاضر ہو کر معتمد مفتیانِ کرام سے رائے لی اور ان کو اپنے کام اور اس کی نوعیت سے آگاہ کیا، جس پر تمام مفتیانِ کرام نے بندہ کی خوب حوصلہ افزائی کی اور کام کو سراہا، اس سلسلے میں بندہ کے صادق آباد، لاہور، راولپنڈی اور پشاور کے اسفار بھی ہوئے، چنانچہ تقریباً چار سال کی محنت کے بعد ان فتاویٰ کا ایک بہترین مجموعہ مکمل تیار ہو گیا، اس کی ترتیب میں بندے نے ذرج ذیل امور کا اہتمام کیا ہے:

- بندہ نے اس کتاب میں سوالات وجوابات (فتاویٰ) کو بعینہٖ نقل کیا ہے۔
- البتہ سوالات میں تذکیر وتانیث وغیرہ کی غلطیوں کی اصلاح کی ہے۔
- عربی حوالہ جات کو معتمد مفتیانِ کرام کے مشورے سے مختصر کر کے حواشی میں درج کیا ہے، تاکہ حواشی سے علماء ومفتیانِ کرام مستفید ہو سکیں، اور ایک عام قاری جسے دلائل پڑھنے کی حاجت

عمدگی سے کرنے (یعنی تجوید) کی ایک خاص اہمیت ہے۔ اور یہ اہمیت کیوں نہ ہو؟ اس کتاب کا نام ہی "قرآن" ہے جس کے معنی "بار بار پڑھی جانے والی کتاب" ہے، جسے عربی میں "القرآن" (شروع میں الف لام کے اضافے کے ساتھ) کہا جاتا ہے، اس کی وجہ سے اس میں مزید خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے، یعنی وہ کتاب جو بار بار، کثرت اور تواتر کے ساتھ پڑھی جارہی ہے اور روئے زمین پر کوئی ایسا لمحہ نہیں گذرتا جس میں اس مبارک کتاب کی تلاوت نہ ہو رہی ہو۔ اور یہ اعزاز اور شرف دنیا میں صرف اِسی کتاب کو حاصل ہے۔

چنانچہ نزولِ قرآن پاک کی ابتداء ہی سے اس کے پڑھنے، پڑھانے اور سیکھنے سکھانے کا سلسلہ چلا آرہا ہے، دارِ ارقم رضی اللہ عنہ اور صفہ کے چبوترے سے قرآن پاک کے مکاتب کی ابتداء ہوئی اور آج کوئی محلہ ایسا نہیں ہے جہاں قرآنِ پاک کا کوئی مکتب قائم نہ ہو۔

ابتداء میں مکاتب کا سلسلہ ایسا نہیں تھا جیسا کہ آج ہمارے سامنے ہے، جبکہ عصر حاضر کے مکاتب ومدارس کی ایک خاص ترتیب اور نظم ہے، جس کو چلانے کے لیے باقاعدہ ایک جماعت یا کوئی مضبوط فرد مقرر ہوتا ہے، تب جاکر صحیح معنی میں مکتب کا نظام چل پاتا ہے۔ پھر اِن مکاتب میں پڑھنے والے بچوں کی اصلاح کے حوالے سے یا تعلیمی نظم کے حوالے سے اساتذہ وطلبہ کو مختلف قسم کے مسائل پیش آتے رہتے ہیں۔ قرآن پاک کا ہر مدرس اگر تھوڑا سا غور کرے تو اس کے سامنے روزانہ بیسیوں مسائل واقع ہوتے ہیں جن کو عموماً معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، حالانکہ وہ بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اس سے متعلقہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ آپ کے سامنے ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس کی فہرست سے بخوبی ہو جائے گا۔

شاید اس مجموعہ کی جمع وترتیب کی رُوداد اپنی طوالت کے پیشِ نظر قارئین پر گراں گزرے، البتہ مختصراً یہ کہ بندہ چونکہ ایک عرصے سے قرآنِ پاک کی تدریس کی خدمت سے منسلک ہے اور قرآنِ پاک کی تدریس کے دوران بعض مسائل سامنے آئے جن کے متعلق بندہ نے علمائے کرام سے رجوع کیا، تو جواب سن کر بندہ کو اولاً حیرانی وپریشانی ہوئی جو کہ بعد میں افسوس کی شکل اختیار کر گئی کہ کئی مسائل ایسے ہیں جن میں مدرسین، ناظمین اور مہتممین حضرات کی جانب سے دانستہ یا نادانستہ کوتاہیاں ہو رہی ہیں، مثلاً: طلبہ کے ساتھ نازیبا رویہ اور بداخلاقی، ان کو سزا دینے کے حوالے سے شرعی حدود سے تجاوز، مالی جرمانہ لینا اور اس کے پیسے خود کھا جانا، تشہیر کے نام پر طلبہ کے اسباق بند کر کے دستار بندیاں کرنا، استطاعت سے زیادہ

پہلا باب: فضائل قرآن اور اہل قرآن کے بارے میں وارد چند معتبر و مستند احادیث

۱۔ قرآنِ پاک کا ایک حرف پڑھنے کا اجر

[عَنْ] عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُوْلُ: الٓمّٓ حَرْفٌ، وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ»(۱).

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کو اس کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سارا ”الٓمّٓ“ ایک ہی حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (یعنی ”الٓمّٓ“ کُل تین حروف ہیں)“۔

۲۔ صاحبِ قرآن کا جنت میں مرتبہ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ وَارْتَقِ، وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا»(۲).

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے (کہ قیامت کے دن) صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا، بس تیرا مرتبہ وہی ہے، جہاں آخری آیت پر پہنچے“۔

---

(١) أخرجه الترمذي في «السنن» (٥/ ٢٥، ت: بشار) وقال الإمام الترمذي: «هذا حديث صحيح غريب من هذا الوجه»، وأخرجه الحاكم في «المستدرك» (١/ ٥٥٥،٥٥٦)، والخطيب في «تاريخ بغداد» (١/ ٢٨٥).

(٢) أخرجه الإمام أحمد في «مسنده» (٦٧٩٩)، وابن حبان في «صحيحه» (٧٨٨) وأبوداود في «سننه» (٢/ ٥٩٢، ت: الأرنؤوط) والترمذي في «السنن» (٣١٤١) وقال: «هذاحديث حسن صحيح»، والنسائي في «السنن الكبرى» (٨٠٠٢).

پیش لفظ

نہیں وہ بغیر کسی خلل کے صرف اردو تحریر کا مطالعہ کر سکے۔

- ہر فتویٰ تحریر کرنے کے بعد اس کا فتویٰ نمبر بھی بطورِ حوالہ لکھ دیا ہے، اسی طرح مُجیب اور مصححین کے نام درج کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔
- آسانی کے لیے فتاویٰ کو چند ابواب کے تحت لا کر ایک نوع کے مسائل کو اکٹھا کیا گیا ہے۔
- کتاب کے آخر میں ایک لغت نامہ (فرہنگ) شامل کیا گیا ہے، جس میں قدرے مشکل اور اصطلاحی الفاظ کے معنی بتائے گئے ہیں۔

چونکہ یہ ہماری کوئی ذاتی تحریر نہیں ہے، بلکہ یہ معتمد اداروں سے جاری شدہ فتاویٰ ہیں اور ہماری حیثیت صرف جامع اور مرتب کی ہے، مگر انسان خطا کا پتلا ہے، نقل کرنے میں حد درجہ احتیاط اور بار بار مراجعت کے باوجود اگر کوئی کوتاہی ہوگئی ہو، تو قارئین سے دست بستہ گزارش ہے کہ وہ بندہ کو اس سے ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ان کا شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو رہے گا۔ اور ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح بھی کر دی جائے گی۔

آخر میں بندہ ان تمام اَربابِ فتاویٰ، دوست اور احباب کا شکر گزار ہے جنھوں نے کسی نہ کسی طریقے سے بندہ کے ساتھ تعاون کیا، حوصلہ افزائی کی اور بندہ کی اصلاح فرمائی۔ خصوصًا اپنے شریکِ کار مولانا راشدِ اِسلام یوسفزئی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کے شروع سے لے کر اشاعت تک میرے ساتھ کتاب میں مکمل کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

واضح رہے کہ اس مجموعہ کی اشاعت کا مقصد تجارت اور دنیوی نفع نہیں، بلکہ فقط اپنی اور اپنے شعبہ سے وابستہ احباب کی اصلاح اور ان کے کام میں ترقی اور بہتری لانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آخرت میں میرے لیے، مولانا راشد اسلام کے لیے، ہمارے والدین اور اساتذۂ کرام کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد شفیق سواتی
سابق مدرس شعبہ تحفیظ القرآن
جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی

٦۔ قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے شخص کے والدین کا قیامت کے دن اعزاز

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ، أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ضَوْؤُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ، فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا؟»[1].

ترجمہ: ”حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اُس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، پس کیا گمان ہے تمہارا اُس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے؟“۔

۷۔ اہلِ قرآن اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ہیں

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِلّٰهِ أَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ أَهْلُ الْقُرْآنِ: أَهْلُ اللهِ وَخَاصَّتُهُ»[2].

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ”حق تعالیٰ شانہ کے لیے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں“، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ: ”قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص“۔

---

(١) أخرجه الإمام أبو داود في «سننه» (٢/ ٥٨٣، ت: الأرنؤوط) واللفظ له، وأبو يعلى في «مسنده» (١٤٩٣)، والحاكم في «المستدرك» (١/ ٥٦٧)، والبيهقي في «شعب الإيمان» (١٩٤٨) وابن عبد البر في «التمهيد» (١٤/ ١٣٥)، وأحمد في «مسنده» (١٥٦٤٥)، والطبراني في «المعجم الكبير» (٢٠/ ٤٤٥).

(٢) أخرجه الإمام أحمد في «مسنده» (١٢٢٧٩). والنسائي في «السنن الكبرى» (٧٩٧٧) وابن ماجه في «سننه» (١/ ١٤٦) واللفظ له.

۳۔ صاحبِ قرآن کی فضیلت اور اس کی دعاؤں کی قبولیت

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنَ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسْأَلَتِيْ: أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِيْنَ، وَفَضْلُ كَلَامِ اللهِ عَلىٰ سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللهِ عَلىٰ خَلْقِه»(۱).

ترجمہ: "حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر"۔

۴۔ صاحبِ قرآن سب سے بہترین شخص ہے

عَنْ عُثْمَانَ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَه»(۲).

ترجمہ: "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے"۔

۵۔ قرآنِ پاک کے ماہر اور قرآنِ پاک کو اٹکتے ہوئے پڑھنے والے کا اجر

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ، لَهُ أَجْرَانِ»(۳).

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیکو کار ہیں اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے"۔

(۱) «سنن الترمذي» (۵/ ۱۸٤)، وقال: «هذا حديث حسن غريب».
(۲) «صحيح البخاري» (٦/ ۱۹۲).
(۳) «صحيح البخاري» (٤۹۳۷) و«صحيح مسلم» (۱/ ٥٤۹) واللفظ لمسلم.

۱۰۔ تلاوتِ قرآن کرنے والے قابلِ رشک لوگ ہیں

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: «لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْكِتَابَ، وَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَرَجُلٌ أَعْطَاهُ اللهُ مَالًا، فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ»[1].

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں، ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے، دوسرے وہ جس کو حق سبحانہ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے"۔

درج بالا احادیث کی توثیق

مذکورہ بالا دس احادیث جو فضائلِ قرآن میں وارد ہیں یہ تمام احادیث، حدیث کی مستند کتابوں میں معتبر سند کے ساتھ پائی جاتی ہیں، ان میں سے بعض "صحیح" اور بعض "حسن" درجے کی ہیں، اگرچہ نویں حدیث: «عَدَدُ دَرَجِ الْجَنَّةِ عَدَدُ آيِ الْقُرْآنِ...إلخ» ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے، جسے امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں روایت کیا ہے، مگر اس کا ضعف "یسیر" ہے[2]، فضائل کے باب میں اسے بیان کیا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے:

«إذا روينا عن رسول الله ﷺ في الحلال والحرام والسنن والأحكام تشدّدنا في الأسانيد، وإذا روينا عن النبي ﷺ في فضائل الأعمال، تساهلنا في الأسانيد».

(الكفاية: ۱/ ۳۹۹، طبع: مكتبة ابن عباس)

یعنی: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال وحرام اور سنن واحکام کی روایت کرتے ہیں تو اسانید کے بارے میں سختی برتتے ہیں اور جب

---

(۱) «صحيح البخاري» (٦/ ١٩١).

(۲) حال سند البيهقي كما قال، وقد تقدم الكلام عليه بأنه روي بسند آخر في «المصنف» لابن أبي شيبة برقم (۳۰۵۷۲)، وحسّن إسناده الشيخ محمد عوامة حفظه الله في «تعليقه على مصنف ابن أبي شيبة»، وله شاهد صححه ابن حبان والترمذي.

۸۔ حاملِ قرآن نامناسب اعمال نہ کرے

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضي الله عنهما، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُوْحَىٰ إِلَيْهِ، لَا يَنْبَغِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ أَنْ يَجِدَ مَعَ مَنْ وَجَدَ، وَلَا يَجْهَلَ مَعَ مَنْ جَهِلَ، وَفِي جَوْفِهِ كَلَامُ اللهِ تَعَالَىٰ»(۱).

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علومِ نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا، گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی، حاملِ قرآن کے لیے مناسب نہیں کہ غصہ کرنے والوں کے ساتھ غصہ کرے، یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے، حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے“۔

۹۔ اہلِ قرآن کا جنت میں درجہ

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «عَدَدُ دَرَجِ الْجَنَّةِ عَدَدُ آيِ الْقُرْآنِ، فَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ مِنْ أَهْلِ الْقُرْآنِ فَلَيْسَ فَوْقَهُ دَرَجَةٌ»(۲).

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے نقل فرماتی ہیں کہ جنت کے درجات، قرآنی آیات کے بقدر ہیں، چنانچہ حاملین قرآن میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس سے بڑھ کر کسی کا مرتبہ نہیں ہوگا“۔

---

(۱) أخرجه الحاكم في «المستدرك على الصحيحين» (۱/ ۷۳۸) وقال: «هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه». وسكت عليه الذهبي في «تلخيصه». وأخرجه البيهقي في «الأسماء والصفات» (۵۸۱) و«شعب الإيمان» (۲۳۵۳).

(۲) أخرجه البيهقي في «شعب الإيمان» (۳/ ۳۸۰) عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها مرفوعا، وصححه الحاكم وقال: «و لم يكتب هذا المتن إلا بهذا الإسناد و هو من الشواذ». وأخرجه ابن أبي شيبة «مصنف ابن أبي شيبة» (۳۰۵۷۲) عن أم الدرداء عن عائشة رضي الله عنها موقوفا، قال الشيخ محمد عوامة عن طريق «المصنَّف»: «فهذا إسناد حسن» اهـ. وله شاهد مرفوع عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما بلفظ: «يقال لصاحب القرآن: اقرأ وارتق...»، تقدم تخريجه برقم (۲)، وصححه الترمذي وابن حبان. فيرتقي الحديث إلى درجة الحسن على الأقل.

النبي صلى الله عليه وسلم، ص٢٤، دار السلام)

فقط
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ: نور احمد عفی عنہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیۃ، بکراتشی
۱۵/۸/۱۴۴۰ھ=۲۱/۴/۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۷۹/۱۵۶)

الجواب صحیح
محمد سلام
۱۸/۸/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۷/۸/۱۴۴۰ھ

ایسی حدیث روایت کرتے ہیں جو کسی عمل کی فضیلت کو بتائے، تو اسانید میں نرمی اختیار کرتے ہیں۔

اسی طرح کے اقوال سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور عبد الرحمٰن بن مہدی رحمہم اللہ جیسے ائمۂ حدیث اور جبالِ علم سے بھی منقول ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب
عبد الماجد رفیق
نگران شعبہ تخصص فی علوم الحدیث
بالجامعۃ الفاروقیۃ، کراتشی
۱۸/ربیع الثانی/۱۴۴۰ھ

مشہور روایت: "جہاں استاد کی مار لگے اس جگہ جہنم کی آگ حرام ہے" کی تحقیق

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس حدیث کے بارے میں کہ:

بعض قاری صاحبان یہ کہتے ہیں کہ "بچے کے جسم کی جس جگہ علمِ دین سیکھنے کے لیے پٹائی ہوگی جہنم جسم کے اس حصے کو نہیں جلائے گی"، کیا یہ بات درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ روایت تلاشِ بسیار کے باوجود کسی سند کے ساتھ نہیں ملی، لہذا جب تک مذکورہ روایت کسی معتبر سند سے ثابت نہ ہو جائے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

لما في «مقدمة المصنوع»:

قال عبد الفتاح: وإذا كان الحديث لا إسناد له، فلا قيمة له ولا يلتفت إليه؛ إذ الاعتماد في نقل كلام سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إلينا إنما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو ما يقع موقعه، وما ليس ذلك فلا قيمة له.

(شذرات في بيان بعض الاصطلاحات، ص١٨، ايج ايم سعيد)

وفي «صحيح البخاري»:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا تكذبوا عليّ؛ فإنّه من كذب عليّ فليلج النار». (باب إثم من كذب على

(۱۷) قرآن کریم بند کرتے وقت سیدھا بند کرنا چاہیے۔

(۱۸) تلاوت کے آخر میں "صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ" پڑھنا درست ہے، مگر یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، لہذا اسے ضروری نہیں سمجھنا چاہیے، کبھی کبھار چھوڑ دینا چاہیے۔

(۱۹) الماری یا قرآن کریم رکھنے کی جو جگہ مقرر ہو وہاں قرآن کریم ترتیب سے رکھیں۔ چھوٹے سائز اور بڑے سائز کے قرآن کریم الگ الگ رکھیں۔

تصدیق شدہ از
مفتی ریاض محمد بگرامی
رئیس دار الافتاء مدرسہ تعلیم القرآن
راجہ بازار، راولپنڈی

استاد کے شاگردوں پر حقوق

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
مکتب کے استاد (قاری صاحب) کے طلباء کرام، یعنی اپنے شاگردوں پر کیا حقوق لازم ہیں؟ استاد کے حقوق شاگردوں پر کیا ہیں؟ تفصیل سے ذکر فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ شاگرد کے لیے اپنے استاد کا ادب و احترام، اُن کی عظمت کو اپنے دل میں بٹھانا اور ان کے حقوق بجالانا لازمی ہے۔ استاد کی بے ادبی، ان کی تحقیر اور ان کے حقوق کو بجالائے بغیر نہ تو ان سے صحیح معنوں میں حصولِ علم ممکن ہوگا اور نہ ہی ان سے حاصل کردہ علم میں برکت ہوگی۔

استاد کے حقوق بجالانے کے سلسلے میں جن باتوں کا خاص طور پر اہتمام والتزام کرنا چاہیے ان میں چند ضروری باتیں درج ذیل ہیں:

(۱) استاد کا کہا ماننے۔

(۲) استاد کی خدمت کو اپنے لیے دنیا و آخرت کی سعادت سمجھے اور استاد سے اپنے لیے دعائے خیر طلب کرتا رہے۔

دوسرا باب: آداب وحقوق

آدابِ تلاوتِ قرآنِ پاک

(۱) قرآن پاک ہمیشہ مسواک اور وضو کر کے پڑھنا چاہیے۔

(۲) قرآن کریم پاک اور صاف جگہ پر پڑھنا چاہیے۔

(۳) قرآن کریم رحل یا تپائی یا کسی اونچی جگہ رکھ کر پڑھنا چاہیے۔

(۴) قرآن کریم کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھنی چاہیے۔

(۵) قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر تجوید کے ساتھ مناسب آواز سے پڑھنا چاہیے۔

(۶) قرآن کریم کے اوپر کوئی دوسری کتاب یا کوئی اور چیز نہیں رکھنی چاہیے۔

(۷) اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو مناسب جگہ پر وقف کر کے قرآن کریم بند کر کے ضرورت پوری کرنی چاہیے۔

(۸) ضرورت پوری کرنے کے بعد قرآن پڑھنا شروع کریں تو پہلے تعوذ پڑھنا چاہیے۔

(۹) اگر لوگ کام میں مشغول ہوں یا نماز پڑھ رہے ہوں تو قرآن کریم آہستہ آواز سے پڑھنا چاہیے۔

(۱۰) اگر لوگ قرآن کی طرف متوجہ ہوں تو قرآن کریم بلند آواز سے پڑھنا چاہیے۔

(۱۱) قرآن کریم خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور معنی میں غور وفکر کرنا چاہیے۔

(۱۲) قرآن کریم کی عظمت دل میں رکھنی چاہیے کہ یہ بہت ہی بلند مرتبہ کلام ہے۔

(۱۳) جب کوئی دوسرا آدمی قرآن کریم پڑھ رہا ہو تو ادب سے خاموش ہو کر سننا چاہیے۔

(۱۴) جہاں سجدے کی آیت آئے وہاں پڑھنے والے اور سننے والے دونوں کو سجدہ ضرور کرنا چاہیے، کیونکہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

(۱۵) قرآن کریم پڑھنے کے بعد جزدان میں لپیٹ کر رکھیں تاکہ گرد وغبار سے محفوظ رہے۔

(۱۶) قرآن کریم اونچی جگہ پر رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہو۔

«فَمَا رَأَيْتُ معلما قَطُّ أَرْفَقَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ»[1].

ترجمہ: کہ "میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ مہربان استاد کبھی بھی نہیں دیکھا"۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ ھو الموفق والمعین
سمیع اللہ	عبدالباری	کتبہ: برکت اللہ مندی
۱۴۳۹/۱۱/۲۸ھ	۱۴۳۹/۱۱/۲۸ھ	المتخصص فی الفقہ الاسلامی بالجامعۃ الفاروقیۃ
		۱۴۳۹/۱۱/۲۵ھ = ۱۸/۸/۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۵۰/۳۰۰)

طلباء کے اساتذہ پر حقوق

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کے طلباء کرام یعنی شاگردوں کے اپنے استاد (قاری صاحب) پر کیا حقوق لازم ہیں؟ شاگردوں کے حقوق استاد (قاری صاحب) پر کیا ہیں؟ تفصیل سے ذکر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیا

طالبِ علم کے بہت سارے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں، مثلاً:

۱۔ طالبِ علم کے پاؤں کے نیچے فرشتے اپنے پَر بچھاتے ہیں۔

۲۔ طلبِ علم کے راستے میں اگر طالبِ علم کو موت آجائے تو اُسے شہادت کا درجہ ملتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں امت کے اس طبقہ (طالبِ علم) کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:

"عنقریب تمہارے پاس لوگ علم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے، جب انہیں دیکھو تو انہیں خوش آمدید کہیں اور انہیں علم سکھائیں"۔

استاد طالبِ علم کا روحانی باپ ہوتا ہے، تو جس طرح ایک باپ اپنے حقیقی بیٹے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، اسی طرح اپنے روحانی بیٹے کے لیے بھی حتی الامکان محنت کرنی چاہیے، درج ذیل سطور میں چند باتیں لکھی جاتی ہیں جن پر اساتذہ کو عمل کرنا چاہیے:

---

(۱) سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب تشميت العاطس في الصلاة، رقم الحديث: ۹۳۱.

(۳) استاد کی باتوں کو ہمہ تن گوش ہو کر سنے اور اُن پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔
(۴) ان کی طرف پشت کر کے نہ بیٹھے اور نہ ہی اُن کی طرف پاؤں پھیلائے۔
(۵) ان سے آگے نہ چلے۔
(۶) اُن کو اُن کے نام سے نہ پکارے۔
(۷) ان کا دیا گیا سبق خوب یاد کرنے کا اہتمام کرے۔
(۸) ایسا کوئی کام نہ کرے جو ان کے لیے پریشانی کا سبب بنے۔
(۹) ان سے لغو اور بے فائدہ سوال نہ کرے۔
(۱۰) جو امور ان کی راحت وآسانی کا سبب بن سکتے ہوں اُن امور کا خوب اہتمام کرے، جیسا کہ اُن کی جگہ کو صاف وستھرا رکھنا، ان کے جوتے مناسب جگہ پر رکھنا وغیرہ۔
(۱۱) ان کی مخصوص نشست پر بیٹھنے سے گریز کرے اور اسی طرح جو چیزیں ان کے استعمال کے لیے مخصوص ہوں ان کو استعمال نہ کرے اور ان کی نگہداشت کو اپنے اوپر لازم کرے۔
(۱۲) اپنے اہم امور کو سرانجام دینے سے پہلے ان سے مشورہ لے۔
(۱۳) ان کے بلانے پر بروقت ان کی خدمت میں حاضری دے۔
(۱۴) ان کو سلام میں پہل کرے۔
(۱۵) مدرسہ کے اوقات کے علاوہ چھٹیوں میں بھی ان سے رابطہ میں رہے۔
(۱۶) اپنے والدین کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی ہر وقت دعا گو رہے۔
(۱۷) ان کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کرے اور ہنسی مذاق سے گریز کرے۔
(۱۸) ان کی اولاد، رشتہ داروں اور ان کے دوسرے متعلقین کے ادب کو بھی ملحوظ رکھے۔

نیز استاد کو بھی چاہیے کہ اپنے شاگرد کی اخلاق کی درستگی اور اس کو آداب سکھانے میں ہر وقت کوشاں رہے، اُس پر انتہائی مہربان رہے اور اس کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔ استاد کا اپنے شاگرد پر شفقت اور اس کے ساتھ نرمی برتنے کے حوالے سے حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کا یہ قول رہنما کی حیثیت رکھتا ہے:

تیسرا باب: معلم قرآن کے اوصاف، ہدایات اور شرائط

معلم قرآن کے اوصاف

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) ایک قاری صاحب کو حفظ، ناظرہ اور قاعدہ کی کلاس پڑھانے کے لیے کن کن شرائط کے ساتھ تدریس کے لیے منتخب کرسکتے ہیں؟

(۲) قاری صاحب کے اندر کن اوصاف وعادات کا ہونا چاہیے جو کلاس پڑھانے کے لیے ضروری ہوتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔ قاعدہ، ناظرہ اور حفظِ قرآن کی تدریس کے لیے ایسے استاد کا انتخاب کرنا چاہیے، جو قرآن کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہو، تجوید کے اصول وضوابط یا کم از کم تجوید کی بنیادی باتوں سے واقف ہو اور باطل عقائد یا خلافِ شرع وضع قطع کا حامل نہ ہو، اور اس کے ساتھ خاص طور پر حفظ کے لیے ایسے استاد کا انتخاب کیا جائے، جو خود حافظ بھی ہو۔

۲۔ قاری صاحب کو مندرجہ ذیل اوصاف کا حامل ہونا چاہیے:

اخلاص، تقویٰ وللّٰہیّت، شاگرد کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ، اوران پر شفقت، حتی الامکان ان سے ذاتی خدمت نہ لینا خاص کر بے ریش طلباء سے، طلبہ کو امانت سمجھے، ان کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے، بلاضرورت مارنے سے اجتناب کرے، اپنے اندر مستقل مزاجی پیدا کرے، بلاوجہ ناغہ نہ کرے، شاگردوں کی تربیت کی فکر، ان کے لیے دعاؤں کا اہتمام، وقت کی پابندی، حکمت وتدبر سے کام لینا، غیر محتاط اور فحش الفاظ والقاب سے اجتناب، اپنے محاسبہ کا اہتمام، کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم کرنا، طلباء کو معاف کرنے کی عادت، مزید رہنمائی کے لیے دوسرے اساتذہ سے مشورہ، احساسِ ذمہ داری اور رجوع الی اللہ۔

وفي «الأشباه» مع «شرح الحموي»:

«فائدة: إذا ولى السلطان مدرسا ليس بأهل لم تصح توليته؛ لما قدمناه من أن فعله مقيد بالمصلحة، ولا مصلحة في تولية غير الأهل».

۱۔ استاد یہ سوچے کہ یہ طلباء کرام مختصر وقت لے کر میرے پاس پڑھنے آئے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ میری عدم توجہی کی وجہ سے علمی اعتبار سے کمزور ہو جائیں اور مجھ پر ان کے حقوق باقی رہیں۔

۲۔ استاد کو چاہیے کہ شاگردوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے اور ان کو اپنے بیٹوں کے برابر جانے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«إنما أنا لكم مثل الوالد لولده».

ترجمہ: "میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسا کہ والد اپنے بیٹے کے لیے"۔

۳۔ استاد کو چاہیے کہ سبق کا ناغہ نہ کرے، جو وقت طلبہ کی تعلیم کا ہے اس میں کسی اور کام میں مشغول نہ ہو، تاکہ اسباق میں حرج نہ ہو۔

۴۔ استاد کو چاہیے کہ شاگرد کو فقط الفاظ وحروف کی تعلیم ہی نہ دے، بلکہ اخلاقِ حمیدہ کی بھی تلقین کرے اور ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دے۔

۵۔ استاد کو چاہیے کہ خود بھی عمل کا اہتمام کرے، کیونکہ اس کا اثر طلبہ پر بھی ہوتا ہے۔

۶۔ غصہ اور مار پیٹ سے بچنا چاہیے، کیونکہ نرمی سے طالبِ علم سے جو کام لیا جاسکتا ہے وہ غصہ کرنے سے نہیں لیا جاسکتا، بلکہ بعض دفعہ اس کا الٹا اثر ہوتا ہے۔

۷۔ استاد کو چاہیے کہ طلبہ کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ ان کی علمی ترقی اور دنیا وآخرت کی کامیابی کی دعائیں کرتا رہے۔

فقط
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ
محمد حسن عفی عنہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیۃ، کراتشی
۱۴۳۹/۱۱/۲۴ھ=۲۰۱۸/۸/۷ء
(فتویٰ نمبر: ۱۵۰/۳۰۱)

الجواب صحیح
عبدالباری غفرلہ
۱۴۳۹/۱۱/۲۴ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۴۳۹/۱۱/۲۴ھ

اوصافِ معلمین کے متعلق دوسرا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان صفات کے بارے میں کہ:
معلمین قرآن کے لیے مذکورہ اوصاف کا ہونا شرعاً کیسا ہے؟

(۱) پختہ حافظ قرآن
(۲) مجوِّد
(۳) داڑھی اور لباس مطابق شریعت
(۴) سنجیدہ طبیعت
(۵) مستقل مزاج
(۶) نفیس النفس
(۷) شریف النفس
(۸) نفیس اللباس
(۹) ملنسار
(۱۰) شیریں گفتار
(۱۱) حق گو
(۱۲) بارعب
(۱۳) کشادہ دل
(۱۴) فیاض طبیعت
(۱۵) میانہ رو
(۱۶) باذوق
(۱۷) خوددار
(۱۸) خود اعتماد
(۱۹) بااَخلاق
(۲۰) باریک بین
(۲۱) بااِخلاص
(۲۲) صابر وشاکر
(۲۳) منصِف مزاج
(۲۴) صاحب تقویٰ
(۲۵) فرض شناس
(۲۶) پابند اوقات
(۲۷) پابند صوم وصلوٰۃ
(۲۸) حریص الطلبہ
(۲۹) حلیم الطبع
(۳۰) جذبۂ خدمتِ قرآن
(۳۱) جذبۂ ایثار
(۳۲) مفکر فی القرآن
(۳۳) مشّاق
(۳۴) مستغفِر
(۳۵) باہمت
(۳۶) بامحنت
(۳۷) باوقار
(۳۸) باکردار
(۳۹) امین ودیانتدار
(۴۰) آکلِ حلال
(۴۱) متبع سنت
(۴۲) متوکل علی اللہ
(۴۳) صاحب الرائے
(۴۴) مؤدِّب
(۴۵) معاملہ فہم
(۴۶) اللہ کے سوال سے ڈرنے والا
(۴۷) مُوَحِّد
(۴۸) داعی الی الخیر

کیا یہ اوصاف درست ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعتِ مطہرہ کی نظر میں ایک کامل معلم قرآن وہ ہے جو اخلاقِ عالیہ سے متصف اور شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہو۔ مذکورہ اوصاف میں سے بعض انتہائی ضروری، اور بعض

وفيه أيضا: «وفي مفيد النعم ومبيد النقم: المدرس إذا لم يكن صالحا للتدريس لم يحل له تناول المعلوم».
(الفن الثالث: الجمع والفرق، فوائد وقواعد شتى: ٣/ ٢٥٢، إدارة القرآن)

وفي «سنن أبي داود»:

من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله،لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضا من الدنيا، لم يجد عرف الجنة يعني: ريحها. (كتاب العلم، باب فيما طلب العلم لغير وجه الله، ص: ٧٣٦، دار السلام).

وفي «الهندية»:

قال الفقيه: إذا أراد المعلم أن ينال الثواب ويكون عمله عمل الأنبياء، فعليه أن يحفظ خمسة أشياء:
أولها: أن لا يشارط الأجر ولا يستقصي فيه، فكل من أعطاه شيئا أخذه ومن لم يعطه شيئا تركه، وإن شارط على تعليم الهجاء وحفظ الصبيان: جاز. والثاني: أن يكون أبدا على الوضوء. والثالث: أن يكون ناصحا في تعليمه مقبلا على ذلك العمل. والرابع: أن يعدل بين الصبيان إذا تنازعوا وينصف بعضهم من بعض، ولا يميل إلى الأولاد الأغنياء دون الفقراء. والخامس: أن لا يضرب الصبيان ضربا مبرحا ولا يجاوز الحد فإنه يحاسب يوم القيامة.
(كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات: ٥/ ٤٣٦، ط: دار الفكر) فقط.

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ: واحد اللہ بن فضل محمد رحمہ اللہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیۃ، کراتشی
۱۴۳۹/۵/۹ھ=۲۰۱۸/۱/۲۷م
(فتویٰ نمبر: ۱۳۶/۸۲۷)

الجواب صحیح
عبدالباری عفی عنہ
۱۴۳۹/۵/۱۲ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۴۳۹/۵/۱۱ھ

آپ کے ساتھ مانوس رہے اور تمہارے پاس بیٹھنے والا شخص شاداں و فرحاں رہے، اگر پھر بھی نہ سدھرے تو تھوڑا بہت اصلاح کی نیت سے مارے پیٹے۔

۳۔ دورانِ تعلیم کتاب یا کوئی غیر ضروری چیز پڑھنے سے پرہیز کریں، اخبار یا غیر ضروری کتاب پڑھنے کی بجائے کمزور طالبِ علم کو وہ وقت دے دیں، تاکہ کمزور طالبِ علم کا بھلا ہو جائے۔

۴۔ مالدار و غریب طالبِ علم کو پڑھانے میں برابری رکھیں۔

۵۔ کوشش کریں کہ معلمین قرآن اپنا اصلاحی تعلق کسی اللہ والے کے ساتھ جوڑے رکھیں۔

۶۔ معلمین قرآن وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں، یعنی کلاس پڑھنے کے لیے اپنے وقت پر درس گاہ میں حاضر ہوا کریں۔

۷۔ حافظ قرآن یا کسی قاری کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنی ضرورت کسی آدمی کے پاس لے کر جائے، البتہ اور لوگ اپنی ضروریات اس کے پاس لے کر حاضر ہوں، یہ اس کے شایانِ شان ہے۔

۸۔ معلمین قرآن روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کریں، رمضانی حافظ کی بجائے رحمانی حافظ بنیں۔

۹۔ معلمین قرآن مسجد میں تدریس کرتے ہوئے غیر ضروری یعنی دنیاوی باتوں سے پرہیز کریں۔

۱۰۔ معلمین قرآن طلباء کو بُرے القابات سے نہ پکاریں۔

۱۱۔ معلمین قرآن طلباء کو گالیاں نہ دیا کریں۔

۱۲۔ معلمین قرآن کسی مالدار طالبِ علم سے کسی چیز کی طمع نہ رکھا کریں۔

۱۳۔ معلمین قرآن نو سال یا اس سے بڑی بچی کو نہ پڑھائیں۔

۱۴۔ معلمین قرآن کمزور طلباء کے لیے رات کو اٹھ کر تہجد میں دعا کیا کریں۔

۱۵۔ معلمین قرآن طلباء کو صحیح تجوید اور تلفظ سے پڑھایا کریں۔

۱۶۔ معلمین قرآن طلباء کو اچھی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کا بھی اہتمام کیا کریں۔

استحسان، ادب اور ذوق کے درجہ میں ہیں۔

لما في تنزيل الحكيم (الأحزاب: ٢١):
﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾.

وقال الله تعالى (آل عمران: ٣١):
﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾.

وفي «صحيح البخاري»:
قال عليه الصلاة والسلام: «خيركم من تعلم القرآن وعلمه». (حديث: ٥٠٢٧)

وقال ﷺ:
«مثل الفاجر الذي يقرأ القرآن كمثل الريحانة ريحها طيب وطعمها مر». (البخاري: ٥٠٢٠)

وفي «صحيح البخاري»:
«قال أبو ذر ﷺ: لو وضعتم الصمصامة على هذه - وأشار إلى قفاه - ثم ظننت أني أنفذ كلمة سمعتها من النبي ﷺ قبل أن تجيزوا علي، لأنفذتها». (باب العلم قبل القول والعمل: ١٦، ط: دار السلام) فقط والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

حررہ: العبد بلال عفی عنہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی، بالجامعۃ الفاروقیۃ
۱۴۴۰/۴/۲۶ھ = ۲۰۱۹/۱/۳ء
(فتویٰ نمبر: ۱۵۴/۷)

الجواب صحیح	الجواب صحیح
احمد خان	عبد الہادی غفرلہ
۱۴۴۰/۴/۳۰ھ	۱۴۴۰/۴/۳۰ھ

ہدایات برائے معلمینِ قرآن

۱۔ بُری نیت سے بے ریش بچے کو صرف دیکھنا یا اس سے مصافحہ کرنا بھی بالاتفاق حرام ہے، چہ جائیکہ اس کے ساتھ تخلیہ کیا جائے، یہ مدرس کے لیے زہر قاتل ہے (فتاویٰ نوویہ) لہذا اس سے اجتناب کریں۔

۲۔ کوئی شاگرد غلطی کرے تو نہ اس پر (بے وجہ اور حد سے زیادہ) سختی کریں، اسے شرمسار کریں، بلکہ اپنے تمام معاملات میں صبر اور نرمی کا دامن تھامے رکھیں تاکہ طالبِ علم

۳۰۔ معلمین قرآن حفظ والے بچوں کا سبق خود سنا کریں۔

۳۱۔ معلمین قرآن رمضان میں طلباء کرام سے کپڑے، خوشبو یا دیگر اشیاء لانے کا نہ کہیں، اس سے معلمین قرآن کی بے قدری ہوتی ہے۔

۳۲۔ معلمین قرآن طلباء سے برف نہ منگوایا کریں اس سے بھی معلمین قرآن کی بے قدری ہوتی ہے۔

۳۳۔ جو استاد اپنی ذاتی کلاس پڑھا رہا ہو، اس کو چاہیے کہ جس طالبِ علم کا قاعدہ ختم ہو، ناظرہ کا پارہ یا حفظ کا پارہ مکمل ہو جائے اس کو جب تک پارہ یا تختی پکی یاد نہ ہو اس کو آگے سبق نہ دیا کریں، کیونکہ اس سے طالبِ علم کا نقصان ہوتا ہے۔

۳۴۔ حفظ والے اساتذہ کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ حفظ والے طلباء سے قرآن کی تکمیل تک سبقی اور منزل سننے کا اہتمام کریں، سبقی اور منزل بند ہونے سے طالبِ علم کو گردان میں کافی دشواری ہوتی ہے۔

۳۵۔ طالبِ علم کا سبق سنتے وقت طالبِ علم کی کوئی غلطی آجائے تو اس کے قرآن پر پینسل یا سرخ کاغذ سے نشان لگایا کریں تاکہ طالب علم وہ غلطی یاد کر سکیں۔

۳۶۔ جو استاد اپنی ذاتی کلاس پڑھا رہا ہو اس کے پاس اگر کوئی طالبِ علم داخلے کے لیے آجائے تو استاد اس سے داخلہ فیس یا ایڈوانس فیس لیتے ہوئے یہ بات پہلے بتا دے کہ طالبِ علم اگر بیچ میں مدرسہ چھوڑ کر چلا جائے تو اس کی فیس واپس نہیں کی جائے گی۔

۳۷۔ معلمین قرآن باشرع رہنے کا اہتمام کیا کریں۔

۳۸۔ معلمین قرآن سب طلباء کے ساتھ برابری کا سلوک کریں۔

۳۹۔ جو معلمین قرآن مسجد میں تدریس کر رہے ہوں ان کو چاہیے کہ مسجد میں بالکل چھوٹے اور ناسمجھ بچوں کو داخلہ نہ دیا کریں، کیونکہ مسجد کے ناپاک ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۴۰۔ قاری صاحب طالب علم کے سبق پر روزانہ تاریخ لگایا کریں۔

۴۱۔ معلمین قرآن طلباء کرام سے چھالیہ، جیم، نسوار، پان، گٹکا، سگریٹ، مین پوری، ماوا، بٹی اور رتن وغیرہ نہ منگوایا کریں اور نہ طلباء کے سامنے ان اشیاء کا استعمال کریں، اس سے طلباء پر برا اثر پڑتا ہے۔

۱۷۔ معلمین قرآن گھر میں اپنی بھابھیوں، سالیوں اور دیگر نامحرم عورتوں سے پردے ک
اہتمام کیا کریں۔

۱۸۔ کسی طالبِ علم سے غلطی ہو جائے تو طالبِ علم کو جلدی معاف کر دیا کریں۔

۱۹۔ معلمین کسی کے گھر سے چائے، کھانا یا برف وغیرہ نہ منگوایا کریں، اس سے معلم قرآن کی بے قدری ہوتی ہے۔

۲۰۔ معلم قرآن اسکول پڑھنے والے طلباء کو بروقت چھٹی دیں تاکہ طلباء اسکول جانے میں سستی نہ کریں۔

۲۱۔ معلمین قرآن، قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ نماز، دعائیں، جنازہ، فرائض و واجبات وغیرہ اور دیگر ضروری مسائل بھی یاد کروائیں۔

۲۲۔ معلمین قرآن چھوٹے طلباء (بچوں) کو استطاعت سے زیادہ نہ ماریں۔

۲۳۔ معلمین قرآن وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں۔

۲۴۔ معلمین قرآن کے پاس اگر کوئی طالبِ علم قاعدہ ختم کریں تو اس سے ٹافیاں لانے کا نہ کہے یا کوئی ناظرہ یا حفظِ قرآن ختم کریں تو ان سے جوڑا، مٹھائی یا رقم وغیرہ کا مطالبہ نہ کریں، خود لائے تو قبول کریں۔

۲۵۔ معلمین قرآن چھوٹی عید میں طلباء کرام سے فطرہ اور زکوٰۃ وغیرہ کا مطالبہ نہ کریں اور نہ ہی بڑی عید میں گوشت لانے، چمڑا یا اس کی رقم کا مطالبہ کریں، اس سے اساتذہ کرام کی بے قدری ہوتی ہے۔

۲۶۔ معلمین قرآن دورانِ تعلیم فیس بک کے استعمال یا واٹس ایپ کے غیر ضروری استعمال سے پرہیز کریں۔

۲۷۔ معلمین قرآن نابالغ یا بے ریش طلباء کرام سے سر یا پیر نہ دبوایا کریں، کیونکہ اس میں فتنہ کا خدشہ ہے۔

۲۸۔ معلمین قرآن طلباء کے بال اور ناخن چیک کر لیا کریں، بعض طلباء کے بال غیر شرعی ہوتے ہیں، ان کی اصلاح کر لیا کریں۔

۲۹۔ معلمین قرآن طلباء کو بلاوجہ نہ ماریں، نہ ڈانٹیں۔

پڑھے وہ گناہگار ہے۔ پھر اگر پڑھنے والے سے ایسی غلطی ہوئی کہ ایک حرف سے دوسرا حرف بدل گیا، کوئی حرف گھٹا بڑھا دگیا، حرکات میں غلطی کی، کہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن پڑھا، اس طرح پڑھنے والا گناہگار ہوگا اور اگر ایسی غلطی ہوئی کہ لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے، صرف بعض صفات جو تحسینِ حرف سے تعلق رکھتی ہیں، اور وہ غیر ممیزہ ہیں، اگر یہ ادا نہ ہوں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے۔

پہلی قسم کی غلطی کو لحن جلی کہتے ہیں، اور اس کا حکم یہ ہے کہ لحن جلی سے پڑھنا حرام ہے۔ اور دوسری قسم کی غلطی کو لحن خفی کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ لحن خفی سے پڑھنا مکروہ ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد صورتِ مسئولہ میں جہاں تک مدرسہ کے معیار کی بہتری کی بات ہے، تو مدرسہ کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے جہاں دیگر امور پر توجہ دی جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ انتظامیہ کو اس بات پر بھی خصوصی توجہ دینی چاہیے کہ انتظامیہ جس استاد یا قاری کا تقرّر کر رہی ہے، آیا یہ استاد و قاری کن صفات کے ساتھ متصف ہیں؟ اور کیا نئے بھرتی ہونے والے قرّاء حضرات تجوید سے واقفیت بھی رکھتے ہیں یا نہیں؟

کیوں کہ تجوید کا جاننا ایک عالم و قاری کے لیے اتنا ہی ضروری ہے، جتنا کہ ہر مسلمان کے لیے اس قدر علم سیکھنا فرض ہے کہ وہ حلال اور حرام کے درمیان فرق کر سکے۔

اس لیے شعبۂ حفظ وناظرہ میں پڑھانے والے قرّاء حضرات کے لیے ضروری ہے کہ وہ مجوّد قاری ہوں، اگر مجوّد قاری نہ بھی ہوں تو کم از کم تجوید کے قواعد سے واقفیت ضرور رکھتے ہوں، کیوں کہ مجوّد قاری کی موجودگی میں غیر مجوّد قاری کو رکھنا صحیح نہیں، اور نہ ہی ایسے قاری وحافظ کو رکھنا درست ہے جو حروف میں بالکل بھی فرق نہ کر سکتے ہوں۔

اس طرح اگر نئے بھرتی ہونے والوں میں سے قاری ہونے کے ساتھ ساتھ کوئی عالم بھی ہو تو ایسی صورت میں صرف قاری پر عالم قاری کو ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر کوئی ایسا حافظ

تصدیق شدہ از
مفتی ریاض محمد بلگرامی
رئیس دار الافتاء مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی

حفظ کے لیے معلم مقرر کرنے کا معیار اور شرائط

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

میرا ایک تعلیمی ادارہ ہے جس میں بچوں کو قرآنِ پاک حفظ کرایا جاتا ہے اور اس ادارے میں پڑھانے کے لیے قاری حضرات کی درخواستیں آتی ہیں، اس کے پیشِ نظر اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ہمیں اس ادارے میں کس معیار کا قاری رکھنا چاہیے اور قاری حضرات کے تقرر کے لیے کیا شرائط ہونی چاہئیں؟

اگر کوئی قاری صاحب تلفظ میں صحیح طرح سے فرق نہ کر سکتا ہو مثلاً "ح" کی جگہ "خ" پڑھتا ہو تو ایسے قاری صاحب کا تقرّر کرنا چاہیے یا نہیں؟

اور اس طرح بغیر تجوید کے بچوں کو پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس صورت میں قاری صاحب گناہگار ہوں گے یا نہیں؟ اس قاری صاحب سے پڑھنے والے بچے جو مستقبل میں قرآنِ پاک پڑھیں گے یا پڑھائیں گے تو کیا یہ بچے جو آئندہ کے لیے قاری ہوں گے، اس طرح پڑھنے پڑھوانے کی صورت میں گناہگار ہوں گے؟

جبکہ قاری صاحب نے ان کو اس طرح قرآن پڑھایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ قرآنِ پاک کو قواعدِ تجوید سے پڑھنا نہایت ضروری ہے، جیسا کہ تجوید کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: «والأخذ بالتجويد حتم لازم» یعنی تجوید کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے جو بمعنیٰ واجب ہے، اگر تجوید سے قرآن کریم نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطاوار کہلائے گا، جیسا کہ تجوید کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: «من لم يجوّد القرآن آثم» یعنی جو شخص قرآن کریم کو تجوید سے نہ

(۴) معلم تدریس کی ذمہ داری پوری دیانت داری سے انجام دے گا، مقررہ وقت میں پوری ذمہ داری سے اسباق پڑھائے گا، مدرسہ کے اوقات میں تعلیم و تدریس میں کوئی ٹیوشن یا کوئی تعلیمی سرگرمی اختیار نہیں کرے گا۔

(۵) سالانہ چھٹیوں کے علاوہ چھٹی لینے کی صورت میں ناظم تعلیمات سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے، کسی مجبوری کی بنا پر مستقل ادارہ چھوڑنے کی صورت میں ایک ماہ پہلے اطلاع کرنا ضروری ہو گا۔

(۶) طلباء کو سزا دینے سے اجتناب از حد ضروری ہے، البتہ غیر حاضری یا کسی بھی شکایت کی صورت میں شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے مناسب تادیب کی اجازت ہے[1]، تاکہ بچوں پر معلم کا کسی درجہ میں رعب رہے جو بچوں کے لیے ضروری ہے۔

(۷) انتظامیہ کے علم میں لائے بغیر کسی طالبِ علم کو خارج کرنا، کلاس میں بٹھانا یا ختم قرآن میں بچے کے والدین سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا، چاہے رقم کی صورت میں ہو، کپڑے، مٹھائی وغیرہ کی صورت میں ہو، یا کسی بھی انداز سے ہو، ادارے میں جرم تصور ہو گا۔ البتہ بچے کے والدین از خود بغیر کسی مطالبے اور مجبوری کے، اپنے دل کی خوشی سے دستور اور عُرف کے مطابق کوئی ہدیہ دیں تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے انتظامیہ سے اس کی باقاعدہ اجازت ضروری نہیں، البتہ انتظامیہ کو بعد میں صرف اطلاع کر دینا بہتر ہو گا۔

مصدقہ از
حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مفتی جامعہ دار العلوم کراچی

(۸) ان تمام امور کا عہد کرنے کے بعد معلم کو ادارے میں تدریس / ملازمت کا موقع فراہم کیا جائے گا۔

(۹) مکتب کی انتظامیہ کو قاری صاحب کی بغیر (پیشگی) اطلاع کے چھٹی کرنے پر تنخواہ کی کٹوتی کا مکمل اختیار ہو گا، اور چھٹی کرنے کے بعد چھٹی کی معتبر وجہ بیان کرنے کی صورت میں تنخواہ نہ کاٹی جائے گی۔

(۱۰) مکتب کی انتظامیہ کی طرف سے ہر قاری صاحب کے لیے سال میں کسی عذرِ

(۱) طالبِ علم کو سزا دینے کی تفصیل اور اس کی حد کے متعلق "جامعۃ الرشید" کا فتویٰ "طلبہ کو سزا دینے کی شرعی حدود" (ص ۲۸۸) ملاحظہ فرمائیں۔

درخواست دے جو تجوید بالکل ہی نہ جانتا ہو تو ایسے حافظ کا تقرّر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ خود اس حافظ پر تجوید سیکھنا لازم ہے، پھر اگر یہ حافظ تجوید سیکھنے پر قادر ہے مگر غفلت کی وجہ سے نہیں سیکھتا تو ایسا حافظ غفلت کی وجہ سے نہ سیکھ کر پڑھانے کی صورت میں گناہگار ہوگا۔

نیز بچوں کو پڑھانا ہی ایسے قاری سے چاہیے جو الفاظ کی درستگی پر قدرت رکھتا ہو تاکہ پڑھنے والے بچوں کا بھی فائدہ ہو اور اگر آئندہ کے لیے ان کو پڑھانے کا موقع ملے تو اچھے انداز سے تجوید کے ساتھ پڑھا سکیں اور صحیح معنی میں قرآن پاک کی خدمت کر سکیں[1]۔

فقط واللہ اعلم

کتبہ: شبیر احمد بالاکوٹی
متخصص فی الفقہ الاسلامی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی
۷/۵/۱۴۳۹ھ=۲۵/۱/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر ۲۳۶۵)

الجواب صحیح
محمد عبدالقادر
۷/۵/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح
ابو بکر سعید الرحمٰن

معلم کی تقرری کے لیے شرائط

(۱) معلم جب تک مکتب/مدرسہ میں پڑھاتا رہے گا، اسے اخلاص کے ساتھ خدمت انجام دینا ہوگا۔ معلم ادارے کا وفادار رہے گا، قولاً یا فعلاً کسی ایسی حرکت کا ارتکاب نہیں کرے گا جس سے مدرسہ کا وقار مجروح ہو اور اس کے لئے باعثِ نقصان ہو۔

(۲) معلم انتظامی امور میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گا، چاہے وہ طلباء کے داخلے اور اخراج سے متعلق ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور کام ہو۔

(۳) منتظمہ کمیٹی وقتاً فوقتاً مدرسہ کے مفاد میں جو بھی فیصلے کرے گی سب کے لیے وہ فیصلے قابلِ قبول ہوں گے۔

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (۱/ ۵۸۲، ط: سعيد): وكذا من لا يقدر على التلفظ بحرف من الحروف... وذلك كالرهمن الرهيم والشيتان الرجيم والآلمين وإياك نأبد وإياك نستين السرات أنامت، فكل ذلك حكمه ما مر من بذل الجهد دائما وإلا فلا تصح الصلاة به إلخ. وفي «صحيح مسلم» (۱/ ۴۶۵): عن إسماعيل بن رجاء، قال: سمعت أوس بن ضمعج، يقول: سمعت أبا مسعود، يقول: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله، وأقدمهم قراءة...».

جائے گی۔

(۲۰) مکتب کے قاری صاحب کے اہلِ خانہ یا خاندان میں سے خدانخواستہ کوئی انتقال کر جائے تو قریب ترین رشتہ دار کے انتقال پر تین دن اور قریبی رشتہ دار کے انتقال پر ایک دن کی رخصت مکتب انتظامیہ کی طرف سے ہوگی۔

(قریب ترین رشتہ دار: والدین، اولاد، بہن بھائی، دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ)

(قریبی رشتہ دار: چچازاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، بھتیجا، بھانجا وغیرہ)

(۲۱) مکتب کے قاری صاحب کو استاد، قریبی دوست، شاگرد، شاگرد کے اہل خانہ اور شاگرد کے قریبی رشتہ دار کے انتقال پر صرف جنازے میں جانے کی اجازت ہوگی۔

(۲۲) مکتب کے ہر قاری صاحب کو آمد و رفت کے اوقات بذات خود حاضری رجسٹر میں درج کرنے ہوں گے، جس وقت پر قاری صاحب آئے اسی وقت کا اندراج کرے، ایسا نہ کرنا خیانت اور جرم تصور ہوگا۔

(۲۳) قاری صاحب کو کلاس میں سبق کے علاوہ طلباء کے ساتھ خارجی گفتگو کرنا ممنوع ہے۔

(۲۴) قاری صاحب کا کبھی کبھار کسی مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے کلاس کے وقت سے ۱۰ منٹ کے بعد آنے کی صورت میں، دیر سے آنا شمار نہ ہوگا، البتہ اگر کسی مجبوری کے بغیر اور تاخیر سے آنے کی عادت بنا لینے کو دس (۱۰) منٹ کے بعد تاخیر سے آنے والا شمار کیا جائے گا اور دس منٹ کے حساب سے تنخواہ سے کٹوتی کی جائے گی۔

مصدقہ از

دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

(۲۵) قاری صاحب کا ختم القرآن کے موقع پر طالبِ علم کے والدین سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا، چاہے رقم، کپڑے، یا مٹھائی وغیرہ کی صورت میں ہو، ایسا کرنا ادارے میں جرم تصور ہوگا۔

(۲۶) معلم صاحب وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں، کلاس پڑھانے کے لیے اپنے وقت

شرعی[1] / ایمر جنسی کی صورت میں پندرہ (۱۵) دن کی رخصت کی اجازت ہوگی، ان ایام کے علاوہ رخصت پر کٹوتی ہوگی۔ (حج وعمرہ اس سے مستثنیٰ ہیں)

(۱۱) مکتب کے کسی بھی قاری صاحب کا کسی بھی کالعدم تنظیم سے تعلق ہونے کی صورت میں اخراج کر دیا جائے گا۔

مصدقہ از
حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
دارالافتاء، جامعہ دارالعلوم کراچی

(۱۲) قاری صاحب دورانِ تعلیم مہمان کو پانچ (۵) تا سات (۷) منٹ دے سکتا ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۱۳) قاری صاحب طلباء سے نسوار، چھالیہ، پان جیم، سٹی، ماوا، مین پوری، گٹکا، رجنی اور رتن نہ منگوائے، اور نہ ہی طلباء کرام کے سامنے کھانے کی اجازت ہے۔

(۱۴) قاری صاحب طلباء کرام سے جسمانی خدمت لینے سے اجتناب کرے، جیسے سر یا پاؤں دبانا وغیرہ۔

(۱۵) قاری صاحب دورانِ تعلیم تعویذ، دم درود، قرآن کی تلاوت، نفلی عبادت اور غیر ضروری میسج نہ کرے، بلکہ اس کی جگہ کمزور طالبِ علم کے ساتھ محنت کرے۔

(۱۶) طلباء کرام سے "آپ" کہہ کر گفتگو کرے، نیز فحش کلامی سے مکمل پرہیز کرے۔

(۱۷) کلاس کے اوقات میں موسم کے مطابق ردوبدل ہوتا رہے گا[2]۔

(۱۸) مکتب کے مشاورتی اجلاس میں طے پانے والے معاملات کو افشاء کرنے سے مکمل اجتناب کرنا ضروری ہے۔

(۱۹) جو قاری صاحب (خواہ کل وقتی ہوں یا جزوقتی) جتنے وقت کی رخصت لے گا، صرف اتنے وقت کی رخصت سمجھی جائے گی، اس سے زیادہ وقت چھٹی کرنے پر تنخواہ کاٹی

(۱) عذرِ شرعی: جیسے خود، یا اہل عیال میں سے کسی کو کوئی بیماری یا عذر لاحق ہو جائے اور ان کی خبر گیری کی وجہ سے درس گاہ میں حاضری ممکن نہ ہو وغیرہ۔ (از مرتب)

(۲) تاہم موسم کے مطابق کلاس میں ردّوبدل سے متعلق فریقین کو علم ہونا بہتر ہے کہ زیادہ سے زیادہ اوقات میں کتنی تبدیلی ہوگی، نیز بہتر ہے کہ سردی گرمی کے اوقات سال بھر کے نیے پہلے سے متعین کر دیے جائیں۔ (دار الافتاء، جامعہ دار العلوم کراچی، فتویٰ نمبر: ۳۶/۲۰۵۶)۔

(۵) معلم قرآن کا شریعت کے مطابق وضع قطع کا ہونا۔
کیا معلم قرآن کی تقرّری کے لیے یہ شرائط خلاف شریعت تو نہیں؟
براہِ کرم اس کے علاوہ اور ضروری شرائط بھی ذکر فرمائیں۔

مکتب میں ناظرہ کے استاد کی تقرّری کے لیے شرائط

۲) کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان شرائط کے بارے میں کہ:
کیا مکتب میں ناظرہ کے استاد کی تقرّری کے لیے یہ شرائط درست ہیں:
(۱) معلم، قرآنِ پاک کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہو۔
(۲) تجوید کے اصول و ضوابط یا کم از کم تجوید کی بنیادی باتوں سے واقف ہو۔
(۳) معلم، قرآنِ پاک کو روانی کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہو۔
(۴) معلم قرآن کا صحیح العقیدہ ہونا۔
(۵) معلم قرآن کا شریعت کے مطابق وضع قطع کا ہونا۔
کیا معلم قرآن کی تقرّری کے لیے یہ شرائط خلاف شریعت تو نہیں؟
براہ کرم اس کے علاوہ اور ضروری شرائط بھی ذکر فرمائیں۔

مکتب میں حفظ کے استاد کی تقرّری کے لیے شرائط

۳) کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان شرائط کے بارے میں:
کیا مکتب میں حفظ کے استاد کی تقرّری کے لیے یہ شرائط درست ہیں:
(۱) معلم کا حافظِ قرآن ہونا۔ (۲) معلم کو قرآن پاک پختہ یاد ہونا۔
(۳) معلم، قرآنِ پاک کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہو۔
(۴) تجوید کے اصول و ضوابط یا کم از کم تجوید کی بنیادی باتوں سے واقف ہو۔
(۵) معلم، قرآن مجید روانی کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہو۔
(۶) معلم قرآن کا عقیدہ صحیح ہونا۔
(۷) معلم قرآن کا شریعت کے مطابق وضع قطع کا ہونا۔
کیا حفظ کے استاد کی تقرّری کے لیے یہ شرائط خلاف شریعت تو نہیں؟

پر تشریف لایا کریں۔

(۲۷) معلم صاحب بلاوجہ ناغہ نہ کریں، بحالتِ مجبوری ناغہ کی ضرورت ہو تو مکتب انتظامیہ کو کلاس کے وقت سے پہلے اطلاع دینا ضروری ہو گا۔

(۲۸) معلم صاحب دورانِ تعلیم، اخبار، دینی رسائل اور کسی بھی قسم کی غیر ضروری کتاب پڑھنے سے پرہیز کرتے ہوئے اپنی تمام تر توجہ کلاس پر مرکوز رکھیں۔

(۲۹) معلم صاحب دورانِ تعلیم کلاس کے وقت سادہ موبائل پر لمبی باتیں کرنا اور گیم کھیلنا، اسی طرح کیمرے والے موبائل پر نیٹ یعنی واٹس ایپ فیس بک اور یوٹیوب وغیرہ کا استعمال بالکل نہ کریں۔

(۳۰) معلم صاحب کا مکتب کی کلاس چھوڑنے کی صورت میں ایک ماہ قبل اطلاع دینا ضروری ہو گا۔

(۳۱) معلم صاحب کا مذکورہ بالا معاہدہ مکتب انتظامیہ اور معلم صاحب کے درمیان ایک سال کا ہو گا، ہر سال معاہدہ کی تجدید ہو گی[1]۔

مصدقہ از
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی

مکتب میں قاعدہ کے استاد کی تقرّری کے لیے شرائط

۱) کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان شرائط کے بارے میں:
کیا مکتب میں قاعدہ کے استاد کے لیے یہ شرائط درست ہیں:
(۱) معلم قرآن کا قاعدہ پڑھانے میں ماہر ہونا۔
(۲) معلم قرآن، قرآنِ پاک کو روانی اور صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہو۔
(۳) تجوید کے اصول وضوابط یا کم از کم تجوید کی بنیادی باتوں سے واقف ہو۔
(۴) معلم قرآن کا عقیدہ صحیح ہونا۔

(۱) لما في «المبسوط» للسرخسي (۱۶/ ۱۱): «لأن الأجير له أجير خاص، فلا يضمن إلا بالخلاف ولم ـ ثم عمله كعمل الأستاذ.

چوتھا باب: متعلم (طالبِ علم) سے متعلقہ مسائل

مدرسہ میں طلبہ کے داخلے کے لیے شرائط وضوابط

۱۔ ہر طالبِ علم کے لیے پانچ وقت نماز کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

۲۔ مکتب میں لانے اور لے جانے کا انتظام والدیا سرپرست کی ذمہ داری ہے۔

۳۔ طالبِ علم کا امتحان میں غیر حاضر ہونے کی صورت میں نام خارج کر دیا جائے گا۔

۴۔ مکتب کی چھٹی کے بعد مکتب کے حدود کے باہر انتظامیہ کسی معاملے یا حادثے کی ذمہ دار نہیں۔

۵۔ اگر کسی طالبِ علم کو کسی ساتھی سے کوئی شکایت پیدا ہو جائے تو معاملہ خود نمٹانے کی بجائے مکتب انتظامیہ یا استاد کے سامنے پیش کرے۔

۶۔ مکتب میں بیانات اور خدمت کے اعتبار سے جو اجتماعی ترتیب ہو گی اس میں ہر طالبِ علم کی شرکت لازمی ہے۔

۷۔ کلاس کے دوران طلباء کرام میں سے کسی کے لیے چھالیہ، گٹکا، سٹی، جیم، ماوا، مین پوزی، پان اور نسوار وغیرہ کھانے کی اجازت نہیں ہو گی۔

۸۔ مکتب کے انتظامیہ اور اساتذہ کرام کا احترام ہر طالبِ علم پر لازم اور ضروری ہے۔

۹۔ مکتب کی تمام ہدایات جو وقتاً فوقتاً طلباء کرام کو دی جاتی ہیں، ان پر ہر طالبِ علم کا عمل کرنا ضروری ہے۔

تصدیق شدہ از
مفتی ریاض محمد بلگرامی
رئیس دار الافتاء مدرسہ تعلیم القرآن
راجہ بازار، راولپنڈی

داخلہ کے وقت طالبِ علم کی عمر کم از کم پانچ (۵) سال ہونا لازمی ہے۔ عمر کی تصدیق کے لیے برتھ سرٹیفکیٹ داخلہ فارم کے ساتھ منسلک کرنا لازمی ہے۔

۱۰۔ سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ امتحان کے بعد دو دن کی چھٹی دی جائے گی۔

۱۱۔ سال میں طلباء کرام کو یوم کشمیر، یکم مئی (مزدور ڈے)، ۲۵ دسمبر (یوم ولادتِ قائد

براہِ کرم اس کے علاوہ اور ضروری شرائط بھی ذکر فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

تینوں سوالوں میں ذکر کردہ شرائط درست ہیں، مزید برآں معلم کا وقت کا پابند ہونا، پڑھائی میں دلچسپی لینا وغیرہ اور اس جیسی دیگر شرائط جو مدرسہ کی انتظامیہ مناسب سمجھے اور شرعی حدود کے اندر رہوں تو لگائی جاسکتی ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: السید منظور احمد الدیروی
المتخصص فی الفقہ الاسلامی، بالجامعۃ الفاروقیۃ
۱۴۳۹/۱۱/۱۷ھ = ۲۰۱۸/۷/۳۱ء
(فتویٰ نمبر ۱۵۰/۲۹۸)

الجواب صحیح
عبدالباری غفرلہ
۱۴۳۹/۱۱/۱۸ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۴۳۹/۱۱/۱۸ھ

(۱) لما في «روح المعاني» ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾...فالخطاب يعم كل أحد كما أن الأمانات...تعم الحقوق المتعلقة بذممهم من حقوق الله تعالى وحقوق العباد سواء كانت فعلية أو قولية أو اعتقادية» (سورة النساء: ۵۸، ٦/ ۱۰۱، ۹۹، مؤسسة الرسالة، بيروت). «صحيح البخاري» (۹/ ٦۳): عن عبد الله ﷺ، عن النبي ﷺ، قال: «السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره، ما لم يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة» (كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة، ۱۲۹۳، دار السلام، رياض).

مصدقہ از
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۴۔ تمام طلباء وقت کی پابندی کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔

۲۵۔ طالبِ علم کا چھٹی لینے کے لیے خود / سرپرست / والدین کا آنا ضروری ہو گا، البتہ درخواست لکھ کر خود یا کسی طالبِ علم کے ذریعے بھیج سکتا ہے۔

۲۶۔ مکتب کے تمام طلباء کا بغیر اطلاع کے تین (۳) یوم لگاتار چھٹی کرنے پر اخراج ہو گا۔

۲۷۔ تمام طلباء کرام کا مکتب میں صاف ستھرا ہو کر مکتب میں پڑھنے کے لیے آنا ہو گا۔

۲۸۔ تمام طلباء کرام کا بالوں کو سنت کے مطابق رکھنا ضروری ہو گا۔

۲۹۔ ہر طالبِ علم کو مکتب میں داخلہ لیتے وقت داخلہ فیس اور ماہانہ فیس ایڈوانس میں ایک ساتھ دینا لازمی ہو گا۔

۳۰۔ تمام طلباء کرام میں سے کوئی بھی طالبِ علم داخلہ لینے کے چند دن بعد مکتب چھوڑ دے تو اس طالبِ علم کو مہینے کی بقیہ فیس واپس نہیں دی جائے گی۔

۳۱۔ مکتب کے تمام طلباء کرام کے فیس میں ہر سال جنوری میں مناسب اضافہ کیا جائے گا۔

۳۲۔ مکتب کے طلبہ کرام میں سے کوئی طالبِ علم اگر رخصت لے کر گاؤں چلا جائے تو جتنے مہینے طالبِ علم گاؤں میں ہو گا ان تمام مہینوں کی فیس مکتب میں ادا کرنی ہو گی۔

۳۳۔ قاعدہ اور ناظرہ کا طالبِ علم ایک وقت (صبح یا شام) پڑھنے کی صورت میں ایک وقت کی فیس اور دو وقت (صبح اور شام) پڑھنے کی صورت میں دو وقت کی فیس دینے کا باقاعدہ پابند ہو گا۔

۳۴۔ جو طالبِ علم (قاعدہ یا ناظرہ پڑھنے والا) اسکول کی جون جولائی کی چھٹیوں میں مکتب میں پڑھنے کے لیے دو وقت آئے گا، اس طالبِ علم کو دو وقت کی فیس دینا لازمی ہے۔

۳۵۔ جو طالبِ علم داخلہ فیس اور ماہانہ فیس ادا کر کے مکتب چھوڑ دے، اس طالبِ علم کو

اعظم)، ۲۳ مارچ، ۱۴ ۱۲۔ اگست (یوم آزادی)، الیکشن کے دن میں، ۱۰ محرم، ۱۲ ربیع الاول، شب قدر اور شب براءت وغیرہ کو عام تعطیل ہو گی۔

۱۳۔ کسی بھی طالبِ علم کو کلاس کے دوران یا کلاس کے علاوہ موبائل رکھنے کی اجازت نہیں ہو گی، اگر کسی نے ۱۴۔ دورانِ کلاس یا کلاس کے علاوہ موبائل رکھا تو داخلہ بھی منسوخ ہو سکتا ہے۔

۱۵۔ ہر وہ طالبِ علم جس کی تکمیل ناظرہ یا حفظ ہو جائے تو اسے فوری سند جاری کر دی جائے گی۔

۱۶۔ مکتب کی انتظامیہ کو کسی بھی طالبِ علم کو، کسی بھی کلاس میں بٹھانے کا مکمل اختیار ہو گا۔ سرپرست / والد کو مداخلت کی اجازت نہیں ہو گی۔

۱۷۔ مکتب کی جانب سے جاری کی گئی سند کی رقم (۵۰۰ روپے) وصول کی جائے گی۔

۱۸۔ تکمیلِ حفظ و ناظرہ میں مکتب کی انتظامیہ ایک پروگرام کا انعقاد کرتی ہے، جس میں طلبۂ کرام اگر بخوشی تعاون کرنا چاہے تو کر سکتے ہیں۔

۱۹۔ موسم کے مطابق اوقات میں ردوبدل ہوتا رہے گا۔

۲۰۔ ٹیوشن والے طلباء کرام کو مکتب کی انتظامیہ کی طرف سے چھٹی جلدی لینے کی اجازت نہیں ہو گی، ورنہ اخراج کر دیا جائے گا۔

۲۱۔ ہر وہ طالبِ علم جس کا مکتب سے اخراج ہو جائے تو اسے دوبارہ داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

۲۲۔ حفظ کی کلاس میں طلباء کرام کو داخلہ کل وقتی دیا جائے گا، جزوقتی داخلہ حفظ کے طلباء کرام کو نہیں دیا جائے گا۔

۲۳۔ مکتب کے طلباء کو ہفتہ واری چھٹی سے پہلے والے دن صبح و شام کے دونوں اوقات میں، چھٹی کے مقررہ وقت سے تیس منٹ پہلے چھٹی دی جائے گی۔

استاد کی غیبت یا تضحیک کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔ایک قاری صاحب زندہ ہو یا فوت ہو جائے ،طلبۂ کرام اس کے پیٹھ پیچھے باتیں کریں،یعنی غیبت کریں۔

۲۔ایک قاری صاحب زندہ ہو یا فوت ہو جائے،طلبۂ کرام قاری صاحب کی عادتوں کا مذاق اڑائیں اور طلبۂ کرام آپس میں استاد کا مذاق اڑائے،اس کا کفارہ کیا ہو گا؟چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ۔دونوں صورتوں کی مکمل وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔غیبت تو کسی بھی مسلمان کی جائز نہیں خواہ زندہ ہو یا مردہ ہو،اور مرحوم استاد کی غیبت کا گناہ تو اور بھی بہت زیادہ قباحت میں بڑھ کر ہے،بلکہ یہ علمی خدمت سے محرومی کا ذریعہ ہے۔

۲۔غیبت خواہ زندہ کی ہو یا کسی فوت شدہ کی،دونوں صورتوں میں گناہ کبیرہ ہے،اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اگر وہ زندہ ہے لیکن اس تک غیبت کی خبر نہیں پہنچی تو محض توبہ واستغفار ہی کافی ہے اور اگر اس تک اس کی خبر پہنچ جائے تو توبہ و استغفار کے ساتھ ساتھ اس سے معاف بھی کروائے،اور اگر غیبت کسی فوت شدہ کی ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ توبہ و استغفار کے علاوہ اس شخص کے لیے کثرت سے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کا معمول بنالے[1]۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	ثواب الدین
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	دارالافتاء جامعۃ الرشید
۹/۸/۳۹ھ	۹/۸/۳۹ھ	۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۱۸۸/۵۷)

(۱)لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٦/ ٤١٠): (قوله: وإذا لم تبلغه إلخ) .... قال بعض العلماء: إذا تاب المغتاب قبل وصولها تنفعه توبته بلا استحلال من صاحبه، فإن بلغت إليه بعد توبته قيل: لا تبطل توبته، بل يغفر الله تعالى لهما جميعا للأول بالتوبة، وللثاني لما لحقه من المشقة، وقيل: بل توبته معلقة، فإن مات الثاني قبل بلوغها إليه فتوبته صحيحة، وإن بلغته فلا، بل لا بد من الاستحلال والاستغفار... قال الإمام الغزالي وغيره وقال أيضا: فإن غاب أو مات فقد فات أمره، ولا يدرك إلا بكثرة الحسنات لتؤخذ عوضا في القيامة... إلخ.

دوبارہ آنے کی صورت میں نئے سرے سے داخلہ کاروائی کرنی ہوگی۔

۶۳۔ مکتب کے طلباء کے سال میں تین امتحان (سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ) ہوں گے، جس میں ہر طالبِ علم امتحانی فیس جمع کرنے کا پابند ہوگا۔

۷۳۔ ماہِ رمضان میں چونکہ ہر آدمی کی طرح مکتب کے اساتذۂ کرام کے اخراجات بھی بڑھ جاتے ہیں، اس لیے رمضان شریف میں طالبِ علم کی فیس بھی دُگنی (ڈبل) جمع کرانا ہوگی۔ (داخلہ کے وقت طلبہ کے سرپرست حضرات کو اس شق کے متعلق مطلع کیا جائے اور ان کی رضامندی سے یہ شرط لگائی جائے۔)

۸۳۔ ہر طالبِ علم اس بات کا پابند ہوگا کہ وہ دس (۱۰) تاریخ سے پہلے فیس جمع کروادیں، ورنہ داخلہ منسوخ کیا جاسکتا ہے۔

مصدقہ از
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی

شاگردوں کا خبر گیری کی غرض سے مرحوم معلم کی اہلیہ سے فون پر رابطہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جو فوت ہو جائے، ان کی اہلیہ (بیوی) سے قاری صاحب کے شاگردوں کا موبائل پر رابطہ کرنا، یا کوئی خاص پیغام وصول کرنا، پہنچانا یا قاری صاحب کے انتقال کے بعد استانی اور بچوں کی خبر گیری کرنا، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

تفصیل سے وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

استاد کی اہلیہ کے کسی محرم کے ذریعہ رابطہ کیا جائے یا کسی خاتون یا سمجھدار بچے کے ذریعہ رابطہ کیا جائے، فون پر صرف مجبوری اور ایمرجنسی کی صورت ہی میں بات کی جائے، عام حالات کا یہ حکم نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

ثواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید
۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر ۵۷/ ۶۳۲۰۴)

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۳۹/۸/۹ھ

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۸/۹ھ

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر رشتہ داروں میں کوئی مستحق دیندار نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں صدقۂ فطر کا اپنا استاد زیادہ حق دار ہے، اور مستحق نہ ہونے کی صورت میں صدقۃ الفطر دینا جائز نہیں، دے دیا تو ادا نہ ہوگا، دوبارہ مستحق کو دینا لازم ہوگا۔ عید یا کسی بھی خوشی کے موقع پر اپنے استاد کو شریک کرنا احترام اور عزت افزائی ہونے کے باعث ایک سعادت کی بات اور ایک درجہ ادب بھی ہے، لیکن یہ کوئی واجبی حق نہیں، لہٰذا دعوت نہ کرنے سے کوئی بے ادبی لازم نہیں آئے گی۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۳۹/۱۱/۲۵ھ	۳۹/۱۱/۲۵ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید
		۲۵ ذیقعد ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۸۰۴/۵۷)

طلبہ کا، استاد کی منگوائی ہوئی چیز کے پیسے نہ لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کے قاری صاحب کسی بالغ طالبِ علم سے کہے کہ میرے لیے قلم یا دودھ یا رجسٹر وغیرہ بازار سے لے آئے۔ قاری صاحب شاگرد کو رقم دیتا ہے مگر وہ نہیں لیتا، قاری صاحب کے اصرار کے باوجود وہ رقم نہیں لیتا۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ کی رو سے اگر کوئی اپنی خوشی اور رضامندی سے کوئی چیز دے تو اس کے لینے میں کوئی قباحت نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر طالبِ علم عاقل، بالغ ہو اور مذکورہ چیزیں خوشی سے لاکر قاری صاحب کو دے اور اس کا جذبہ اپنے استاد کی خدمت کرنے کا ہو، اس کو اپنی سعادت سمجھتا ہو تو قاری صاحب کو ان چیزوں کے لینے میں کوئی حرج نہیں، تاہم اگر اس طرح کرنے سے اثرات اچھے مرتب نہ ہوتے ہوں، یا مدرسہ کے ضابطے کے خلاف ہو، یا قاری صاحب کے دل میں لالچ اور اشراف پیدا ہو، تو پھر ان مذکورہ چیزوں کے لینے سے احتراز کرنا چاہیے[1]۔

---

(۱) لما في «سنن النسائي» (۵/ ۱۰۰، رقم الحديث: ۲۶۰۱): «.....فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا حكيم إن هذا المال خضرة حلوة، فمن أخذه بِطيب نفس، بورِك له فيه، ومن أخذه

(حاشیہ جاری ہے۔۔۔)

استاد کی ایصالِ ثواب کی وصیت پر طلبہ کا عمل نہ کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
ایک قاری صاحب طلبۂ کرام کو وصیت کرے کہ میرے فوت ہونے کے بعد مجھے ایصالِ ثواب بخشنے کے لیے سورۂ اخلاص، سورۂ یٰس اور قرآنِ پاک پڑھا کریں۔ اگر طلبۂ کرام غلطی سے یا قصداً وہ وصیت یاد ہو یا یاد نہ ہو، ایصالِ ثواب نہ کریں تو کیا طلبۂ کرام وصیت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسی وصیت کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں، البتہ اگر طالبِ علم نے وعدہ کیا تھا تو اب عمل نہ کرنے کی صورت میں وعدہ خلافی کا گناہ ہوگا، اور اگر وعدہ نہ کیا تھا یا ساتھ ہی متصلاً ان شاء اللہ کہا تھا تو ایسی صورت میں ایصالِ ثواب نہ کرنے سے گناہ اگرچہ نہ ہوگا، لیکن بلاوجہ یاد ہونے کے باوجود ایصالِ ثواب نہ کرنا محرومی اور حق تلفی کی بات ہے، جو بے برکتی کا باعث ہے[1]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	ثواب الدین
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	دارالافتاء جامعۃ الرشید
۳۹/۸/۹ھ	۳۹/۸/۹ھ	۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر ۵۷/۶۳۱۹۹)

عید کے موقع پر استاد کی دعوت کرنا یا اُسے صدقۃ الفطر دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
کیا یہ بات حقوق الاستاد میں شامل ہے کہ ایک شاگرد اپنے استاد (قاری) صاحب کو عید الفطر کے موقع پر فطرہ کی رقم دے اور عید الفطر یا کسی بھی خاص یا عام موقع پر گھر میں تیار کی ہوئی کھانے کی کوئی چیز اپنے استاد کو پیش کرے؟
نوٹ: اگر استاد مستحق ہو تو فطرہ کی رقم ایسے استاد کو دینا استاد کے حقوق میں شمار ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٦/ ٥٧): ولذا قال في «الولوالجية» ما نصه: «ولو زار قبر صديق، أو قريب له وقرأ عنده شيئا من القرآن: فهو حسن، أما الوصية بذلك: فلا معنى لها.

ایک قاری صاحب جن کی فوتگی کے بعد ان کے شاگرد استاد کے لئے رقم جمع کرتے ہیں، جس کے لئے ایک شاگرد کو مقرر کیا ہے جو یہ رقم استاد کے گھر پہنچاتے ہیں، اگر وہ شاگرد یہ رقم لے جانے کے لئے کریم گاڑی، اوبر گاڑی، رکشہ یا عام سواری (بس) استعمال کرے اس کا کرایہ اسی رقم سے ادا کرنا کیسا ہے؟ یا کرایہ مقرر کیا ہوا شاگرد خود اپنی طرف سے ادا کرے گا؟ مکمل وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اگر شاگرد جائز طریقے سے خوش دلی کے ساتھ رقم جمع کرکے استاد مرحوم کے گھر پہنچاتے ہوں اور راستے کا کرایہ انہی رقم سے ادا کرتے ہوں تو یہ اس وقت جائز ہے جب سب معطین کی طرف سے اجازت ہو، ورنہ جو شاگرد یہ رقم لے کر جاتا ہے اس کے ذمہ کرایہ خود لازم ہے، اس رقم سے نکالنا جائز نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد سلمان عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

کتبہ: امیر حمزہ
المتخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی، کراتشی
۸/۶/۱۴۳۹ھ = ۲۵/۲/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۰۸۴)

طالبِ علم کا استاد سے ناراضگی قائم کرکے ترکِ تعلق کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں بالغ طالبِ علم کے غلطی کرنے پر استاد بالغ طالبِ علم سے ناراض ہو جائے، طالبِ علم غلطی کرنے کے بعد استاد سے معافی نہ مانگے اور آپس میں ترکِ تعلق رکھے تو شرعاً اس کا کیا

(۱) لما في «رد المحتار مع الدر المختار» (٦/ ٢٠٠، ط: سعيد): لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. وفي «الفتاوى الهندية» (كتاب الوكالة بالهبة: ٣/ ٥٥١): ولو وهب رجلان لرجل عبدا أو دارا ثم وكلا رجلا بالدفع إليه فهو جائز. وفي «رد المحتار مع الدر المختار» (كتاب الهبة: ٥/ ٦٩٧): (وهب اثنان دارا لواحد: صح) لعدم الشيوع المراد بها مما يقسم.

الجواب صحیح
نجم الرحمٰن
۲۰۱۸/۱۱/۵ء

کتبہ: شاہ زمان
متخصص فی الفقہ
جامعہ عثمانیہ، پشاور
(فتویٰ نمبر: ۳۲۸/۳۲۸/۲۹۷/۲۳۷۷)

طلبہ کا قاری صاحب کی امانت (رقم) بغیر اجازت استعمال کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب کلاس میں کسی بالغ طالبِ علم کے پاس نقد رقم رکھوائے، اور وہ قاری صاحب کی اجازت کے بغیر اس رقم میں تصرف کرکے استعمال کریں، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

واضح رہے کہ شریعتِ مطہرہ کی رو سے جس شخص کے پاس امانت رکھی جائے اس پر لازم ہے کہ امانت کی حفاظت کرے گا، امانت میں تصرف کرنے اور استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر قاری صاحب نے بالغ طالبِ علم کے پاس نقد رقم امانت رکھوائی ہو، تو طالبِ علم امین ہے، لہٰذا اس کے لیے امانت کی رقم استعمال کرنا جائز نہیں، اگر خیانت کرکے استعمال کرے تو اس پر ضمان ہوگا اور ایک مرتبہ خیانت کرنے کے بعد اگر اس نے اتنی رقم اپنی طرف سے امانت کے بدلے رکھ دی، اور وہ اس کی تعدی کے بغیر ضائع ہوگئی تب بھی اس پر ضمان لازم ہوگا[1]۔

الجواب صحیح
نجم الرحمٰن
۲۰۱۸/۱۰/۱۱ء

الجواب صحیح
غلام الرحمٰن
۱۴۴۰/۲/۳ھ

کتبہ: زبیر احمد
متخصص فی الفقہ الاسلامی
جامعہ عثمانیہ، پشاور
(فتویٰ نمبر: ۳۲۸/۳۲۸/۲۹۷/۲۳۳۳)

قاری صاحب کی فوتگی کے بعد ان کے اہلِ خانہ کے اخراجات اٹھانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(بقیہ حاشیہ)
بإشراف نفس، لم يبارك له فيه، وكان كالذي يأكل، ولا يشبع، واليد العليا، خير من اليد السفلى».

(۱) لما في «شرح المجلة» ص ۴۳۶: إذا هلكت الوديعة أو نقصت قيمتها بتعدي المستودع أو بتقصيره لزمه الضمان مثلاً: إذا أنفق المستودع نقود الوديعة في أمور نفسه أو استهلكها ضمنها، وفي هذه الصورة إذا أنفق النقود التي هي أمانة عنده على الوجه المذكور ثم وضع بدلها في الكيس المعدلها فهلك أو ضاع بدون تعد ولا تقصير منه كان ضامنا.

فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

طالبِ علم کے لیے اساتذہ کی خدمت بہت بڑی سعادت واعزاز ہے۔اساتذۂ کرام کی خدمت علم میں برکت کا باعث ہے۔اساتذہ کی خدمت اخلاقاً واجب ہے۔لیکن اس کے لیے کچھ شرائط ہیں:

۱) جائز اور مباح خدمت ہو۔

۲) کسی تہمت یا ہتک عزت کا باعث نہ ہو۔

۳) تعلیم میں زیادہ نقصان کا باعث نہ ہو۔

۴) طالبِ علم کے برداشت سے باہر نہ ہو۔

۵) اگر طالبِ علم نابالغ ہو تو والدین یا سرپرست کی طرف سے ممانعت یا ناگواری نہ ہو۔

علامہ عینی رحمہ اللہ اپنی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفيه: أن خدمة الإمام والعالم واجبة على المسلمين، وأن ذلك شرف لمن خدمهم لما يرجى من بركة ذلك.

حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ حاشیہ **"فیض الباری"**(۳/ ۴۰۸) میں لکھتے ہیں:

إذا سعى في ازدياد راحة الأقرباء، جوزي بازدياد عمره، فلخدمتهم تأثير في بركة عمره. كما أن لخدمة الاستاد تأثيرًا في زيادة العلم، وذلك مشهور في العرف أن خدمة الاستاد توجب البركة في العلم. وفي ذلك حكاية في "كتاب العالم والمتعلم" وهي: أن شمس الأئمة الحلواني مرض مرة، فجاء تلامذته يعودونه غير رجل منهم، فلمَا جاء سأله عن سبب تأخيره. فقال له: إن أمي كانت مريضة، ولم يكن هناك أحد يمرضها غيري، فتحملت لها هذا النصب، وتأخرت عنك لهذا السبب. فقال له السرخسي: يزاد لك في عمرك، ولا يزاد لك في علمك. ولم يقله عن سخطة منه، بل لأن خدمة الأم مؤثرة في زيادة العمر، وخدمة الاستاد مؤثرة في

حکم ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ کی رو سے کسی مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق رکھنا جائز نہیں، اگر کبھی ناراضگی کی صورت پیدا ہو جائے تو بہتر شخص وہ ہے جو سلام میں پہل کرے، اگر دوسرا شخص سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے، پہلا شخص سلام میں پہل اور تعلق بحال کرنے کی وجہ سے، جب کہ دوسرا شخص تعلق کو برقرار رکھنے کی وجہ سے ثواب کے مستحق ٹھہریں گے، اور اگر دوسرا شخص سلام کا جواب نہ دے تو پہلا شخص دوسری اور پھر تیسری مرتبہ بھی اسے سلام کرے، اگر اس نے تین مرتبہ جواب نہ دیا تو اس صورت میں پہلے شخص کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، مگر دوسرا شخص ترکِ تعلق برقرار رکھنے کی وجہ سے گناہ کا مستحق رہے گا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طالبِ علم کے غلطی کرنے پر استاد کا ناراض ہونا اور طالبِ علم کا معافی نہ مانگنا اگر دینی معاملہ کے بغیر ہو اور اس حال میں اس پر تین دن سے زیادہ گزرے تو اس ترکِ تعلق کی بنیاد پر دونوں وعید کے زمرے میں داخل ہوں گے، طالبِ علم کا یہ اخلاقی فریضہ بنتا ہے کہ وہ استاد سے معافی مانگ کر تعلقات کو برقرار رکھے، تاکہ استاد کی ناراضگی اس کے لیے حرمان کا سبب نہ بنے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: حیات الرحمٰن عثمانی
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	شریک متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۰۱۸/۱۰/۱۸ء	۱۴۴۰/۲/۱۷ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۵۴/۲۹۷/۳۲۸)

طالبِ علم کا والدین کی رضامندی کے بغیر اساتذہ کی خدمت کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر طالبِ علم استاد کی خدمت کرتا ہو لیکن ان کے والدین خدمت کرنے پر خوش نہ ہو اور طالبِ علم خدمت کرنا سعادت سمجھتا ہو تو ایسی خدمت کرنے کا کیا حکم ہے؟ وضاحت

---

(۱) لما في «سنن أبي داود» ت الأرنؤوط (۷/ ۲۷۳): عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لا يحل لمؤمن أن يهجر مؤمنا فوق ثلاث، فإن مرت به ثلاث فليلقه، فليسلم عليه، فإن رد عليه السلام فقد اشتركا في الأجر، وإن لم يرد عليه فقد باء بالإثم».

استاد کے فوت ہو جانے کے بعد طلبہ پر استاد کے حقوق

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب کے فوت ہونے کے بعد ان کے شاگردوں پر ان کے کیا حقوق ہیں؟ تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب وباللہ التوفیق

طالبِ علم اور استاد کا رشتہ روحانی باپ بیٹے کا ہوتا ہے، طالبِ علم کے لیے استاد و معلم کی زندگی میں اس کا ادب اور خدمت کرنا باعث اجر و ثواب ضرور ہے، لیکن شریعت میں طالبِ علم پر استاد کا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ اسی طرح استاد کے فوت ہو جانے کے بعد طالبِ علم کے ذمہ کوئی حق شرعاً واجب نہیں، البتہ ایک روحانی باپ ہونے کے ناطے طالبِ علم اپنے استاد و معلم کے جنازے میں شرکت کرے اور ان کے لیے نوافل، صدقات اور دیگر نفلی عبادات کا ایصالِ ثواب کرے، اور اس کی مغفرت اور جنت میں اس کے درجات کی بلندی کے لیے دعائیں کرے۔

صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے شاگردوں پر شرعاً کوئی حق واجب نہیں۔ البتہ قاری صاحب کے جنازہ میں شرکت کر کے ان کی مغفرت کے لیے دعائیں کریں اور ان کے لیے نوافل، صدقات و دیگر نفلی عبادات کا ایصالِ ثواب کریں[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: محمود الحسن سواتی
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۰۱۸/۱۰/۲۴ء	۱۴۴۰/۲/۱۷ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۲۳/۲۹۷/۳۲۸)

بالغ طلبہ کا ہر ماہ معلم کی دعوت کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

طلباء کرام جو بالغ ہوں اور اپنے قاری صاحب کے لیے ہر ماہ دعوت کا انتظام کرتے ہوں، قاری صاحب کے لیے دعوت کا ایسا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ طلباء کرام کی طرف سے اگر دعوت کرنا درست ہے تو کن باتوں کو سامنے رکھ کر دعوت قبول کی جائے؟ قرآن اور حدیث کی

---

(۱) لما في «الدر المختار» (۲/ ۵۹۵): الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره) أي: من الأحياء والأموات.

زيادة العلم.

"المعجم الکبیر للطبرانی" (۱۸/ ۱۷۰) میں ہے:

عن عمران بن حصين قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق».

"درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام" (۱/ ۶۹۲) میں ہے:

ليس لأحد أن يستخدم الصغير بدون عوض ما عدا الأب والجد والوصي. ولهؤلاء استخدامه على سبيل التهذيب والرياضة فعليه لو استخدم أحد صغيرا مدة، ولو كان من ذوي قرباه أو كان زوج أمه بدون إذن وليه أو وصيه أو القاضي أي بدون أجرة، فإذا بلغ الصغير سن الرشد أخذ أجر مثل خدمته في تلك المدة...إلخ.

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ طالبِ علم نابالغ ہے، اور اس کے والدین خدمت پر راضی نہیں تو استاد کے لیے اس سے خدمت لینا جائز نہیں۔ اور اگر طالبِ علم بالغ ہے اور استاد کی جائز ومناسب خدمت کرتا ہے، اور والدین کی خدمت میں بھی کوئی کمی نہیں کرتا تو والدین کا بلاوجہ ناخوش ہونا درست نہیں، بلکہ والدین کو اس پر خوش ہونا چاہیے، کیونکہ یہ تو ان کے بیٹے کی سعادت مندی کی نشانی ہے۔

ہاں اگر معقول وجہ ہو، تو پھر طالبِ علم نہایت ادب کے ساتھ استاد صاحب سے معذرت کرے اور استاد صاحب بھی اس کی عذر کو خوش دلی سے قبول کرے۔

البتہ! اساتذہ کو چاہیے کہ بے ریش طالبِ علموں سے اپنی بدنی خدمت نہ کروائیں، کیونکہ عُرفاً یہ نہایت معیوب سمجھا جاتا ہے اور تہمت، بدگمانی اور فتنہ وفساد کا باعث بنتا ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ابوبکر سعید الرحمٰن	الجواب صحیح محمد شفیق عارف ۱۴۳۹/۴/۲	کتبہ: فضل مولیٰ المتخصص فی الفقہ الاسلامی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی ۱۴۳۹/۴/۲ھ=۲۰۱۷/۷/۲۱ء (فتویٰ نمبر: ۲۳۶۱۳)

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (۱/ ۲۲۲): (قوله للاستلذاذ) قال شيخنا: ويستفاد منه كراهة الحلاق الأمرد إذا وجد المحلوق رأسه من اللذة ما يزيد على ما لو كان ملتحيا. اهـ فكراهة التكييس وغمز الرجلين واليدين من الأمرد في الحمام بالأولى. «ط».

طالبِ علم کا اپنے استاد کے ساتھ گاؤں جانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔ اگر ایک طالبِ علم جو مکتب میں پڑھتا ہو، اپنے والدین کی اجازت سے اپنے قاری صاحب کے ساتھ گاؤں جائے اور طالبِ علم بالغ بھی ہو اس کا شرعاً حکم کیا ہوگا؟

۲۔ یا ایک طالبِ علم جو نابالغ ہو اور مکتب میں پڑھتا ہو، اپنے والدین کی اجازت سے اپنے قاری صاحب کے ساتھ گاؤں جائے تو اپنے قاری صاحب کے ساتھ والدین کی اجازت سے جانا شرعاً کیسا ہے؟ ان دونوں صورتوں کی الگ الگ تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً و مسلّماً

واضح رہے کہ لڑکا خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو اگر وہ امرد حسین و جمیل ہو تو باعثِ فتنہ ہونے کی وجہ سے اسے سفر میں لے جانے سے احتراز لازم ہے، خصوصاً جب کہ تہمت کی جگہوں سے بچنا بھی شریعت میں مطلوب ہے۔ والدین کو بھی چاہیے کہ ایسی صورت میں ایسے بالغ یا نابالغ لڑکے کو اجنبی کے ساتھ سفر پر نہ بھیجیں، اگرچہ وہ اجنبی اس کا معلم اور استاد ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: سیدرحیم الدین
محمد داود	محمد انعام الحق	ابوبکر سعید الرحمٰن	متخصص فقہ اسلامی
۱۴۳۹/۸/۴ھ	۱۴۳۹/۸/۵ھ	۱۴۳۹/۸/۴ھ	جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
			(فتویٰ نمبر: ۶۱۴۸)

(١) لما في «الشامية» (٦/ ٤٦٥): وإن كان صبيحا فحكمه حكم النساء، وهو عورة من قرنه إلى قدمه لا يحل له النظر إليه عن شهوة. "احسن الفتاویٰ" میں ہے: "بمقتضائے اتقوا مواضع التہمۃ امارد اغیار کو سفر میں ساتھ رکھنے سے احتراز لازم ہے۔"

روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

صورتِ مسئولہ میں طلبہ اپنے اساتذہ کے لیے جو دعوت کا اہتمام کرتے ہیں، اس کی چند صورتیں ہیں:

۱۔ اگر یہ دعوت ان کے والدین کی جانب سے ہو تو اسے قبول کرنا جائز ہے۔

۲۔ اگر یہ دعوت طلبہ کی جانب سے ہے اور وہ طلبہ بالغ ہیں تو دعوت قبول کرسکتے ہیں۔

۳۔ اگر دعوت طلبہ کی جانب سے ہے اور وہ طلبہ نابالغ ہوں تو:

(الف) اگر وہ اپنی روزانہ کی جیب خرچی سے ہلکی پھلکی دعوت کریں تو اسے قبول کرسکتے ہیں۔

(ب) اگر وہ پر تکلف دعوت کریں جو ان کی روزانہ کی جیب خرچی سے بڑھ کر ہو تو اسے قبول کرنا درست نہیں۔

جن صورتوں میں طلبہ یا ان کے والدین کی جانب سے دعوت قبول کرنے کی گنجائش ہے اس میں اس بات کا لحاظ ہو کہ دعوت کے بعد اس طالبِ علم سے اسباق اور حاضری وغیرہ میں امتیازی رویہ نہ ہو، دیگر طلبہ کی طرح اس کے ساتھ بھی معاملہ ہو، اگر دعوت سے پہلے اور بعد کے رویہ میں فرق آنے کا اندیشہ ہو تو دعوت قبول کرنا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد شفیق عارف ۱۴۳۹/۴/۵ھ	الجواب صحیح ابو بکر سعید الرحمٰن	کتبہ: محمد عمران ممتاز دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی ۲ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ = بمطابق ۲۴ دسمبر ۲۰۱۷ء (فتویٰ نمبر: ۲۳۶۱۱)

(۱) لما في «حاشية ابن عابدين» (۵/ ۳۷۳): يجوز للإمام والمفتي قبول الهدية وإجابة الدعوة الخاصة. ثم قال: إلا أن يراد بالإمام إمام الجامع: أي وأما الإمام بمعنى الوالي فلا تحل الهدية، فلا منافاة. وهذا هو المناسب للأدلة؛ ولأنه رأس العمال. قال في النهر: والظاهر أن المراد بالعمل ولاية ناشئة عن الإمام أو نائبه كالساعي والعاشر اهـ قلت: ومثلهم مشايخ القرى والحرف وغيرهم ممن لهم قهر وتسلط على من دونهم فإنه يهدى إليهم خوفا من شرهم أو ليروج عندهم....إلخ وفيه أيضا (۶/ ۱۶۱): «(ويهدي طعاما يسيرا) بما لا يعد سرفا، ومفاده أنه لا يهدي من غير المأكول أصلا. ابن كمال. وجزم به ابن الشحنة. والمحجور لا يهدي شيئا. وعن الثاني: إذا دفع للمحجور قوت يومه فدعا بعض رفقائه للأكل معه فلا بأس، بخلاف ما لو دفع إليه قوت شهر، ولا بأس للمرأة أن تتصدق من بيت سيدها أو زوجها باليسير كرغيف ونحوه. ملتقى. ولو علم منه عدم الرضا لم يجز (ويضيف من يطعمه) ويتخذ الضيافة اليسيرة بقدر ماله.

معلم کا طلبہ سے ذاتی خدمت لینا (۲/۲)

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب اپنے شاگردوں سے ذاتی خدمت لیتے ہیں، جیسے دودھ منگوانا، سبزی منگوانا، اپنے بچوں کے لیے ٹافیاں منگوانا اور گھر کے کام کاج کروانا۔ قاری صاحب کا طلبۂ کرام سے اس طرح خدمت لینا شرعاً کیسا ہے؟ مکمل وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر والدین کی طرف سے صراحۃً ممانعت نہ ہو تو ان کی طرف سے اس بارے میں دلالۃً کام لینے کی اجازت (جو عموماً ہوتی ہے) بھی کافی ہے، لہذا نابالغ طلبہ سے کام لینا جائز ہے، بلکہ ان کی تربیت کے لیے کسی قدر کام لینا ضروری بھی ہے، البتہ دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ تعلیم میں حرج نہ ہو۔

۲۔ استطاعت وطاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے[1]۔ (ماخوذ از احسن الفتاویٰ: ج۸، ص۲۱۶)

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۲۲/۶/۱۴۳۹ھ	۲۲/۶/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۲۵۳۷)

ناظرہ خواں قاری صاحب یا ناپختہ حافظ کا حفظ کی کلاس پڑھانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک ناظرہ خواں قاری صاحب حفظ کی کلاس پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟

اور دوسرا ایسا قاری صاحب جن کا قرآنِ پاک پختہ نہ ہو، وہ حفظ کی کلاس پڑھا سکتے ہیں یا

---

(۱) في «جامع الفصولين» (۲/ ۹): «وللأب أن يعير ولده الصغير ليخدم استاده لتعلم الحرفة؟ لا لو بخلاف ذلك "شحی". للأب والوصي إعارة مال اليتيم "ذ". للأب إعارة ولده الصغير وهل له إعارة ماله، اختلف فيه المشايخ، له ذلك عند بعضهم استحسانا لا عند عامتهم قياسا. ولو آجره الأب أو الجد أو الوصي صح ،إذ لهم استعماله بلا عوض بطريق التهذيب والرياضة فبالعوض أولى.

پانچواں باب: معلّم (قاری صاحب) سے متعلقہ مسائل

معلم کا طلبہ سے ذاتی خدمت لینا (۱/۲)

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب کا طلباء کرام کے گھروں سے برف اور ٹھنڈا پانی اپنے لیے منگوانا شرعاً کیسا ہے؟ چاہے قاری صاحب کا یہ منگوانا کلاس کے دوران ہو یا کلاس کے وقت کے علاوہ ہو، شرعاً اس کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے شاگردوں سے وقتاً فوقتاً خدمت لینا تربیت کا حصہ ہے، البتہ نابالغ بچوں سے کام کروانا (خواہ ذاتی ہو یا ادارہ ومدرسہ کا ہو) مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) تعلیم میں حرج واقع نہ ہو۔

(۲) استطاعت وطاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے، اور ایسا کام ہو جو ان کی استطاعت میں ہو۔

(۳) والد یا سرپرست کی رضامندی ہو۔

(۴) کام خلافِ شرع نہ ہو۔

(۵) فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	احسان اللہ عفی عنہ	بندہ عبد الصمد عفا اللہ عنہ
۲۰۱۸/۹/۱۰ء	۱۴۳۹/۱۲/۲۹ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴۳۹/۱۲/۲۹ھ		۲۰۱۸/۹/۱۰ء=۱۴۳۹/۱۲/۲۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۹/۱۲۲)

---

(۱) لما في «الدر المختار ورد المحتار» (٦/ ٤٣٠): أما المعلم: فله ضربه؛ لأن المأمور يضربه نيابة عن الأب لمصلحته، والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك أبيه لمصلحة التعليم، وقيده الطرسوسي بأن يكون بغير آلة جارحة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور نبی کریم ﷺ کی مختلف احادیثِ مبارکہ میں نظروں کی حفاظت اور پردے کا اہتمام اور نامحرم مرد وعورتوں کے اختلاط اور بدنظری کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اس لیے نامحرم مرد وعورت کا اختلاط ناجائز ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کو چاہیے کہ وہ سرپرستوں کو یہ اطلاع دے کہ مرد حضرات اپنے بچوں کے داخلہ (ایڈمشن) وغیرہ کے لیے تشریف لایا کریں، البتہ اگر کسی طالبِ علم کا مرد سرپرست نہ آسکتا ہو، تو قاری صاحب کے لیے بوقت داخلہ (ایڈمشن) اس کی والدہ یا دادی وغیرہ سے درجہ ذیل شرائط کے ساتھ بات کرنے کی گنجائش ہے:

۱۔ اس خاتون کو کسی طریقے سے اطلاع دے کہ شرعی پردے کے ساتھ تشریف لائیں۔

۲۔ بوقتِ گفتگو قاری صاحب اپنی نگاہ نیچے رکھیں۔

۳۔ بقدرِ ضرورت پوری سنجیدگی سے بات کریں، بے تکلفانہ گفتگو ہرگز نہ کریں۔

۴۔ اگر ہوسکے تو اپنے گھر کی خواتین کے ذریعے اس اجنبی (نامحرم) خاتون کے ساتھ اس کے بچے کے داخلہ وغیرہ کے متعلق بات کریں[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	بندہ عبید اللہ عفی عنہ	سجاد علی عفی عنہ
		دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲۰۱۸/۹/۲۳ء=۱۴۴۰/۱/۱۲ھ	۱۴۳۹/۱/۱۳ھ	۱۴۴۰/۱/۱۲ھ = ۲۰۱۸/۰۹/۲۳ء
		(فتویٰ نمبر: ۱/۱۲۳)

(١) لما في «القرآن الكريم»: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ [الأحزاب: ٣٣]، وفيه أيضا: ﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الأحزاب: 59] وفي «صحيح البخاري» (٧/ ٨): عن أسامة بن زيد رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «ما تركت بعدي فتنة أضر على الرجال من النساء». وفي «الدر المختار» (١/ ٤٠٥): (وللحرة) ولو خنثى (جميع بدنها) حتى شعرها النازل في الأصح (خلا الوجه والكفين) فظهر الكف عورة على المذهب (والقدمين)...إلخ.

ان دونوں صورتوں میں شرعی کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱)۔۔واضح رہے کہ قرآنِ پاک حفظ کرانے کے لیے خود حافظ ہونا ضروری نہیں ہے، البتہ ذمہ داری اور پوری دیانتداری کے ساتھ کام کرنا ضروری ہے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر ناظرہ خواں قاری صاحب کی تجوید اور تلفظ وغیرہ درست ہے، اسی طرح طلباء کا سبق وغیرہ دیکھ کے پوری ذمہ داری کے ساتھ سن سکتے ہیں، جس سے طلباء کا کوئی نقصان نہ ہو، تو یہ قاری صاحب حفظ کی کلاس پڑھا سکتے ہیں۔

(۲)۔۔اسی طرح وہ قاری صاحب جن کا قرآن پاک پختہ نہیں ہے اور وہ بھی دیکھ کے قرآن پاک پوری ذمہ داری کے ساتھ سن سکتے ہیں اور حفظ کی کلاس سنبھالنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں تو وہ بھی حفظ کی کلاس میں پڑھا سکتے ہیں[1]۔

کتبہ: محمد سعد پراچہ
التخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی
بہادر آباد، کراتشی
۱۱/۴/۱۴۳۹ھ=۳۰/۱۲/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۶۸/۱۰۸۶۷)

الجواب صحیح
محمد سلمان
۳۰/۴/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

طلبہ کے داخلے کے لیے معلم کا ان کی سرپرست عورتوں سے بات چیت کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جس کی اپنی ذاتی کلاس مسجد یا گھر میں ہو اور طلباء کرام کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، تو ایسے قاری صاحب کے پاس کوئی طالبِ علم داخلے کے لیے اپنی امی، دادی، نانی، خالہ یا چاچی کے ساتھ آجائے، تو کیا قاری صاحب ان کے ساتھ بقدرِ ضرورت داخلے کے متعلق بات کر سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) لما في «التفسير المظهري» (۷/ ۱۵۸): ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾، أي: خير من استعملت من قوي على العمل وأدى الأمانة، تعليل سائغ يجري مجرى الدليل على أنه حقيق بالاستئجار وللمبالغة فيه جعل خير اسم إن.

ایسے قاری صاحب سے قرآنِ پاک پڑھنا یا ان کا پڑھانا مناسب نہیں جو انگریزی بال رکھتا ہے، یا پائنچے ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے، یا ننگے سر رہتا ہے، کیونکہ یہ سب امور خلافِ سنت ہیں، بہتر یہ ہے کہ کسی متبع سنت قاری صاحب سے قرآنِ پاک پڑھے، تاہم اگر کوئی متبع سنت قاری صاحب میسر نہ ہوں تو بحالتِ مجبوری ایسے قاری صاحب سے پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ کسی اور فتنے کا اندیشہ نہ ہو[1]۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی اللہ عنہ
۲۲/جمادی الثانیہ/۱۴۳۹ھ
۱۱/مارچ/۲۰۱۸ء

الجواب صحیح
بندہ محمد مفیض الرحمن عفی عنہ
۱۰/جمادی الثانیہ/۱۴۳۹ھ
۱۱/مارچ/۲۰۱۸ء

بندہ محمد اختر عفا اللہ عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۰/جمادی الثانیہ/۱۴۳۹ھ
۱۱/مارچ/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۵/۷)

معلم کا بچوں کو مسائل بتانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

معلم قرآن بالغ یا قریب البلوغ بچوں کو بلوغت کے مسائل بتا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ شریعت کے احکام بالغ ہونے کے بعد ہی فرض ہوتے ہیں، لیکن چونکہ بلوغت کے فوراً بعد مسائل کا سیکھنا اور ان پر کاربند رہنا اچانک سے دشوار ہوتا ہے، اس لیے پہلے سے ہی مسائل سیکھنا اور ان پر عمل کی عادات ڈالنا چاہیے، تاکہ فرض ہونے کے بعد ادائیگی میں دشواری نہ ہو، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں معلم قرآن کا بالغ یا قریب البلوغ بچوں کو بلوغت کے مسائل بتلانا جائز بلکہ بہتر ہے[2]۔

---

(۱) لما في «صحيح مسلم» (۱/ ۱۱): وعن محمد بن سيرين قال: إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم. وفي «التبيان في آداب حملة القرآن» (ص: ۱۳، ط: الوكالة العامة): «وينبغي للمعلم أن يتخلق بالمحاسن التي ورد الشرع بها، والخصال الحميدة، والشيم المرضية، التي أرشده الله إليها من الزهادة في الدنيا، والتقلل منها، وعدم المبالاة بها وبأهلها....إلخ.

(۲) لما في «شرح رياض الصالحين» للحطية (۱۲/ ۱۳): أخرج أبو داود عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين) أي: تعلم الولد الصلاة وهو ابن سبع سنين، وكونك تعلمه وهو ابن ستين أنت حر، لكن ليس في المسجد ولكن في البيت؛ لأنه ما زال صغيراً لا يفهم، وقد يؤذي الناس في بيت الله سبحانه...إلخ.

(حاشیہ جاری ہے ـــــ)

غیر شرعی وضع قطع رکھنے والے معلم کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایسے قاری صاحب سے پڑھنا اور ان کا پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

(۱)۔۔۔۔جو قاری صاحب انگریزی بال رکھتے ہیں اور مختلف اسٹائل (V X D) کٹنگ بناتے ہیں۔

(۲)۔۔۔جو قاری صاحب پائنچے ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہو اور اس کو اوپر کرنے کی پابندی نہیں کرتے۔

(۳)۔۔۔۔جو قاری صاحب ٹوپی پہننے کی پابندی نہیں کرتے، کلاس میں ہی پہنے ورنہ نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

بلاشبہ قرآن سیکھنا، سکھانا بہت نیکی کا عمل ہے، رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں"۔(بخاری ۲/ ۷۵۲ قدیمی)

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ استاد کے اچھے بُرے عمل کا اثر طلبہ پر پڑتا ہے، شعوری یا غیر شعوری طور پر استاد کے اخلاق و اطوار طلبہ میں منتقل ہوتے ہیں، اسی اہمیت کے پیش نظر علماء کرام نے استاد کے انتخاب کے لیے بہت سی شرائط بیان کی ہیں، مثلاً ایسے شخص کو استاد بنانا چاہیے جو گناہوں سے بچتا ہو، خود کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہو، اپنی پاکی و پاکیزگی کا خیال رکھتا ہو، وقار اور سنجیدگی اختیار کرتا ہو، زیادہ ہنسی مذاق سے پرہیز کرتا ہو، یہاں تک کہ خلافِ مروت امور سے بھی اجتناب کرتا ہو۔ علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"علم حاصل کرنا پورے دین کا حاصل کرنا ہے لہذا اچھی طرح دیکھ لو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو"۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ: "میں چاہتا ہوں لوگ ایسے شخص سے علم حاصل کریں جس کے خلاف ایک حرف تک نہ کہا گیا ہو"۔

مذکورہ بالا تمہید کے بعد اصل جواب ملاحظہ فرمائیں:

معلم کا تجوید کی رعایت نہ رکھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) بعض قاری صاحبان جو غفلت اور لا پروائی سے طلباء کرام کو مد اصلی کو کھینچ کر نہ پڑھائیں، جیسے "لَمۡ یُوۡلَدۡ" جگہ "لَمۡ یُلَدۡ"، "لَہٗ" کی جگہ "لَہُ" پڑھائے، ہم آواز حروف "ت، ط، ق، ک، ذ، ز، ح، ھ، ض، ظ، ث، س" میں فرق نہ کروائیں۔

(۲) اسی طرح غنہ نہ کروائیں۔ حروف مستعلیہ جیسے "را" کو جن صورتوں میں موٹا پڑھا جاتا ہے اور لفظ "اللہ" کو جن صورتوں میں موٹا پڑھا جاتا ہے ان کو موٹا نہ پڑھائیں۔

حروف قلقلہ پر قلقلہ، حروف صفیریہ (سیٹی حروف) پر سیٹی اور نرم حروف کو نرم نہ پڑھائیں۔ "مد فرعی" کو مطلوبہ مقدار تک دراز نہ کرائیں۔

یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ بعض قاری صاحبان جن کی ذاتی مکتب کی کلاس ہو، قاری صاحبان کسی کے ماتحت نہ ہو۔ قاری صاحبان بچوں کو گھر یا مسجد میں فیس لے کر پڑھاتے ہو، قاری صاحبان طلبہ کو پورا وقت دیتے ہوں۔

۱۔ کیا ان دونوں صورتوں میں یا کسی ایک صورت میں قاری صاحبان گناہگار ہوں گے؟

۲۔ کیا ان دونوں صورتوں میں یا کسی ایک صورت میں قاری صاحبان کا بچوں سے فیس لینا جائز ہے؟

۳۔ کیا ان دونوں صورتوں میں یا کسی ایک صورت میں والدین اپنے بچے قاری صاحبان کے پاس پڑھانے کے لیے بھیجیں یا نہیں؟

نوٹ: والدین اپنے بچوں کو معلمات کی بجائے قرّاء حضرات کے پاس پڑھنے کے لیے اس لیے بھیجتے ہیں کہ معلمات تجوید سے نہیں پڑھاتیں۔ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ تجوید کی رعایت رکھتے ہوئے قرآن مجید پڑھنا واجب ہے اور تجوید کا مطلب یہ ہے کہ ہر حرف کو اس کے مخرج سے اور اس کی تمام صفات کے ساتھ ادا کیا جائے۔

۱۔ لہذا صورت مسئولہ میں اگر قاری صاحبان جان بوجھ کر لحن جلی کرتے ہوں، یعنی ایک

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۲۴/جمادی الاولی/۱۴۳۹ھ
۲۰۱۸/۰۲/۱۱ء

الجواب صحیح
بندہ محمد مفیض الرحمن چاٹگامی
۲۴/جمادی الاولی/۱۴۳۹ھ
۲۰۱۸/۰۲/۱۱ء

واللہ اعلم بالصواب
محمد بلال قریشی
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲۴/جمادی الاولی/۱۴۳۹ھ=۱۱/۲/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر ۱۱۲/۷۳)

معلم کا بچوں کو نصیحت کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر استاد (قاری صاحب) اپنے طلباء کرام میں کسی طالبِ علم کو (بالغ ہو یا نابالغ، باریش ہو یا بے ریش) اکیلے میں وعظ و نصیحت کرے، سمجھائے، غلط کام سے روکے، تو استاد (قاری صاحب) کا طالبِ علم کو اس طرح اکیلے میں سمجھانا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ امرد (بے ریش) اور بڑے لڑکوں کو تعلیم و تادیب وغیرہ کے لیے اکیلے بٹھانے میں اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو ان کو اکیلے بٹھانا درست نہیں اور اگر کسی قسم کا فتنہ نہ ہو تو بالغ (باریش) لڑکے کو اکیلے بٹھانے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ امرد (بے ریش) لڑکے کو اکیلے میں بٹھانے سے گریز کرنا چاہیے، تاکہ کسی بھی قسم کے فتنہ کا اندیشہ باقی نہ رہے[۱]۔

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس کان اللہ لہ
۲۴/۰۵/۱۴۳۹ھ
۲۰۱۸/۰۲/۱۱ء

الجواب صحیح
بندہ محمد مفیض الرحمن چاٹگامی عفا اللہ عنہ
۲۴/۰۵/۱۴۳۹ھ
۲۰۱۸/۰۲/۱۱ء

واللہ اعلم بالصواب
بندہ سیواد خان عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲۴/۵/۱۴۳۹ھ=۱۱/۲/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۲/۶۷)

(بقیہ حاشیہ)

وكذا في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٦/ ١٢٥، ط: سعيد).

(١) لما في «الموسوعة الفقهية الكويتية» (٦/ ٢٥٣): التعامل مع الأمرد الصبيح من غير المحارم ينبغي أن يكون مع شيء من الحذر غالبا، ولو في مقام تعليمهم وتأديبهم لما فيه من الآفات. وعند الحاجة إلى معاملة الأمرد للتعليم أو نحوه ينبغي الاقتصار على قدر الحاجة، وبشرط السلامة وحفظ قلبه وجوارحه عند التعامل معهم، وحملهم على الجد والتأدب ومجانبة الانبساط معهم. وفي «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٦/ ٣٦٥): والغلام إذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وإن كان صبيحا فحكمه حكم النساء، وهو عورة من قرنه إلى قدمه لا يحل النظر إليه عن شهوة، وأما الخلوة والنظر إليه لا عن شهوة فلا بأس به.

(۲) قاری صاحب کو تجوید کے بنیادی قواعد سے بھی واقفیت نہ ہو، تو کیا والدین اپنے بچوں کو ایسے قاری صاحب کے پاس پڑھنے کے لیے بھیجیں یا نہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب باسم ملہم الصواب

واضح رہے کہ قرآن کریم کے حروف کی درست ادائیگی ضروری اور فرض کے درجہ میں ہے۔

لہذا صورتِ مسئولہ میں والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کے لیے ایسے معلم کا انتظام کریں جو قرآن کریم کو درست تجوید کے مطابق پڑھانے پر قادر ہو، نیز ایسا علاقہ جہاں قرآنِ پاک کی صحیح تعلیم دینے کے لیے افراد اور ادارے موجود ہوں وہاں کسی ایسے معلم کے لیے جو قرآن کو درست پڑھانے پر قادر نہ ہو ادارہ کھول کر از خود قرآن کی تعلیم دینا جائز نہیں[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	بندہ عبید اللہ عفی عنہ	احسان الحق مزاری عفا اللہ عنہ
۸/ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ	۸/۱/۱۴۴۰ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۹/ ستمبر/ ۲۰۱۸ء		۸ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ = ۱۹ ستمبر/ ۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۲۲/۸۸)

معلم کا ایک طالبِ علم کی جگہ دوسرے طالبِ علم کو امتحان کے لیے بھیجنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب جو کسی ادارے کے ماتحت ہو اور ان کے پاس ممتحن آجائے امتحان لینے کے لیے، اور قاری صاحب ایک طالبِ علم کی جگہ دوسرے طالبِ علم کو امتحان کے لیے بھیجے، تو ایک طالبِ علم کی جگہ دوسرے طالبِ علم کا امتحان دینا شرعاً کیسا ہے؟

---

(۱) لما في «رد المحتار» (۱/ ۶۳۰): (قوله بالألحان) أي بالنغمات، وحاصلها كما في الفتح إشباع الحركات لمراعاة النغم (قوله: إن غير المعنى) كما لو قرأ ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [الفاتحة: ۲] وأشبع الحركات ...(قوله: وإلا لا إلخ) أي وإن لم يغير المعنى فلا فساد إلا في حرف مد ولين إن فحش فإنه يفسد، وإن لم يغير المعنى... [تتمة] فهم مما ذكره أن القراءة بالألحان إذا لم تغير الكلمة عن وضعها ولم يحصل بها تطويل الحروف حتى لا يصير الحرف حرفين، بل مجرد تحسين الصوت وتزيين القراءة لا يضر، بل يستحب عندنا في الصلاة وخارجها.

حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیں یا کوئی حرف گھٹادیں، یا بڑھادیں، یا ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن پڑھتے ہوں، تو ایسی صورت میں یہ قاری صاحبان گناہ گار ہوں گے۔

اور اگر لحن خفی کرتے ہوں یعنی حروف کی صفات (اخفاء، اظہار، ترقیق، تفخیم) وغیرہ کا لحاظ نہ کرتے ہوں، تو یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے۔

۲۔ جو قاری صاحبان لحن جلی و لحن خفی کرتے ہیں، ان میں چونکہ پڑھانے کی اہلیت نہیں، اس لیے ان کے لیے بچوں سے فیس وصول کرنا بھی درست نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنا واجب ہے، اس لیے والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ایسے قاری صاحبان کے پاس بھیجنے کا اہتمام فرمائیں جو ان کو تجوید کے مطابق قرآن مجید سکھائیں (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ: حمزہ نذیر غفرلہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیۃ، کراتشی
۱۴۴۰/۸/۲۳ھ = ۲۰۱۹/۴/۲۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۵۶/۱۹)

الجواب صحیح
عبدالباری
۱۴۴۰/۸/۲۸ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۴۴۰/۸/۲۹ھ

تجوید سے ناواقف معلم کے پاس اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے بھیجنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جس کی ذاتی کلاس ہو، قاری صاحب کسی کے ماتحت نہ ہو، بلکہ قاری صاحب کی اپنی ذاتی درس گاہ ہو، جو مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، قاری صاحب بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو۔

(۱) قاری صاحب کے تلفظ بھی درست نہ ہوں۔

---

(۱) لما في «المنح الفكرية على شرح الجزرية»: وأخذ القاري بتجويد القرآن وهو: تحسين ألفاظه وإخراج الحروف من مخارجها وإعطائها حقوقها من صفاتها وما يترتب على مفرداتها ومركباتها فرض لازم وحتم دائم، ثم هذا العلم لا خلاف في أنه فرض كفاية، والعمل به فرض عين في الجملة على صاحب كل قراءة ورواية، ولو كانت القراءة سنة، وأما دقائق التجويد على ما سيأتي بيانه، فإنما هو من مستحسناته والأظهر أن المراد هنا بالحتم أيضًا الوجوب الاصطلاحي المشتمل على بعض أفراده من الوجوب الشرعي... فإن اللحن على نوعين: جلي وخفي: فالجلي خطأ يعرض اللفظ ويخل بالمعنى والإعراب كرفع المجرور ونصبه ونحوهما سواء تغير المعنى به أم لا. والخفي خطأ يخل بالحروف كترك الإخفاء... إلخ. (باب التجويد، ص ٤٠، ط: دار الكتب العلمية، بيروت).

گناہ اور خطرے کی بات ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کا بچوں کی نقل میں قرآنِ پاک غلط پڑھنا درست نہیں، چاہے وہ بچے توتلی زبان کی وجہ سے غلط پڑھتے ہوں یا نہ جاننے کی وجہ سے، کیونکہ اس میں بچوں کے ساتھ اور قرآنِ پاک کے ساتھ تمسخر ومذاق کرنا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ قاری صاحبان کو بچوں کی غلطیوں کی اصلاح کرنی چاہیے تاکہ وہ درست قرآن کریم پڑھیں۔

البتہ اگر بعض بچے توتلی زبان کی وجہ سے درست ادائیگی پر قادر نہ ہوں یا سیکھنے کے دوران غلط پڑھتے ہوں تو وہ معذور ہیں، ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ قاری صاحبان کو مذاق میں غلط قرآن کریم پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ لیکن اگر قاری صاحب بچوں کی دل لگی کی خاطر قرآن کریم کے علاوہ صرف ان بچوں کے انداز میں گفتگو کر لے تو اس کی شرعاً گنجائش ہے۔ اسی طرح اگر کسی لفظ کے تلفظ میں غلطی واضح کرنے کی نیت سے طالبِ علم کے غلط تلفظ کو پڑھا جائے اور پھر فرق واضح کرتے ہوئے صحیح تلفظ کو پڑھا جائے تو اس کی اجازت ہے، البتہ اس صورت میں صرف ایک لفظ کو پڑھا جائے، قرآن کریم کی مکمل آیت نہ پڑھی جائے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	احسان اللہ عفی عنہ	وقار احمد تنولی عفی عنہ
۱۴۴۰/۱/۵ھ=۲۰۱۸/۹/۱۶ء	۱۴۴۰/۱/۵ھ	دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
		۱۴۴۰/۰۱/۰۵ھ=۲۰۱۸/۰۹/۱۶ء
		(فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۲۲)

معلم کا کم تنخواہ والا مدرسہ چھوڑ کر زیادہ تنخواہ والے مدرسہ میں تدریس اختیار کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب ایک مدرسہ میں مدرس ہو اور اس کی تنخواہ مدرسہ میں کم ہو اور قاری صاحب کا کم تنخواہ پر گزارہ نہیں ہوتا ہو، اور اس مدرسہ سے زیادہ تنخواہ دوسرے مدرسہ میں مل رہی ہو، تو کیا قاری صاحب دوسرے مدرسہ میں شرعاً تدریس اختیار کر سکتا ہے؟

(۱) لما في «تفسير الألوسي» (۱۳/ ۳۰۳): ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ﴾ أي منكم مِنْ قَوْم...والسخر الهزؤ كما في «القاموس»، وفي الزواجر النظر إلى المسخور منه بعين النقص، وقال القرطبي: السخرية الاستحقار والاستهانة والتنبيه على العيوب والنقائص بوجه يضحك منه وقد تكون بالمحاكاة بالفعل والقول أو الاشارة أو الإيماء أو الضحك على كلام المسخور منه إذا تخبط فيه أو غلط أو على صنعته أو قبح صورته، وقال بعض: هو ذكر الشخص بما يكره على وجه مضحك بحضرته، واختير أنه احتقاره قولا أو فعلا بحضرته على الوجه المذكور.

اس کا علم نہ ادارے کو ہوتا ہے اور نہ ممتحن کو ہوتا ہے، کیا یہ دھوکہ کے زمرے میں آئے گا؟ دونوں صورتوں کے حکم کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں ایک طالبِ علم کی جگہ دوسرا طالبِ علم امتحان کے لیے بھیجنا دھوکہ دہی ہے، جو کہ شرعاً جائز نہیں اور اس سے اجتناب لازم ہے[1]۔ واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمد حسن وزیرستانی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۷/ محرم الحرام/ ۱۴۴۰ھ =۱۸/ ستمبر ۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۲/۸۶)

الجواب صحیح
بندہ عبید اللہ عفی عنہ
۷/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۷/ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ
۱۸/ ستمبر/ ۲۰۱۸ء

استاد کا طالبِ علم کی نقل اتارنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔ بعض طلباء غلط پڑھتے ہیں، قاری صاحب بھی ان کی طرح غلط پڑھ کر ان طلباء کی نقل اتارتے ہیں۔ قاری صاحب کا طلباء کرام کے غلط پڑھنے کی طرح نقل اتارنا شرعاً کیسا ہے؟

۲۔ بعض قاری صاحبان کے پاس توتلے طلباء ہوتے ہیں تو بچے توتلی زبان میں سبق پڑھتے ہیں، قاری صاحبان کا توتلی زبان والے طلباء کا نقل اتارنا شرعاً کیسا ہے؟ ان دونوں صورتوں کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ قرآنِ پاک کو اس طور پر درست پڑھنا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کے حروف کی ادائیگی درست ہو اور اعراب کے اندر غلطی نہ ہو۔ قصداً قرآن کریم کو غلط پڑھنا سخت

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (۱/ ٤٣): (قوله: وعلم القلب) أي علم الأخلاق، وهو علم يعرف به أنواع الفضائل وكيفية اكتسابها وأنواع الرذائل وكيفية اجتنابها. اهـ ح وهو معطوف على الفقه لا على التبحر لما علمت من أن علم الإخلاص والعجب والحسد والرياء فرض عين، ومثلها غيرها من آفات النفوس: كالكبر والشح والحقد والغش والغضب... إلخ.

لیے کہ کسی کی دلی رضا اور خوشی کے بغیر اس کا مال استعمال کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

البتہ جہاں سرپرست کی طرف سے صراحۃً اجازت ہو یا کم از کم دلالۃً اجازت ہو یعنی سرپرست اور استاد کا آپس میں ایسا بے تکلفانہ تعلق ہو کہ استاد کے کھانا منگوانے پر سرپرست کو ناگواری نہ ہو، بلکہ دلی خوشی ہو تو ایسی صورت میں صریح اجازت کے بغیر بھی منگوایا جاسکتا ہے، لیکن فی زمانہ ایسا تعلق چونکہ شاذ و نادر ہوتا ہے، اس لیے اس طرح بلا اجازت کھانا منگوانا یا ایسا منگوایا گیا کھانا، کھانا جائز نہیں، بلکہ اس طرز عمل میں چونکہ اہل دین کی بے وقعتی بھی ہے، اس لیے اس سے سختی سے اجتناب کرنا چاہیے[1]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	نواب الدین
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۳۹/۶/۱۱ھ	۳۹/۶/۱۱ھ	۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۲۷۳/۵۷)

استاد کا طلبہ سے بلا قیمت ادا کیے چیزیں منگوانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

استاد کا بالغ یا نابالغ طلبہ / بچوں سے اخبار یا پان منگوانا اور ان کو پیسے نہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

اخبار اور پان ایک مثال ہے، ان جیسی تمام چیزوں کا حکم تفصیل سے بیان فرمادیں، جن کے طلبہ کو پیسے نہ دیے جائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً

یہ طرزِ عمل تو ویسے بھی قبیح ہے، بلکہ نابالغ سے تو بہر حال اور بالغ کی دلی خوشی کے بغیر ناجائز بھی ہے اور ایک معلم اور استاد کے لیے اور پھر معلم قرآنِ پاک کے لیے تعلیم قرآن کی غرض سے حاضر ہونے والے طلبہ سے یہ رویہ اختیار کرنا تو اس قبیح عمل کی قباحت کو اور بھی کئی گنا بڑھا دیتا ہے، بالخصوص جبکہ معلم کی ماہانہ فیس بھی مقرر اور طے شدہ ہو، بلکہ اگر کوئی طالبِ علم از خود بھی پیش کش کرے تو جب تک کسی قسم کی بے جا رعایت کی طمع و لالچ یا رشوت شامل نہ ہونے کا یقین نہ ہو جائے، اس طرح کی خدمات لینے سے اجتناب لازم ہے۔ اس سے طلبہ کی

(۱) وفي «فتاویٰ قاضي خان» (۳/ ۲٤٤): و إذا أهدی أبو الصبي إلی معلم الصبي أو إلی مؤدبه شيئا في الأعياد إن لم يسأل ولم يلح عليه: لا بأس به، بل هو مستحب؛ لأنه بر وإن طلب ذلك قالوا في زماننا: له أن يطلب أجر مثله.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قاری صاحب اور ادارے کے درمیان تقرّری کے وقت تعیین مدت کی شرط طے نہ ہوئی ہو، تو ایسی صورت میں دوسرے مدرسہ میں تدریس کا اختیار کرنا شرعاً درست ہے۔ واضح رہے کہ اگر پہلے مدرسہ کی کم تنخواہ پر گزارا ہو جاتا ہو اور دین کا خاطر خواہ کام بھی ہو رہا ہو تو علماء وصلحاء نے صرف اضافی تنخواہ کی وجہ سے ادارہ چھوڑنے کو اخلاص کے منافی قرار دیا ہے، اور اگر قاری صاحب اور ادارے کے درمیان باہمی رضامندی سے ایک مدت متعین ہو تو قاری صاحب کے لیے بلا عذر شرعی مدرسہ چھوڑنا جائز نہیں(۱)۔

واللہ اعلم بالصواب
بندہ اختیار احمد شمسی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲/۱/۱۴۴۰ھ=۱۳/۹/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۲/۶)

الجواب صحیح
احسان اللہ عفی عنہ
۲/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۲/۱/۱۴۴۰ھ=۱۳/۹/۲۰۱۸ء

معلم کا طلبہ کے گھر سے کھانا منگوانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں استاد کے لیے یا ممتحن کے لیے (بالغ یا نابالغ) طلباء کرام کے گھر سے کھانا منگوانا شرعاً کیسا ہے؟

کیونکہ طالبِ علم خود کام نہیں کرتا، بلکہ ان کے والدین یا بھائی کی کمائی ہوتی ہے، آیا طالبِ علم والد یا بھائی سے اجازت لیے بغیر استاد کے لیے کھانا لا سکتا ہے؟ استاد یا ممتحن کے لیے کھانا لانے کے لیے والدین یا بھائی سے اجازت ضروری ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

جب استاد کے لیے پڑھائی کی فیس مقرر ہے تو استاد کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے لیے یا ممتحن کے لیے طلبہ سے کھانا وغیرہ منگوائے، بالخصوص اگر سرپرست کی طرف اجازت بھی نہ ہو، اس

(۱) لما في «الدر المختار» (٦/ ٤٦): (تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع) مما مر (يفسدها) كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل. وفي «درر الحكام في شرح مجلة الأحكام» (١/ ٤٤٦): (المادة ٤١٤) أجر المثل هو الأجرة التي قدرتها أهل الخبرة السالمين عن الغرض]...إلخ

کر پیغام دیں اور وصول کریں۔
کتنے سال کے بچے کو قاری صاحب اپنے گھر بھیج سکتے ہیں؟ دونوں صورتوں کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۰ سال سے زائد عمر کے نامحرم بچے کو گھروں میں بھیجنے سے احتراز لازم ہے، فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لڑکے سے پردے کی عمر ۱۰ سال اور لڑکی کے لیے ۹ سال مقرر فرمائی ہے، (احسن الفتاویٰ: ج ۸، ص ۳۶) بلکہ بعض اہل علم نے تغیرِ زمانہ کی وجہ سے لڑکے کے لیے سات سال کی عمر مقرر فرمائی ہے، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ سات سال سے زائد عمر کے نامحرم بچوں کو گھروں میں نہ بھیجا جائے، البتہ گھر کے دروازے سے پس پردہ پیغام یا سامان وغیرہ کی ترسیل اور وصولی میں کوئی حرج نہیں۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	نواب الدین
۹/۸/۳۹ھ	۹/۸/۳۹ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید
		۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۳۱۹۰)

دوسرے مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے استاد سے قرآنِ پاک پڑھنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
ایک قاری صاحب جو بریلوی، سلفی یعنی غیر مقلدیت کا عقیدہ رکھتا ہو تو ایسے قاری صاحب سے قرآنِ پاک پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

فی نفسہ جائز ہے، بشرطیکہ بچوں کو اپنے مکتبِ فکر کی ترغیب اور تبلیغ نہ کرے، البتہ طبائع میں فساد کے غالب ہونے کی وجہ سے چونکہ اس کی رعایت فی زمانہ مشکل ہے، لہٰذا مخالف مکتبِ فکر کے شخص کو معلم بنانے سے احتراز کرنا چاہیے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	نواب الدین
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	دارالافتاء جامعۃ الرشید
۹/۸/۳۹ھ	۹/۸/۳۹ھ	۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۳۱۹۸)

تربیت پر نہایت بُرا اور منفی اثر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۳۹/۶/۱۶ھ	۳۹/۶/۱۶ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۴۰۲/۵۷)

والد سے ناراض معلم کا اس کے بچے کو پڑھانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک طالبِ علم کے والد صاحب قاری صاحب کے ساتھ سلام دعا نہ رکھے اور ان کے ساتھ کینہ، بغض رکھے، والد کے اس عمل سے اس کے بیٹے (طالبِ علم) کی پڑھائی پر اثر پڑے گا؟

نوٹ: بغض رکھنے والے کا بیٹا حفظ کرتا ہے، استاد اس بچّے کے باپ سے ناراض ہے، جس کی وجہ سے بیٹے کی پڑھائی پر کافی اثر پڑا ہے۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر بچے کے والد کا یہ عمل کسی شرعی وجہ سے نہ ہو تو ایسی صورت میں کسی ثالث کے ذریعہ صلح اور تصفیہ کی کوشش کی جائے، ورنہ استاد اور والدین کے لیے بہتر یہی ہے کہ اس بچّے کو کسی دوسری درس گاہ میں ڈال دیا جائے، تا کہ بلا وجہ بچّے کا مستقبل خراب نہ ہو۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	نواب الدین
۳۹/۸/۹ھ	۳۹/۸/۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید
		۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۲۰۳/۵۷)

معلم کا طلبہ سے گھر کی خدمت لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب ۹ سال یا اس سے زائد عمر کے طالبِ علم کو اپنے گھر کسی کام سے بھیجے:

۱۔ قاری صاحب کے کام کے لیے طلبۂ کرام گھر میں جائیں۔

۲۔ قاری صاحب کے کام کے لیے طلبۂ کرام قاری صاحب کے گھر کے گیٹ پر کھڑے ہو

شرعی پردہ کا اہتمام نہ کرنے والے معلم کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جو (بھابھی، ممانی، سالی، خالہ کی بیٹی، چچا کی بیٹی، پھپھو کی بیٹی اور چاچی سے) پردہ نہیں کرتا تو اس قاری صاحب کو کون سمجھائے گا؟ آیا بچوں کے والدین، مکتب کی انتظامیہ، محلہ کی مسجد کا امام، دوست احباب، علاقے کے بااثر افراد یا اپنے والدین پردے کی تلقین کریں گے؟

(۱) اگر قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو وہ مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، تو اس مسجد کی انتظامیہ یا امام صاحب سمجھائے گا؟

(۲) اور اگر مکتب کسی کے ماتحت ہو تو مہتمم یا نگران سمجھائے گا؟ مکمل وضاحت فرمائیں۔

نوٹ: تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ اس قاری صاحب کے پاس پڑھنا اور اس قاری صاحب کا پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم ملهم الصواب

احکام شرعیہ تو تمام مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہیں، لیکن اہل علم اور دینی تعلیم دینے والے حضرات کے لیے اس پر عمل کرنا عوام کی بنسبت اور بھی زیادہ مؤکد ہے، اس لیے کہ یہ وارثین انبیاء کرام اور حاملین علم دین ہیں۔ چنانچہ امہات المؤمنین کو امت کی دوسری خواتین کی بنسبت احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی صورت میں دہرے اجر وثواب کی بشارت اور عمل نہ کرنے کی صورت میں دہرے عذاب کی وعید سنائی گئی:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ○﴾ [الأحزاب: ۳۰-۳۱]

پردہ کرنا اگرچہ ضابطہ کی رو سے خواتین کی ذمہ داری ہے اور ان کی بے پردگی کا گناہ انہیں کو ہوگا، لیکن کسی عالم دین یا معلم قرآنِ پاک کا اپنے گھر یا خاندان کی قریبی خواتین میں حتی الوسع شرعی پردے کے اہتمام کی کوشش نہ کرنا اور ایسی بے پردہ خواتین سے بے تکلف ملنا بھی نہایت

قبیح عمل اور بڑا گناہ ہے۔لہذا ایسے شخص کو کوئی بھی ذمہ دار شخص مناسب طریقہ سے تبلیغ کرسکتا ہے، البتہ مسئلہ سمجھانا کافی ہے، منوانا ضروری نہیں۔

ایسے معلم قرآن سے پڑھنا اگرچہ جائز ہے، لیکن مدرسہ اور درس گاہ کے ماحول اور طلبہ کی دینی تربیت کے حوالے سے منتظمین کو چاہیے کہ وہ کسی دیندار اور باعمل قاری صاحب کا تقرر کریں۔

اگر کوئی عالم یا معلم قرآن اپنے گھر یا خاندان میں شرعی پردے کی تلقین اور اہتمام کی کوشش کرتا ہو، لیکن اس کے باوجود خواتین پردہ نہ کریں اور یہ ان کے اس عمل پر ناگواری کا اظہار بھی کرتا ہو، تو ایسی صورت میں اس عالم و معلم پر کوئی ملامت نہیں۔

والله سبحانه وتعالىٰ اعلم		
نواب الدین	الجواب صحیح	الجواب صحیح
دارالافتاء جامعۃ الرشید	بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد
۲۳ شعبان ۱۴۳۹ھ	۲۳/۸/۳۹ھ	۲۳/۸/۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۳۲۸۱)		

بدعمل معلم سے تعلیم حاصل کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔ایک قاری صاحب جس کی ذاتی کلاس ہو، جو مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو اور وہ کسی کے ماتحت نہ ہو، وہ قاری صاحب طلبۂ کرام سے سگریٹ، چرس، پان، گٹکا، مین پوری، ماوا اور نشہ آور چیزیں منگواتے ہوں، تو ایسے قاری صاحب سے طلبۂ کرام کا قرآنِ پاک پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

۲۔نیز قاری صاحب طلبۂ کرام سے سگریٹ، چرس، پان، گٹکا، مین پوری، ماوا اور نشہ آور چیزیں منگوا کر اُس کا استعمال طلبہ کے سامنے یا چھپ کر کرے تو ایسے قاری صاحب سے قرآنِ پاک پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

۳۔ان مذکورہ حرکات کی وجہ سے قاری صاحب کو جس کی مسجد میں ذاتی کلاس ہو، امام مسجد یا انتظامیہ معطل کرسکتی ہے؟ نیز طلبۂ کرام کے والدین اپنے بچے ایسے قاری صاحب کے پاس بھیجیں یا نہ بھیجیں؟

دونوں سوالوں کا حکم علیٰحدہ علیٰحدہ واضح فرمائیں۔ نوٹ: نسوار مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟

شرعی پردہ کا اہتمام نہ کرنے والے معلم کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جو (بھابھی، ممانی، سالی، خالہ کی بیٹی، چچا کی بیٹی، پھپھو کی بیٹی اور چاچی سے) پردہ نہیں کرتا تو اس قاری صاحب کو کون سمجھائے گا؟ آیا بچوں کے والدین، مکتب کی انتظامیہ، محلہ کی مسجد کا امام، دوست احباب، علاقے کے بااثر افراد یا اپنے والدین پردے کی تلقین کریں گے؟

(۱) اگر قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو وہ مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، تو اس مسجد کی انتظامیہ یا امام صاحب سمجھائے گا؟

(۲) اور اگر مکتب کسی کے ماتحت ہو تو مہتمم یا نگران سمجھائے گا؟ مکمل وضاحت فرمائیں۔

نوٹ: تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ اس قاری صاحب کے پاس پڑھنا اور اس قاری صاحب کا پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

احکامِ شرعیہ تو تمام مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہیں، لیکن اہل علم اور دینی تعلیم دینے والے حضرات کے لیے اس پر عمل کرنا عوام کی بنسبت اور بھی زیادہ مؤکد ہے، اس لیے کہ یہ وارثین انبیاء کرام اور حاملین علم دین ہیں۔ چنانچہ امہات المؤمنین کو امت کی دوسری خواتین کی بنسبت احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی صورت میں دہرے اجر وثواب کی بشارت اور عمل نہ کرنے کی صورت میں دہرے عذاب کی وعید سنائی گئی:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ○﴾ [الأحزاب: ۳۰-۳۱]

پردہ کرنا اگرچہ ضابطہ کی رو سے خواتین کی ذمہ داری ہے اور ان کی بے پردگی کا گناہ انہیں کو ہوگا، لیکن کسی عالم دین یا معلم قرآنِ پاک کا اپنے گھر یا خاندان کی قریبی خواتین میں حتی الوسع شرعی پردے کے اہتمام کی کوشش نہ کرنا اور ایسی بے پردہ خواتین سے بے تکلف ملنا بھی نہایت

الجواب باسم ملہم الصواب

(۱-۲) ادارے کی طرف سے ملنے والی تنخواہ کا حق دار تو اصل معلم (استاد) ہی ہے، البتہ اگر استاد نے اپنے نائب فارغ التحصیل یا درس گاہ کے نگران شاگرد کے لیے اپنی طرف سے کچھ متعین کیا ہو تو وہ اس کا حقدار ہو گا، اور اگر کوئی اجرت مقرر نہیں کی تو اجرتِ مثل کا مستحق ہو گا، یعنی اس جیسے عمر اور تجربہ والا عموماً جس قدر اجرت کا مستحق شمار ہوتا ہے، اس کو بھی استاد کی طرف سے اتنا ہی ملے گا، البتہ اگر کسی شاگرد وغیرہ کو اس کی خواہش اور شوق خدمت پر یا اس کی تدریسی تربیت اور تدریب کی غرض سے درس گاہ حوالے کی گئی ہو تو ایسی صورت میں وہ مستحقِ اجرت نہ ہو گا، لیکن یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ نابالغ کو اس کے والدین کی ممانعت کی صورت میں مستقل نائب مقرر کرنا جائز نہیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس سے خود نگران طالبِ علم کی تعلیم میں حرج نہ ہو اور نہ ہی یہ بات ادارے کے ضابطہ کے خلاف ہو، اسی طرح یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ دینی تعلیم کی درس گاہ کو چھوڑ کر سوائے فرض حج کے مذکورہ امور انجام دینا شرعاً درست نہیں، بالخصوص جبکہ اس سے طلبہ کی تعلیم میں حرج آنے یا متاثر ہونے کا اندیشہ ہو، البتہ تعلیمی ایام کی بجائے ایامِ تعطیلات ان امور کا ایک اچھا مصرف ہیں(۱)۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	نواب الدین
۳۹/۵/۲۴ھ	۳۹/۵/۲۴ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۰۲۰/۵۷)

توتلے اور صحیح ادائیگی سے معذور شخص کا معلم قرآنِ پاک بننا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔ اگر کوئی قاری صاحب توتلا ہو تو ایسے قاری صاحب سے قاعدہ، ناظرہ اور حفظ پڑھنا کیسا ہے؟

(۱) لما في «الفتاوى الهندية» (٤/ ٤١٠): وأما البلوغ فليس من شرائط الانعقاد ولا من شرائط النفاذ عندنا، حتى إن الصبي العاقل لو آجر ماله أو نفسه فإن كان مأذونا تنفذ، وإن كان محجورا تقف على إجازة الولي عندنا. و في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٤/ ٤٢٠): «قال في «البحر»: وحاصل ما في «القنية» أن النائب لا يستحق شيئا من الوقف؛ لأن الاستحقاق بالتقرير، ولم يوجد ويستحق الأصيل الكل إن عمل أكثر السنة وسكت عما يعينه الأصيل للنائب كل شهر في مقابلة عمله والظاهر أنه يستحق لأنها إجارة ....إلخ.

الجواب باسم ملهم الصواب

(۱، ۲)۔ نسوار، گٹکا، اور مین پوری کا استعمال شرعاً مکروہ تنزیہی اور ناپسندیدہ ہے، البتہ چرس، افیون جیسی نشہ آور چیزوں کا استعمال ناجائز ہے، اس لیے جس معلم کے بارے میں یقین سے معلوم ہو جائے کہ وہ چرس، افیون وغیرہ جیسی کسی نشہ آور چیز کا استعمال کھلم کھلا کرتا ہے تو اس کو مدرس رکھنا درست نہیں، کیونکہ دینی تعلیم سے مقصود علم کے ساتھ ساتھ عملی تربیت بھی ہے اور ایسے بد عمل استاد سے بچوں کو پڑھوانا بچوں کی تربیت کے حوالے سے سخت نقصان دہ ہے۔

البتہ کسی کے بارے میں یقین نہ ہو، یا وہ کھلم کھلا طلبہ کے سامنے نہ پیتا ہو، یا اس چیز کا فقہی لحاظ سے نشہ آور ہونا تسلیم شدہ نہ ہو، جیسے نسوار، سگریٹ وغیرہ تو ایسی صورتوں میں ایسے معلم سے پڑھنا تو جائز ہے، لیکن یہ امور بھی بالخصوص معلم قرآن کے حق میں اخلاقی لحاظ سے معیوب اور قبیح ہیں، لہذا بہتر یہ ہے کہ ان قبائح وعیوب سے پاک استاد کے انتخاب کو ترجیح دی جائے[۱]۔

اگر تنبیہ کے باوجود اصلاح نہ ہو تو ایسے بد عمل معلم کو معطل کیا جا سکتا ہے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۲۳/۱۰/۳۹ھ	۲۳/۱۰/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید
		۲۳/شوال/۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۴۹۱/۵۷)

تنخواہ کا حق دار اصل معلم ہے یا کہ نائب؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے کہ:

(۱) اگر استاد گاؤں، عمرہ، حج یا چلّے کے لیے جائے اور کلاس اپنی کلاس کے فارغ التحصیل شاگرد کے حوالے کر دیں تو کیا اس صورت میں یہ شاگرد تنخواہ کا حق دار ہو گا یا نہیں؟

(۲) اگر استاد گاؤں، عمرہ، حج یا چلّے کے لیے جائے اور کلاس اپنی کلاس کے شاگرد (مانیٹر) کے حوالے کر دے تو کیا اس صورت میں یہ شاگرد (مانیٹر) تنخواہ کا حق دار ہو گا کہ نہیں؟

(۱) لما في «مقدمة صحيح مسلم» (۱/ ۱٤): عن محمد بن سيرين رحمه الله قال: «إن هذا العلم دين، فانظروا عمن تأخذون دينكم».

کر اپنی عادت تبدیل کر کے تدریس کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن اگر اپنے اوپر بالکل اعتماد نہ ہو اور اس گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں قاری صاحب کے لیے کسی دوسرے حلال ذریعۂ معاش کو اختیار کرنا ہی مناسب ہو گا(۱)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۱۱/۷/۱۴۴۰ھ

عبد الباسط
جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۱۱/۷/۱۴۴۰ھ=۱۹/۳/۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۴۲۷۴)

قاری صاحب کا مسجد کی بجلی اپنے ذاتی کام کے لیے استعمال کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

قاری صاحب جو مسجد میں طلباء کرام کو قاعدہ، ناظرہ اور حفظ پڑھاتا ہو لیکن مسجد کا امام، مؤذن یا خادم نہ ہو، اس کے لیے مسجد کی لائٹ، پنکھا یا موبائل کا چارج اپنی ذات کے لیے استعمال کرنا شرعاً کیسا ہے؟

نوٹ: قاری صاحب مسجد کی خدمت میں شامل نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ مسجد کی بجلی کا بل چونکہ وقف کی آمدنی یا چندہ سے ادا کیا جاتا ہے، اس لیے اگر واقف اور چندہ دہندگان کی طرف سے مسجد کی لائٹ، پنکھا استعمال کرنے اور موبائل چارج کرنے کی دلالۃً یا صراحۃً اجازت ہو، تو قاری صاحب کے لیے مسجد کی بجلی اپنی ذات کے لیے استعمال کرنا اور موبائل چارج کرنا درست ہو گا، ورنہ نہیں(۲)۔

---

(۱) لما في «مشكاة المصابيح» (كتاب العلم ، الفصل الأول، ص۳۲، دار الحديث): «عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة، إلا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له».

(۲) وفي «الدر المختار»: «شرط الواقف كنص الشارع، أي: في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به». (كتاب الوقف، مطلب في قولهم: شرط الواقف كنص الشارع: ٦/ ٦٦٤، ط: رشيدية)، وفي «الفتاوى الهندية»: وإذا أراد أن يصرف شيئا من ذلك إلى إمام المسجد أو إلى مؤذن المسجد فليس له ذلك، إلا إن كان الواقف شرط ذلك في الوقف، كذا في الذخيرة، ولو شرط الواقف في الوقف الصرف إلى إمام المسجد وبين قدره يصرف إليه إن كان فقيرا وإن كان غنيا لا يحل ،وكذا الوقف على الفقهاء المؤذنين، كذا في الخلاصة. (كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الثاني في الوقف
(حاشیہ جاری ہے۔۔۔)

۲۔ اگر کوئی قاری صاحب معذور ہو، الفاظ درست نہ پڑھ سکتا ہو، اس کے باوجود صحیح پڑھنے کی کوشش کرتا ہو، اس سے قرآن پاک پڑھنا کیسا ہے؟

۳۔ اگر کوئی قاری صاحب معذور ہو، الفاظ کو درست نہ پڑھ سکتا ہو، اور نہ ہی صحیح پڑھنے کی کوشش کرتا ہو۔ ایسے قاری صاحب سے قرآن پاک پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر ایسا شخص ایک جیسے، ملتے جلتے آواز والے حروف کی آواز میں فرق کسی بھی طرح (خواہ کوشش کر کے یا بلا کوشش) واضح کر سکتا ہو اور اس کا توتلا پن اس سے تعلیم حاصل کرنے میں رکاوٹ یا حرج کا باعث نہ ہو تو ایسا شخص تنخواہ دار معلم بننے کا اہل ہے، ورنہ نہیں[1]۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	نواب الدین
آفتاب احمد	بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۴/۵/۳۹ھ	۲۴/۵/۳۹ھ	۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۲۰۱۹)

غصہ پر قابو نہ پانے والا معلم تدریس کرے یا فیکٹری میں ملازمت کرے

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مکتب میں قاری صاحب ضبط قابو کرنے کے باوجود بھی بالغ یا نابالغ طلباء کی بطور سزا شرعی حدود کی مقدار سے زیادہ مار پیٹ کرتا ہے اور اپنے اوپر کنٹرول نہیں رہتا، اور مزاج ایسا بنا ہو بغیر مارے نہ پڑھا سکتا ہو، تو اس صورت میں تدریس چھوڑ کر فیکٹری کے کام کے لیے جانا کیسا ہے؟ یا قرآن ہی پڑھاتا رہے اور بچوں کی پٹائی بھی کرتا رہے؟ برائے کرم کوئی مفید مشورہ عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بچوں کو قرآنِ پاک پڑھانا نہایت ثواب کا کام ہے اور یہ صدقۂ جاریہ ہے، لیکن شرعی حدود سے زیادہ مار پیٹ کرنا سخت گناہ ہے، لہٰذا اول تو قاری صاحب کو اس عمل کے ثواب کو سامنے رکھ

---

(۱) لما في «الفتاوى الهندية» (۱/ ۸٦): ولا يجوز إمامة الألثغ الذي لا يقدر على التكلم ببعض الحروف إلا لمثله إذا لم يكن في القوم من يقدر على التكلم بتلك الحروف، فأما إذا كان في القوم من يقدر على التكلم بها فسدت صلاته وصلاة القوم.... وأما الذي لا يقدر على إخراج الحروف إلا بالجهد ولم يكن له تمتمة أو فأفأة، فإذا أخرج الحروف أخرجها على الصحة لا يكره أن يكون إماما. هكذا في «المحيط» في زلة القارئ.

تجوید کے بنیادی قواعد سے ناواقف معلم کا مکتب میں تقرر کرنا

کیا فرماتے مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) ایک قاری صاحب جس کے تلفظ اچھے ہوں لیکن تجوید کے بنیادی قواعد سے واقفیت نہ ہو، ایسے قاری صاحب کا بطورِ استاد مکتب کے ادارے میں تقرر کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) ایک قاری صاحب جو کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اس کی اپنی ذاتی کلاس ہو، جو مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، ایک قاری صاحب جس کے تلفظ اچھے ہوں، لیکن تجوید کے بنیادی قواعد سے واقفیت نہ ہو، تو کیا والدین ایسے قاری صاحب کے پاس اپنے بچوں کو پڑھنے کے لیے بھیجیں یا نہ بھیجیں؟ شرعاً ان دونوں سوالوں کا حکم مطلوب ہے، برائے کرم ان دونوں سوالوں کے جواب کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔۔۔۔۔واضح رہے کہ قرآنی مکاتب کھولنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ وہ قرآن کریم کو درست تلفظ خاص لہجے اور تجوید کے ساتھ پڑھ سکیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے قاری صاحبان سے پڑھیں جو علم تجوید میں ماہر ہوں اور اس فن کے ماہرین سے انہوں نے قرآن کریم سیکھا ہو اور خود اس کی عملی مشق طلباء کرام کو کرانے پر قادر ہو۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ایسے قاری صاحب جن کے تلفظ اچھے ہوں لیکن وہ تجوید سے ناواقف ہوں، ان کو استاد مقرر کرنے سے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، اس لیے مکتب میں ایسے افراد کا تقرر بطورِ استاد کے نہیں کرنا چاہیے [۱]۔

(۱) لما في «الدر المختار ورد المحتار» (۱/ ٦٣٠): منها القراءة بالألحان. (قوله بالألحان) أي: بالنغمات، وحاصلها: كما في «الفتح» إشباع الحركات لمراعاة النغم. (قوله: إن غير المعنى) كما لو قرأ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الفاتحة: ۲] وأشبع الحركات حتى أتى بواو بعد الدال وبياء بعد اللام والهاء وبألف بعد الراء...إلخ.

واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: حمزہ نذیر غفرلہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیہ، کراتشی
۲/ ۷/ ۱۴۴۰ھ = ۱۰/ ۳/ ۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۵۵/۲۱۵)

الجواب صحیح
عبد الباری غفرلہ
۱۰/ ۷/ ۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۹/ ۷/ ۱۴۴۰ھ

معلم کا مقرر کردہ اوقات میں تاخیر سے آنا اور تاخیر سے جانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کے قاری صاحب جس کی ذاتی کلاس ہو، قاری صاحب گھر یا مسجد میں بچوں سے فیس لے کر پڑھاتا ہو، اس کی کلاس کا وقت آٹھ (۸:۰۰) تا دس (۱۰:۰۰) مقرر ہو، لیکن قاری صاحب ساڑھے آٹھ (۸:۳۰) بجے پڑھانے کے لئے آئے اور اپنی طرف سے تصرف کرتے ہوئے ساڑھے دس بجے (۱۰:۳۰) چھٹی دے دے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ قاری صاحب کا اپنی طرف سے (خود ساختہ) تبدیلی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

صورتِ مذکورہ میں اگرچہ قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہے، لیکن قاری صاحب پر وقت کی پابندی ضروری ہے، قاری صاحب کے لیے اس طرح کرنا درست نہیں کہ اپنی طرف سے ساڑھے آٹھ بجے (۸:۳۰) آجائے اور ساڑھے دس (۱۰:۳۰) پر جائے، بلکہ اگر قاری صاحب کو وقت تبدیل کرنا ہو تو طلباء کے والدین کو بتا کر وقت تبدیل کرے[1]۔

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
جامعہ دار العلوم یاسین القرآن، کراچی
۲۳/ ۷/ ۱۴۴۰ھ

واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: صہیب حسن
متعلم جامعہ یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(فتویٰ نمبر: ۱۴۲۷۰)

(بقیہ حاشیہ)
على المسجد، وتصرف القيم: ٢/ ٤١٣، ط: دار الفكر، بيروت)

(١) وفي «ملتقى الأبحر» (٢/ ٤٨، كتاب الإجارة، ط: مؤسسة الرسالة): «والأجير الخاص من يعمل لواحد ويسمى أجير وحد. ويستحق الأجر بتسليم نفسه في مدته، كمن استؤجر للخدمة سنة أو لرعي الغنم. ولا يضمن ما تلف في يده وبعمله».

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۲/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
۲۰۱۸/۱۱/۲۱ء

الجواب صحیح
احسان اللہ عفی عنہ
۱۴۴۰/۳/۱۲ھ

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد اسلم عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس
۱۴۴۰/۳/۱۲ھ
۲۰۱۸/۱۱/۲۱ء
(فتویٰ نمبر: ۸۶/۱۲۶)

معلم کا طلبہ کے تکلیف پہنچانے پر انہیں بد دعا دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں جو بالغ اور سمجھ دار طالبِ علم استاد کو تکلیف پہنچائے اور قاری صاحب اس طالبِ علم کو بد دعا دے دیں۔ تو شرعاً اس قاری صاحب کا اور طالبِ علم کا کیا حکم ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

واضح رہے کہ دین اسلام نے مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ رہنے کا حکم دیا ہے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کسی کی دل آزاری کی جائے، جب کہ بعض رشتے ایسے مقدس ہوتے ہیں کہ ان کی دل آزاری سے کسی کو علمی اور روحانی نقصان پہنچتا ہے، جیسے کہ باپ بیٹے کا رشتہ، ماں باپ کا رشتہ اور اسی طرح استاد شاگرد کا رشتہ۔

صورتِ مسؤلہ میں شاگرد کا استاد کو قصداً تکلیف پہنچانا ازروئے شرع حرام ہے، اس پر توبہ اور استاد سے معافی مانگنا لازم ہے، چونکہ استاد اور طالبِ علم کا رشتہ نہایت مقدس اور حساس ہے اس لیے شاگرد کو استاد سے معافی مانگنا نہایت ضروری ہے، تاکہ کہیں اس کے حرمان کا سبب نہ بنے، نیز استاد کو بھی چاہیے کہ شاگرد کے لیے بد دعا نہ کرے، کیونکہ احادیث مبارکہ میں بد دعا سے منع کیا گیا ہے۔ بد دعا کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے معاف کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں[1]۔

الجواب صحیح
نجم الرحمٰن
۲۰۱۸/۱۲/۲۶ء

الجواب صحیح
غلام الرحمٰن
۱۴۴۰/۵/۱۸ھ

کتبہ: محمد عثمان بن حاجی غلام حسین
متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
جامعہ عثمانیہ، پشاور صدر
(فتویٰ نمبر: ۲۳۹۷/۲۹۷/۳۲۸)

(بقیہ حاشیہ)
الغني هبة. كذا في «البدائع».

(۱) لما في «صحيح البخاري» (۱/ ۱۱): عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما، عن النبي ﷺ قال: «المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه».

۲۔۔۔۔۔۔ واضح رہے کہ ایسے قاری صاحب جو کسی ادارے کے ماتحت نہ ہوں، بلکہ ذاتی طور پر طلباء کو پڑھاتے ہوں، تو ان کے لیے بچوں سے فیس لینا درست ہے۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کے لیے ایسے معلم کا انتظام کریں جو قرآن کریم کو درست اور تجوید کے مطابق پڑھانے پر قادر ہو، نیز ایسا علاقہ جہاں قرآنِ پاک کی صحیح تعلیم دینے کے لیے افراد اور ادارے موجود ہوں، وہاں کسی ایسے معلم کے پاس اپنے بچوں کو نہ بھیجے جو قرآن کریم تجوید کے ساتھ نہ پڑھا سکیں[۱]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	احسان اللہ عفی عنہ	وقار احمد تنولی عفی عنہ
۱۰/۳/۱۴۴۰ھ	۱۰/۳/۱۴۴۰ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس
۱۹/۱۱/۲۰۱۸ء		۱۰/۳/۱۴۴۰ھ-۱۹/۱۱/۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۵۵/۱۲۶)

معلم کا بالغ اور نابالغ طلبہ پر صدقہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کے قاری صاحب کا اپنے بالغ یا نابالغ طلباء کرام پر مطلقاً صدقہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ نفلی صدقات بالغ ونابالغ اور مالدار وغیر مالدار سب طلباء کرام کو دینا جائز ہے، لیکن صدقات واجبہ (کفارات، نذر وغیرہ) یا زکوٰۃ کی رقم صرف غریب اور مستحقِ زکوٰۃ طلباء کرام کو دے سکتا ہے اگر وہ بالغ ہو، اور نابالغ کو اس وقت دیا جا سکتا ہے کہ وہ سمجھدار ہو، اس کی ملکیت میں بقدر نصاب مال موجود نہ ہو، اور نہ ہی اس کے والد کی ملکیت میں بقدر نصاب مال ہو، اور وہ بچہ سید بھی نہ ہو، البتہ مالدار، مستطیع اور سید طلباء کرام کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں[۲]۔

---

(۱) لما في «بدائع الصنائع» (٤/ ١٨٤): «وأما في الأجير الخاص فا يشترط بيان جنس المعمول فيه ونوعه وقدره وصفته، وإنما يشترط بيان المدة فقط وبيان المدة في استجار الظئر شرط جوازه بمنزلة استجار العبد للخدمة؛ لأن المعقود عليه هو الخدمة، فما جاز فيه جاز في الظئر، وما لم يجز فيه لم يجز فيها، إلا أن أبا حنيفة استحسن في الظئر أن تستأجر بطعامها وكسوتها...إلخ».

(۲) لما في «البحر الرائق» (٢/ ٦٣): وقيد بالزكاة؛ لأن النفل يجوز للغني كما للهاشمي، وأما بقية الصدقات المفروضة والواجبة كالعشر والكفارات والنذور وصدقة الفطر: فلا يجوز صرفها للغني؛ لعموم قوله عليه الصلاة والسلام: «لا تحل صدقة لغني»، خرج النفل منها؛ لأن الصدقة على

(حاشیہ جاری ہے۔۔۔)

(۲)---مکتب میں قاری صاحب طلباء کرام کے سامنے گٹکا، مین پوری، رتن، ماوا، JM، سٹی، چھالیہ، تمباکو والا پان، استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سے طلباء کرام کی تربیت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب باسم ملہم الصواب

واضح رہے کہ مدرس اور معلم اپنے شاگردوں کے لیے رہنما کی حیثیت رکھتا ہے، معلم کے لیے ایسے افعال کا ارتکاب کرنا مناسب نہیں ہے جن سے ان کے ماتحتوں کی تربیت پر بُرا اثر پڑے، جبکہ مسئولہ صورت میں مذکورہ افعال ان امور میں سے ہیں جن کی وجہ سے طلباء کرام پر بُرا اثر پڑتا ہے، لہذا قاری صاحب کا طلباء سے مذکورہ خدمت لینا اور ان کے سامنے مذکورہ بالا اشیاء استعمال کرنا نامناسب ہے، نیز مدرسہ کے مہتمم کو بھی چاہیے کہ قاری صاحب کو ان افعال سے روکتا رہے اور تنبیہ کرتا رہے [۱]۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح	الجواب صحیح	قدرت اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ محمد یونس عفی عنہ	بندہ عبید اللہ عفی عنہ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۳/ ربیع الاول/ ۱۴۴۰ھ	۱۴۴۰/۳/۱۵ء	۱۳/ ربیع الاول/ ۱۴۴۰ھ = ۲۰۱۸/۱۱/۲۲ء
۲۰۱۸/۱۱/۲۲ء		(فتویٰ نمبر: ۹۷/۱۲۶)

معلم کا طلبہ کو ہدیہ دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

کیا قاری صاحب بالغ ونابالغ طالبِ علم کو ہدیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب باسم ملہم الصواب

قاری صاحب کا بالغ نابالغ سب طلباء کرام کو ازراہ محبت وشفقت ہدیہ دینا درست ہے [۲]۔

---

(۱) لما في «تنوير الأبصار مع الدر المختار» (۳/ ۵۵۵-۵۵۶): «تربية الولد (تثبت للأم) النسبية (ولو كتابية أو مجوسية ... إلا أن تكون مرتدة) فحتى تسلم...(أو فاجرة) فجورا يضيع الولد به، كزنا وغناء وسرقة ونياحة...إلخ.

(۲) لما في «الدر المختار مع رد المحتار» (۵/ ۶۸۷): (هي) لغة: التفضل على الغير ولو غير مال.

(حاشیہ جاری ہے---)

معلم کا مالی اعتبار سے کمزور طلبہ کو صدقہ دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب کے قاری صاحب طلباء کرام میں سے اس طالبِ علم کو جو پڑھنے کے ساتھ ساتھ عطر اور ٹوپیاں بیچتا ہو یا ٹیوشن پڑھاتا ہو، اس طالبِ علم کو قاری صاحب صدقہ دے سکتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ صدقاتِ واجبہ جیسے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، فدیہ وغیرہ صاحبِ نصاب اور سید کو دینا جائز نہیں ہے، جبکہ صدقات نافلہ مالدار، غریب، سید غیر سید، کافر سب کو دے سکتے ہیں۔

لہٰذا سوال میں ذکر کی گئی صورت میں اگر طالبِ علم صاحبِ نصاب اور سید نہ ہو تو فرض اور نفل دونوں قسم کے صدقات دینا جائز ہے، اور اگر طالبِ علم صاحبِ نصاب یا سید ہو تو پھر صرف نفلی صدقات دینا جائز ہے اور صدقات واجبہ اور زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	احسان اللہ عفی عنہ	بندہ ریاض الدین عفی عنہ
۱۱/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ	۱۱/۳/۱۴۴۰ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس
۲۰/نومبر/۲۰۱۸ء		۱۱/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
		۲۰/نومبر/۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۶۶/۱۲۶)

معلم کا اپنے لیے طلبہ سے مضرِ صحت اشیاء منگوانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱)۔۔۔۔مکتب میں قاری صاحب طلباء کرام سے گٹکا، مین پوری، رتن، ماوا، JM، سٹی، چھالیہ، تمباکو والا پان، طلباء کرام کو پیسے دے کر منگوا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سے طلباء کرام کی تربیت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

---

(۱) لما في «الفقه الإسلامي وأدلته» (۲/ ۷۹٤): «وأما صدقات التطوع: فيجوز دفعها للأصول والفروع والزوجات والأزواج، الدفع إليهم أولى؛ لأن فيه أجرين: أجر الصدقة وأجر الصلة...وتجوز صدقة التطوع للأغنياء والكفار، ولهم أخذها، وفيه أجر».

اس سے اجتناب لازم ہے (۱)۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ سراج الدین عفا اللہ عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۶/۳/۱۴۴۰ھ = ۲۵/۱۱/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۷/۱۲۷/۱۷)

الجواب صحیح
عبید اللہ عفی عنہ
۱۸/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ
۱۶/۳/۱۴۴۰ھ
۲۵/۱۱/۲۰۱۸ء

کیا تعلیمی کارکردگی میں کمزور طالب کا وبال معلم پر ہوگا؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں قاری صاحب کمزور طالبِ علم کو اپنی مکمل توجہ اور محنت سے پڑھائے اور اس طالبِ علم کو پورا ٹائم دیں، اس کے باوجود وہ کمزور طالبِ علم نہ پڑھ سکے، تو شرعاً اس قاری صاحب پر کوئی گناہ یا وبال ہوگا؟ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ اساتذۂ کرام کو چاہیے کہ طالبِ علم کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ علم دین کے فضائل سنا کر ترغیب دے کر محبت وشفقت کے ساتھ تعلیم پر آمادہ کرے، اور طالبِ علم کی استعداد کے مطابق حتی الامکان محنت وکوشش کرے، اور طالبِ علم پر مکمل نگرانی وتوجہ رکھیں، اس کے بعد بھی اگر کوئی طالبِ علم نہ پڑھ سکے اور قاری صاحب کی جانب سے کسی قسم کی کوئی کمی وکوتاہی شامل نہ ہو تو اس صورت میں قاری صاحب پر کوئی وبال نہ ہوگا (۲)۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ سید امداد اللہ عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس
۱۲/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ-۲۱/نومبر/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۷۹/۱۲۶)

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۲/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
۲۱/نومبر/۲۰۱۸ء

الجواب صحیح
احسان اللہ عفی عنہ
۱۲/۳/۱۴۴۰ھ

---

(۱) لما في «الموسوعة الفقهية الكويتية» (۹/ ۱۳): «وأن يشفق على المتعلمين، وأن يجريهم مجرى الوالدين ولدهما من نار الدنيا. قال رسول الله ﷺ: «إنما أنا لكم بمنزلة الوالد بأن يقصد إنقاذهم من نار الآخرة، وهو أهم من إنقاذ الوالدين ولدهما من نار الدنيا. وأن لا يتعظم على المتعلمين، بل يلين لهم ويتواضع. قال عمر ﷺ: «تواضعوا لمن علمكم، وتواضعوا لمن تعلمون، ولا تكونوا من جباري العلماء»....وأن يزجر المتعلم عن سوء الأخلاق بطريق التعريض ما أمكن ولا يصرح، وبطريق الرحمة لا بطريق التوبيخ...إلخ

(۲) لما في «الهندية» (۵/ ۵۰۰، ماجدية): «الأجير الخاص من يستحق الأجر بتسليم وبمضي المدة، ولا يشترط العمل في حقه لاستحقاق الأجر».

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	بندہ عبید اللہ عفی عنہ	بندہ محمد حسن وزیرستانی عفی عنہ
۱۴۴۰/۳/۸ھ	۱۴۴۰/۳/۸ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس
۲۰۱۸/۱۱/۱۷ء		۱۴۴۰/۳/۸ھ
		۲۰۱۸/۱۱/۱۷ء
		(فتویٰ نمبر: ۳۴/۱۲۶)

معلم کا طالبِ علم کو بددعا دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) مکتب میں جو طالبِ علم استاد کو تکلیف پہنچائے تو استاد اس طالبِ علم کو بددعا دے دیں تو شرعاً اس معلم قرآن کا کیا حکم ہے؟

(۲) طالبِ علم کو بددعا دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جو طالبِ علم سبق نہ سنائے یا دیر سے آئے یا شرارت کرے، یا چھٹی کرے، وغیرہ، استاد اس طالبِ علم کو غصہ میں سب طلباء کے سامنے یہ بددعا کردے: "اللہ تجھے غرق کرے، اللہ تجھے تباہ وبرباد کرے ، اللہ تعالیٰ تجھے جہنم میں داخل کرے" وغیرہ، تو شرعاً اس قاری صاحب کا کیا حکم ہے؟ ان تینوں سوالوں کے جواب علیحدہ علیحدہ عنایت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ استاد صاحب کا شاگرد کو بددعا دینا یا نازیبا جملے کہنا یہ کسی طرح بھی استاد کے منصب کے لائق نہیں۔ استاد کو اس سے احتراز کرنا چاہیے، لہٰذا اگر کوئی طالبِ علم سوال میں مذکورہ افعال کا مرتکب ہو تو بھی استاد کو چاہیے کہ مناسب طریقے سے اس کی اصلاح کرے اور محبت وشفقت کے ساتھ اچھے انداز سے سمجھائے، اور اگر مناسب سمجھے تو شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کے لیے کوئی سزا تجویز کرے۔ لیکن بچوں کے لیے بددعا کرنا یا نازیبا جملے وغیرہ کہنا،

(بقیہ حاشیہ)
وشرعاً: (تمليك العين مجانا) أي: بلا عوض، لا أن عدم العوض شرط فيه، ...(وسببها إرادة الخير للواهب) دنيوي كعوض ومحبة وحسن ثناء، وأخروي...(وشرائط صحتها في الواهب العقل والبلوغ والملك) فلا تصح هبة صغير ورقيق...إلخ.

بے نمازی معلم کا قرآنِ پاک پڑھانا اور ان سے پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب جو نماز نہیں پڑھتے ہے اور وہ قاری صاحب بچوں کی کلاس پابندی سے پڑھاتے ہیں، ایسے قاری صاحب کا پڑھانا اور اس قاری صاحب کے پاس پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟ شرعاً اس قاری صاحب کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلّماً

نماز فرض عین ہے، ہر مکلف کو اس کا ادا کرنا ضروری ہے، جو شخص نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے مگر بلا عذر شرعی سستی وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک کرتا ہے اور سزا کا بھی خوف رکھتا ہے تو ایسا شخص شرعاً فاسق ہے، کافر نہیں ہے، لہٰذا ان قاری صاحب کو سمجھایا جائے اور نماز کی تاکید کی جائے۔ جہاں تک ان سے بچوں کو پڑھانے کا تعلق ہے تو اگرچہ فی نفسہ ان سے بچوں کو پڑھانا جائز تو ہے، تاہم چونکہ استاد کے اعمال اور کردار کا بھی بچوں پر اثر ہوتا ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ کسی متبعِ سنت استاد کے پاس پڑھایا جائے[1]۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد عثمان غنی (تلہ گنگ)
المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث
جامعہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۱۴۳۹/۷/۴ھ = ۲۰۱۸/۳/۲۲ء
(فتویٰ نمبر: ۲/۶۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلیم عفا اللہ عنہ
۱۴۳۹/۷/۱۳ھ

الجواب صحیح
مسیح اللہ عفی عنہ

الجواب صحیح
بندہ حمزہ بن عبد الرزاق عفا اللہ عنہ
۱۴۳۹/۷/۶ھ

معلم کا ہوٹل میں بیٹھ کر چائے پینے یا مہمان کو پلانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر قاری صاحب ہوٹل میں بیٹھ کر خود چائے پیے یا کسی مہمان کو ہوٹل میں بٹھا کر چائے پلائے تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ بعض اکابر منع کرتے ہیں۔

---

(۱) لما جاء في «سنن ابن ماجه» (۱/ ۲۸۹، أبواب الفتن، ط: قديمي كتب خانه): «عن عبيد الله بن جرير، عن أبيه، قال: قال رسول الله ﷺ: «ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي، هم أعز منهم وأمنع، لا يغيرون، إلا عمهم الله بعقاب». وكذا في «الدر المختار» (۲/ ٦، كتاب الصلاة، ط: رشيدية).

واللہ اعلم بالصواب

مرزا مہتاب بیگ
المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث،
جامعہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۷/۶/۱۴۳۹ھ = ۲۴/۲/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۹۵/۵۷)

الجواب صحیح
عمران حسن
۷/۶/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح
احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ
دار الافتاء جامعہ عثمان بن عفان، کراچی
۱۳/۶/۱۴۳۹ھ

گانے سننے اور دیکھنے والے معلم کا پڑھانا اور ان سے پڑھنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:
ایک قاری صاحب ڈرامے، فلمیں دیکھتے اور گانے سنتے ہیں وغیرہ، ایسے قاری صاحب کا پڑھانا اور ایسے قاری صاحب کے پاس پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً

واضح رہے کہ ڈرامے، فلمیں اور گانے وغیرہ سننا ہر ایک کے لیے ناجائز و حرام ہے، جبکہ قرآنِ پاک پڑھانے والے کے لیے تو اس کی شناعت اور زیادہ ہے۔

صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کو چاہیے کہ فوری طور پر وہ اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کریں اور غلط حرکت کو چھوڑ دیں، بصورتِ دیگر اگر کوئی اور قاری میسر ہو جس پر صلاح و تقویٰ کے آثار غالب ہوں اور فسق وفجور میں مشہور نہ ہو، ان کو استاد مقرر کیا جائے، جب تک ایسا صالح قاری دستیاب نہ ہو اس وقت تک مذکورہ قاری صاحب سے قرآن پڑھنا بھی جائز ہے، البتہ اگر قاری صاحب کی وجہ سے بچوں کے اخلاق خراب ہونے کا اندیشہ ہو، تو ان کو تدریس سے فارغ کر دینا ضروری ہے [1]۔ واللہ اعلم بالصواب

تاج محمد بن نیاز محمد
المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث
بمعہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ۳۶/بی لانڈھی، کراچی
۱۵/۷/۱۴۳۹ھ = ۲/۴/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۸۳/۵۹)

الجواب صحیح
عمران حسن
۱۸/۷/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح
احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ
دار الافتاء جامعہ عثمان بن عفان، کراچی
۱۹/۷/۱۴۳۹ھ

(۱) لما جاء في «رد المحتار» (٤/ ٣٨٢): وفي آخر الفن الثالث من «الأشباه»: إذا ولى السلطان مدرسا ليس بأهل لم تصح توليته؛ لأن فعله مقيد بالمصلحة، خصوصا إن كان المقرر عن مدرس أهل، فإن الأهل لم ينعزل، وصرح البزازي في الصلح، بأن السلطان إذا أعطى غير المستحق فقد ظلم مرتين بمنع المستحق وإعطاؤه غير المستحق اهـ ملخصًا.

آداب حملة القرآن، ص۳۷، ط: دار ابن حزم).

ان میں ایک یہ ہے کہ معلم امور شرعیہ کا پابند ہو، اچھے اخلاق کا حامل ہو، گناہوں اور خلاف مروت کاموں سے پرہیز کرتا ہو، اور زیادہ ہنسی اور مذاق سے اجتناب کرتا ہو، سنجیدگی، پاکیزگی اور تواضع کی کوشش کرتا ہو۔ امام شافعی کا قول ہے:

وقد صح عن الشافعي رحمه الله أنه قال: «وددت أن الخلق تعلموا هذا العلم على أن لا ينسب إلى حرف منه... إلخ». (المجموع شرح المهذب: ۱/ ۲۸، ط: بيروت)

ترجمہ: کہ "میری تمنا ہے کہ لوگ علم دین (دوسرے لوگوں سے) حاصل کرلیں، کہ میری طرف اس کے ایک حرف کی نسبت بھی نہ کی جائے"۔

اس تمہید کے بعد سوال کے متعلق جواب پیش خدمت ہے:

کسی ہوٹل پر جبکہ وہاں لہو ولعب اور گناہ کے کام نہ کیے جارہے ہوں، قاری صاحب یا غیر قاری صاحب کے لیے بیٹھ کر کھانا کھانے یا چائے پینے میں مسئلہ کے لحاظ سے تو کوئی حرج نہیں، البتہ اگر کوئی بزرگ فتنے کے خدشہ سے اپنے متعلقین کو اس سے منع کرتے ہوں، تو یہ عمل ان کا تقویٰ اور احتیاط پر مبنی ہے جو کہ شرعاً مستحسن ہے(۱)۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۴۳۹/۰۶/۲۲ھ
۲۰۱۸/۰۳/۱۱ء

الجواب صحیح
محمد مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ
۱۴۳۹/۰۶/۲۲ھ
۲۰۱۸/۰۳/۱۱ء

بندہ عطاء الرحمٰن جلالی عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴۳۹/۰۶/۲۲ھ = ۲۰۱۸/۳/۱۱ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۵/ ۱۲)

معلم کا طلبہ کو گدھا، ماما اور کاکا وغیرہ کے الفاظ سے پکارنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب کا بچوں کو گدھا، کتا، الو کا پٹھا، ماما، کاکا، نانا، وغیرہ پکارنا شرعاً کیسا ہے؟

اس بارے میں قاری صاحب کے لیے کیا حکم ہے؟

---

(۱) لما في «الدر المختار مع رد المحتار» (۶/ ۳۴۸): «لو دعي إلى دعوة فالواجب الإجابة إن لم يكن هناك معصية ولا بدعة، والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم يقينا أن لا بدعة ولا معصية اهـ والظاهر حمله على غير الوليمة لما مر ويأتي تأمل».

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

تمہیداً کچھ باتیں عرض کی جاتی ہیں، یقیناً آدمی جن لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے، تو اکثر اس میں ان کی اچھی و بری صفات خود بخود منتقل ہوتی جاتی ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مثل الجليس الصالح والسوء كحامل المسك ونافخ الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك وإما أن تبتاع منه وإما أن تجد منه ريحا طيبة. ونافخ الكير إما أن يحرق ثيابك وإما أن تجد منه ريحا خبيثة». (مشكاة المصابيح: ٢/ ٤٢٦، قديمي كتب خانه).

ترجمہ: "نیک و بد ہم نشین کی مثال مشک اٹھانے والے یا لوہار کی بھٹی میں پھونک مارنے والے کی سی ہے، مشک اٹھانے والا یا تو تمہیں مشک مفت دے گا، یا تم اس سے مشک خرید لوگے، یا کم از کم تمہیں خوشبو مل ہی جائے گی۔ لوہار کی بھٹی میں پھونک مارنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا، یا کم از کم تمہیں بدبو محسوس ہو ہی جائے گی"۔

خصوصاً علم دین حاصل کرنے والا بہت جلد اپنے استاد کی صحبت سے متاثر ہو کر ان کے چال چلنے لگتا ہے، جیسا کہ علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے:

عن محمد بن سيرين رحمه الله قال: إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم.... إلخ. (المسلم: ١/ ١١، ط: الميزان)

ترجمہ: کہ "یہ علم حاصل کرنا پورا دین کا حاصل کرنا ہے، لہٰذا اچھی طرح سوچ لو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو"۔

اسی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء کرام نے معلم کے لیے کچھ شرطیں مقرر کی ہیں:

وينبغي للمعلم أن يتخلق بالمحاسن التي ورد الشرع بها، والخصال الحميدة، والشيم المرضية، التي أرشده الله إليها من الزهادة في الدنيا، والتقلل منها، وعدم المبالاة بها وبأهلها، والسخاء والجود ومكارم الأخلاق.... (التبيان في

طلبہ کو گالیاں دینے والے معلم کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

دورانِ تعلیم اگر معلم قرآن طلباء کو گالیاں دے تو اس معلم قرآن کا شرعاً کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

کسی بھی مسلمان کو گالی دینا موجبِ فسق اور سخت گناہ ہے۔ اس سے گالی دینے والا فاسق بن جاتا ہے، خواہ گالی دینے والا کوئی بھی ہو، احادیث مبارکہ میں گالیاں دینے پر سخت وعیدیں آئی ہیں، یہاں تک کہ اسے منافقین کی علامت قرار دیا گیا ہے، لہٰذا بر تقدیرِ صدقِ مستفتی، معلم قرآن کا طلباء کو گالیاں دینا ناجائز اور گناہ کا کام ہے، معلم قرآن کو اس پر توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لیے اس سے بچنا لازمی ہے۔

طلباء سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو ان کو نرمی سے سمجھانا چاہیے اور شرعی حدود میں رہ کر ہلکی پھلکی مار کی بھی اجازت ہے، لیکن گالیاں دینا کسی بھی حالت میں جائز نہیں، اس سے اجتناب لازمی ہے، بلکہ معلم قرآن کے لیے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ وہ اس طرح کے گناہ سے بچنے والا ہو[۱]۔

واللہ اعلم بالصواب
فقط: فدا محمد
التخصص فی الافتاء بمعہد الخلیل الاسلامی
۱۰/ربیع الثانی/۱۴۳۸ھ
۹/جنوری/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۸۱۸۷)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

---

(۱) لما في «صحيح البخاري» (۱/ ۲۷): عن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر. وفي «سنن الترمذي» (٤/ ۳٥۰): عن عبد الله ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: «ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذيء».

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب حامدًا ومصلیًا

کسی شخص کو ایسے نام سے پکارنا جس سے اس شخص کی توہین و تذلیل ہو، ناجائز اور حرام ہے، قرآن کریم میں ایسے بُرے ناموں سے کسی کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[الحجرات: ۱۱]

ترجمہ: ”اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو، اور نہ ایک دوسرے کو بُرے اَلقاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بہت ہی بری بات ہے، اور جو لوگ ان باتوں سے باز نہ آئیں تو وہ ظالم لوگ ہیں“۔ (ترجمہ از آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت کے تحت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ اس امر سے سختی سے منع کیا گیا ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو ایسے لقب یا نام یا عرفیت سے پکارا جائے جو اسے ناپسندیدہ اور ناگوار ہو، اور جو کوئی ایسا کرے وہ فاسق ہے۔(احکام القرآن اردو ترجمہ، ج۴ ص۶۵۳)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کا بچوں کو ان الفاظ سے پکارنا درست نہیں ہے، نیز اس سے بچوں کے اخلاق بھی بگڑتے ہیں، اس لیے قاری صاحب کو ان الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرنا لازم ہے، خصوصی طور پر جب قرآنِ پاک سامنے ہو تو ان الفاظ کے استعمال کرنے سے قرآن کی بے ادبی بھی ہے[1]۔

الجواب صحیح سعید احمد ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی	الجواب صحیح محمد سلمان عفی عنہ الجواب صحیح محمد شفیق عارف	کتبہ: محمد باسط المتخصص بمعہد الخلیل الاسلامی ۱۳ جمادی الاولیٰ/۱۴۳۹ھ (فتویٰ نمبر: ۱۰۸۵۹)

(۱) لما في «البحر الرائق» (۵/ ۵۰): وذكر قاضي خان عن امالي أبي يوسف في يا خنزير يا حمار يعزر، ثم قال: وفي رواية محمد لا يعزر، وهو الصحيح. وصاحب «الهداية» استحسن التعزير إذا كان المخاطب من الأشراف. وتبعه في «التبيين».

قرآن پاک بھولنے والے شخص کا معلم بننے اور قرآنِ پاک پڑھانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر قاری صاحب کو قرآن پاک یاد نہ ہو تو وہ استاد بننے کا اہل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور قرآنِ پاک یاد نہ ہونے کے باوجود پڑھانے سے گناہگار ہو گا کہ نہیں؟ آیا صغیرہ گناہ کا مرتکب ہو گا یا کبیرہ گناہ کا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوہاب

قرآن پاک پڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ پڑھانے والا تجوید کا ماہر ہو اور تصحیح حروف پر بھی قادر ہو، تاکہ قرآن پاک پڑھانے میں تمام قواعد کا لحاظ ہو۔ لیکن قاری صاحب کا حافظِ قرآن ہونا ضروری نہیں۔ ہاں حفظ پڑھانے کے لیے بہتر یہی ہے کہ قاری صاحب حافظ ہو، تاکہ قرآنِ پاک سننے اور یاد کرانے میں کوئی کمی باقی نہ رہے[1]۔

کتبہ: عبدالبصیر
المتخصص فی الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی
۱۴۳۸/۵/۱۷ھ = ۲۰۱۸/۲/۳ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۲۰۱)

الجواب صحیح
محمد سلمان عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد

استاد کا بچوں کو قاعدہ بیچ کر نفع حاصل کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر معلم قرآن جو جمعیت تعلیم القرآن سے قاعدہ بیس (۲۰) روپے کا لیتا ہے اور وہ قاعدہ بچوں کو پچیس (۲۵) روپے کا دیتا ہے، کیا یہ پانچ روپے استاد کے لیے لینا جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: جمعیت کے قاعدے عام دکانوں میں نہیں ملتے، اگر قاری صاحب پچاس (۵۰) قاعدے لائے تو اس کی رقم ایک ہزار (۱۰۰۰) روپے بنتے ہیں، ہزار (۱۰۰۰) روپے بند ہونے

(۱) لما في «فتح رب البرية شرح المقدمة الجزرية في علم التجويد» (ص١٦): حكم التجويد: تعلمه فرض كفاية، أي: إذا قام به من يكفي سقط عن الباقين، أما العمل به فهو فرض عين، يقول الإمام ابن الجزري في «النشر»: «ولاشك أن الأمة كما هم متعبَّدون بفهم معاني القرآن وإقامة حدوده متعبَّدون بتصحيح ألفاظه وإقامة حروفه على الصفة المتلقاة من أئمة القراءة المتصلة بالحضرة النبوية الأفصحية العربية التي لا تجوز مخالفتها ولا العدول عنها إلى غيرها».

معلم کا گھر گھر جا کر قرآن پاک کی ٹیوشن پڑھانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب کی گھریلو حالات و معیشت کمزور ہو اور وہ گھروں میں جا کر بچوں کو ٹیوشن پڑھاتا ہو تو اس طرح گھر گھر جا کر پڑھانا قرآن پاک کی بے ادبی تو نہیں؟

قاری صاحب کے لیے ٹیوشن پڑھانے کا کیا معیار ہے؟ شرائط و ضوابط کے ساتھ ذکر فرما دیجیے۔ (ٹیوشن پڑھانا مدرسہ کے اوقات کے علاوہ خارجی ٹائم میں ہوتا ہے)۔

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ حدودِ شرعیہ میں رہتے ہوئے گھروں میں جا کر قرآن کریم یا دینیات کی تعلیم دینا فی نفسہ جائز ہے۔

تاہم مروجہ طریقے کے مطابق گھروں میں جا کر تعلیم دینے میں بہت سے مفاسد پائے جاتے ہیں، مثلاً بے پردگی، یا اہل خانہ کی طرف سے قاری صاحب کے ساتھ ہتک آمیز رویہ کا اختیار کیا جانا، جو کہ علم اور اہل علم کے وقار اور آداب کے خلاف ہے۔

اسی طرح قرآنِ پاک کی تعلیم گھر گھر جا کر دینے میں اس کی بے وقعتی کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے، لہٰذا مروجہ طریقے کے مطابق ٹیوشن پڑھانے سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: محمد سرفراز
المتخصص فی الافتاء بمعہد الخلیل الاسلامی
۲۷/۵/۳۸ھ=۲۵/۲/۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۸۷۳۷)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

---

(١) لما في «الفتاوى الشامية» (٦/ ٥٥): قوله: (ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن إلخ)، قال في «الهداية»: وبعض مشايخنا رحمهم الله تعالى استحسنوا الاستجار على تعليم القرآن اليوم؛ لظهور التواني في الأمور الدينية، ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ اهـ. وفيه أيضا (١/ ٤٠٦): «(وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين رجال)، لا لأنه عورة، بل: (لخوف الفتنة).

صورتِ مسئولہ میں جب شاگرد اپنی غلطی پر پشیمان ہے اور انتہائی عاجزی سے اس غلطی کی معافی استاد سے مانگتا ہے تو استاد کو چاہیے کہ وہ اس کو معاف کرے، کیونکہ معاف کرنا متقی اور نیک لوگوں کی صفات میں شمار کیا گیا ہے۔ اور استاد کا معاف نہ کرنا انتقامی جذبہ کی نشانی ہے، جو استاد کو زیب نہیں دیتا(۱)۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کاتب: کاشف خان عثمانی
غلام الرحمن	مجم الرحمن	متخصص فی الفقہ والافتاء
۱۴۴۰/۲/۱۸ھ	۲۰۱۸/۱۰/۲۵ء	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۵۹/۲۹۷/۳۲۸)

معلم کا طلبہ کو عیدی دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب کے قاری صاحب کے پاس عید الفطر یا عید الاضحیٰ والے دن کوئی شاگرد ملنے آجائے تو قاری صاحب کا طلباء کرام کو عیدی یعنی رقم دینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

شریعت آپس میں محبت بڑھانے اور ہمدردی کرنے کی بنا پر ہدیہ دینے کی ترغیب دیتی ہے، خاص کر اساتذہ اگر اپنے شاگردوں کو کچھ دیتے ہیں تو روحانی باپ ہونے کے ناطے شفقت کے اظہار کے طور پر دیتے ہیں، اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں۔

لہذا صورتِ مسئولہ میں عید کے دن اپنے شاگردوں کو عیدی دینا ہدیہ کی حیثیت ہے، لہذا اس میں کوئی حرج نہیں(۲)۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کاتب: حکمان الحق
غلام الرحمن	مجم الرحمن	متخصص فی الفقہ
۱۴۴۰/۲/۱ھ	۲۰۱۸/۱۰/۱۱ء	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۳۴/۲۹۷/۳۲۸)

(۱) والدليل على ذلك في «القرآن الكريم»: ﴿ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلْكَٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٣٤]. وفي «شعب الإيمان» (١٠/ ٤١٧ فصل في التجاوز والعفو وترك المكافاة): عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه قال: كنت أمشي ذات يوم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يا عقبة بن عامر، صل من قطعك، وأعط من حرمك واعف عمن ظلمك».

(٢) لما في «الأدب المفرد» (١/ ٣٠٦): «قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تهادوا تحابوا».

کی صورت میں ہر قاعدہ کا منافع پانچ (۵) روپے لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اگر استاد محترم نے یہ قاعدے اپنے ذاتی پیسوں سے خریدے ہیں اور کسی کی طرف سے بطورِ وکیل کے نہیں لیے ہیں تو جب استاد صاحب نے بیس روپے کا قاعدہ خرید لیا تو وہ اس کے مالک بن گئے، اس لیے استاد صاحب کی ملک میں جو قاعدے ہیں ان کو ان قاعدوں میں تصرف کا حق حاصل ہے، لہٰذا اس میں وہ جو پانچ روپے نفع لے رہا ہے وہ نفع لینا استاد صاحب کے لیے درست ہوگا[1]۔

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد سلمان حنفی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

کتبہ: محمد سعد پراچہ
متخصص فی الافتاء
معہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد
۸/۶/۱۴۳۸ھ=۸/۳/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۸۹۷۶)

معلم کا کسی غلطی پر طالبِ علم کو معاف نہ کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں ایک طالبِ علم سے کوئی غلطی ہو جائے اور وہ طالبِ علم قاری صاحب سے بڑی عاجزی سے معافی مانگے، لیکن قاری صاحب طالبِ علم کو بالکل معاف نہ کریں، تو شرعاً اس قاری صاحب کا کیا حکم ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

طالبِ علم اور استاد کا رشتہ روحانی باپ بیٹے کا ہوتا ہے، اس لیے طالبِ علم کے لیے استاد کے سامنے ایسی حرکات سے اجتناب کرنا چاہیے جس سے استاد کو دکھ اور تکلیف پہنچتی ہوں، تاہم اگر شاگرد سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے، تو اس کو چاہیے کہ فوراً استاد سے اس غلطی کی معافی مانگے، تاکہ استاد کے دل میں جو کوفت اور خفگی ہے وہ ختم ہو جائے، اور استاد کو چاہیے کہ معافی مانگنے پر اس کو معاف کردے۔

---

(۱) لما في «شرح المجلة»: كل يتصرف في ملكه كيف يشاء، لكن إذا تعلق حق الغير يمنع المالك من تصرفه. (٤/ ١٣٢، ط: المكتبة الرشيدية)، وفي «البحر الرائق»: هو مبادلة المال بالمال بالتراضي، البيع يلزم بإيجاب وقبول. (٥/ ٤٢٩، المكتبة الرشيدية).

لہذا صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کا اپنے شاگردوں کو کھانے کی دعوت کرنا شرعاً درست اور جائز ہے، اگر قاری صاحب طیبِ نفس سے اپنے شاگردوں کو کھانے کی دعوت دے تو شاگردوں کا استاد کی دعوت قبول کرنا اور اس کی خوشی کی خاطر دعوت میں شرکت کرنا چاہیے، لیکن اس بات کا خیال رکھے کہ اگر دعوت دینے یا قبول کرنے سے انتظامی امور میں خلل واقع ہو، یا اس سے بُرے اثرات پڑنے کا خدشہ ہو تو اس صورت میں احتراز کرنا چاہیے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: حیات الرحمٰن عثمانی
غلام الرحمٰن	نجم الرحمٰن	شریک تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۱۷/۲/۱۴۴۰ھ	۱۸/۱۰/۲۰۱۸ء	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۵۵/۲۹۷/۳۲۸)

معلم کا بچوں کو غلط قرآن پڑھانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔ اگر معلمِ قرآن بچوں کو قرآنِ پاک یا قاعدہ صحیح پڑھانے پر قادر ہو اس کے باوجود وہ بچوں کو صحیح نہ پڑھائے، اس معلم قرآن کا کیا حکم ہے؟

۲۔ جب استاد بچوں کو غلط قرآن مجید پڑھائے، جس کے نتیجے میں جب شاگرد بقیہ زندگی جب تک قرآن مجید کی غلط تلاوت کرتا رہے گا کیا اس کا گناہ شاگرد کے ساتھ ساتھ استاد کو بھی ملتا رہے گا یا نہیں؟ دلائل شرعیہ سے جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہو۔

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

واضح رہے کہ اسکول ٹیچر، مدارس کے اساتذہ اور اسی طرح ماہانہ تنخواہ پر رکھا گیا ملازم اجیر خاص کہلاتا ہے، اور اجیر خاص مقررہ وقت میں مفوضہ کام کے انجام دینے کا پابند ہوتا ہے۔ فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اجیر خاص میں کسی وجہ سے اس کام کی صلاحیت نہ رہے جس کے لیے اسے اجارہ یعنی ملازمت پر رکھا گیا ہے تو مستاجر اجارہ فسخ (ختم) کر سکتا ہے۔

---

(۱) لما في «صحيح مسلم» (۲/ ۱۰۵۳): عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من دعي إلى عرس أو نحوه: فليجب. وفي «سنن أبي داود» ت الأرنؤوط (۵/ ۵٦۹): عن أبي الزبير عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من دعي فليجب، فإن شاء طعم، وإن شاء ترك».

معلم کا بالغ طلبہ کو پکنک کے لیے لے جانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
قاری صاحب کا اپنے مکتب کے بالغ اور سمجھدار طلباء کو پکنک کے لیے لے کر جانا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ نے حدود کی رعایت رکھتے ہوئے سیر و تفریح کی اجازت دی ہے، مثلاً اسراف اور تصویر کشی نہ ہو، مردوزن کا اختلاط نہ ہو، خرافات، بے حیائی اور عریانی کی جگہوں میں نہ جائے، فقط خوبصورت مناظر دیکھنے اور تفریح کے لیے جائے تو کوئی حرج نہیں۔
پس صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب اگر اپنے بالغ اور سمجھدار طلباء کو مذکورہ شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے والدین کی اجازت ورضامندی سے پکنک کے لیے لے کر جائے تو جائز ہوگا[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: زکی اللہ عثمانی
غلام الرحمن	نجم الرحمن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۱۴۴۰/۲/۷ھ	۲۰۱۸/۱۰/۱۶ء	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۳۹/۲۹۷/۳۲۸)

معلم کا اپنے طلبہ کی دعوت کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
مکتب کے قاری صاحب کا اپنے طلباء کرام کے لیے کھانے کی دعوت کرنا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب وباللہ التوفیق

شرعی نقطۂ نظر سے کسی مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کے لیے دعوت کرنا شرعاً درست اور جائز ہے، لہٰذا دوسرے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی دعوت کو قبول کرے۔

(۱) لما في «السنن الكبرى» (رقم ۱۳۹۷۲): عن ابن عمر رضي الله عنه: قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «سافروا تصحوا تغنموا».

پڑھانے والے استاد کو مقرر کیا اور اپنی ذمہ داری پوری نہ کرکے خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور قیامت کے دن ہر ایک سے ان کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

«ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته» (الحديث).

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں قرآنِ پاک غلط پڑھانے کی وجہ سے جہاں شاگرد غلط پڑھنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا، وہیں استاد اور منتظم اس گناہ سے بریٔ الذمہ نہیں ہوسکتے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: محمد احمد بلتی
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد شفیق عارف	دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن
	۳۸/۴/۱۰ھ	۸/ربیع الثانی/۱۴۳۸ھ = ۷/جنوری/۲۰۱۶ء
		(فتویٰ نمبر ۲۷۱۳)

معلم کا محارم کی موجودگی میں غیر محرم عورت کو تعلیم دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جو اپنی گھر والی کو قرآنِ پاک پڑھاتا ہو، اس کے ساتھ قاری صاحب کی بہن اور بھابھی بھی سامنے بیٹھ کر سبق پڑھتی ہیں، سبق سننے اور سناتے ہوئے قاری صاحب اور بھابھی کی ایک دوسرے پر نظر پڑتی ہے، بھابھی شرعی پردے میں ہو یا شرعی پردے میں نہ ہو، قاری صاحب کا ان کو پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟ یا بھابھی کو علیٰحدہ کمرے میں بٹھا کر قاری صاحب پڑھائیں؟ یعنی بھابھی کمرے میں ہو اور قاری صاحب باہر صحن میں ہو۔

نوٹ: شرعی پردے سے مراد بھابھی نے برقعہ پہنا ہو اور بھابھی کے جسم کے کوئی بھی اعضاء نظر نہ آئیں، غیر شرعی پردے سے مراد بھابھی کے ہاتھ، پاؤں اور چہرہ نظر آئے، بھابھی قاری صاحب کی سالی ہو۔

تسلی بخش جواب تفصیل سے واضح فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ جس طرح عورتوں کے لیے اجنبی مردوں سے پردہ کرنا لازم ہے، اسی طرح مردوں کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اللہ رب العزت قرآنِ پاک مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

الإجارة تنقض بالأعذار عندنا. (الفتاوى الهندية: ٤/ ٤٥٨، ط: رشيدية).

"رد المحتار" میں ہے:

في «البزازية»: استأجر عبدا للخدمة فمرض العبد إن كان يعمل دون العمل الأول له خيار...وفي «الولوالجية»: وكذا لو أبق فهو عذر أو كان سارقا؛ لأنها توجب نقصانا في الخدمة. (ردّ المحتار: ٦/ ٧٩، ط: سعيد).

لہذا صورتِ مسئولہ میں اگر معلمِ قرآن صحیح پڑھانے پر قدرت رکھنے کے باوجود بچوں کو صحیح نہ پڑھائے تو پہلے اسے تنبیہ کرے، اور تنبیہ کے باوجود بھی صحیح نہ پڑھائے تو ایسے معلم سے معذرت کر کے کسی اچھے استاد کو مقرر کرنا چاہیے۔

۲۔ جب کوئی ادارہ کسی کو استاد مقرر کرے تو اسے چاہیے کہ وہ طلبہ کو امانت سمجھ کر ان کی صحیح تربیت کرے اور ان کو بہتر سے بہتر انداز میں تعلیم کے زیور سے آراستہ کرے، ادارے نے جس اعتماد کے ساتھ بچوں کو اس کے حوالے کیا ہے اس کا لحاظ رکھے، اور جو اس کی ذمہ داری ہے اسے بحسن وخوبی انجام دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾[النساء: ٥٨].

ترجمہ: "بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہلِ حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو"۔

اگر کوئی استاد بچوں کو غلط تعلیم دے، غلط قرآنِ پاک پڑھائے تو ایسا شخص اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنے کی وجہ سے خیانت کا مرتکب ہو کر عند اللہ مجرم ہوگا اور شاگرد کے غلط قرآن پڑھنے کی وجہ سے استاد بھی گناہگار ہوگا۔

اس صورتحال میں استاد کے ساتھ منتظم بھی بریٔ الذمہ نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اچھا استاد اور اچھا قاری مہیا کرنا منتظم اور ادارے کی ذمہ داری ہوتی ہے، اور انہوں نے غلط قرآنِ پاک

۲۔ایک قاری صاحب کے گھر میں کچھ لڑکیاں اور عورتیں پڑھنے کے لیے آئیں اور قاری صاحب شرعی حدود میں رہ کر پڑھائے تو ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

ان دونوں صورتوں کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ا۔۲۔صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کا غیر محرم خواتین کو پڑھاتے وقت اگر پردے کا انتظام نہ ہو، یا غیر محرم خواتین کے ساتھ اختلاط ہو تو ایسی صورت میں غیر محرم خواتین کو پڑھانا بالکل جائز ہی نہیں، خواہ قاری صاحب خواتین کے گھر جائے یا خواتین قاری صاحب کے گھر آئیں۔پردے کا اہتمام ہو تو بھی بالغہ عورت کے قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کے لیے کسی معلمہ کا انتخاب ہی بہتر ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: فضل واحد
ابو بکر سعید الرحمٰن	محمد شفیق عارف	متخصص فقہ اسلامی، جامعہ علوم اسلامیہ
	۷/۹/۳۹ھ	علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی
		۷/۹/۱۴۳۹ھ=۲۳/۵/۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر ۶۲۲۹)

طلبہ کا مستحقِ زکوٰۃ معلم کو قربانی کی کھال یا اس کی رقم دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

کیا یہ بات حقوق الاستاد میں شامل ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک شاگرد اپنے استاد قاری صاحب جو مستحقِ زکوٰۃ ہوں، یعنی جو زکوٰۃ کا مستحق ہو استاد کو کھال یا کھال کی رقم پیش کرے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر کھال یا اس کی قیمت استاد کو دینا استاد کے حقوق میں سے نہیں ہے۔البتہ اگر کوئی طالبِ علم اپنے استاد کو کھال ہدیہ کرنا چاہے تو درج ذیل تفصیل کے

(۱) لما في «سنن الترمذي» (۲/ ٤٦٧): عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان. رواه الترمذي. (مشكوٰة، ص: ٢٤٩، ط: قديمي) وفيه أيضا (۲/ ٤٦٥): لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان.

”اے نبی! مؤمنین سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں“۔

لہٰذا اجنبی عورتوں سے پردہ کرنا مردوں کے لیے بھی لازمی ہے۔ یاد رہے کہ عام حالات میں چہرے کا پردہ واجب نہیں، لیکن آج کل فتنے میں مبتلا ہونے کی وجہ سے چہرے کا پردہ بھی واجب ہے۔ مسئولہ صورت میں بہتر تو یہ ہے کہ قاری صاحب کی غیر محرم عورتیں (بھابھی) وغیرہ کسی معلمہ (خاتون) سے قرآنِ پاک کی تصحیح کروائیں، اور اگر معلمہ میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں قاری صاحب کے لیے لازم ہے کہ انہیں مکمل پردے سے پڑھائیں اور اس کی بہتر صورت یہی ہے کہ غیر محرم الگ کمرے میں ہوں یا پردے کے پیچھے ہوں اور پردے سے باہر قاری صاحب قرآن کریم کا درس دیں۔ اور اگر پھر بھی ساتھ پڑھانا ہو تو اہلیہ اور بہن کو سامنے بٹھائیں اور بھابھی کو ایک طرف بٹھائے، تاکہ نظر اس پر نہ پڑے، اگرچہ یہ صورت خلافِ احتیاط ہے۔ اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: محمد نبیل عفا اللہ عنہ
بندہ محمد یونس عفی عنہ	بندہ مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس
۱۸/ ۸/ ۳۹ھ=۱۸/۵/۵ء	۱۸/ ۸/ ۳۹ھ=۱۸/۵/۵ء	۱۸/ ۸/ ۳۹ھ = ۱۸/۵/۵ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۱۸/۳۶)

معلم کے گھر میں بالغ لڑکیوں کا تعلیم حاصل کرنا یا معلم کا ان کے گھر میں جا کر ٹیوشن پڑھانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔ ایک قاری صاحب کسی کے گھر میں جا کر قرآن شریف کی ٹیوشن پڑھائے جس میں بالغ لڑکیاں اور عورتیں شرعی پردے میں ہوں، کیا قاری صاحب قاعدہ، ناظرہ اور حفظ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱) لما في «القرآن الكريم»: ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴾ [الأحزاب: ٥٥]. وكما في سورة النور الآية: ٣١، وفي «تبيين الحقائق» (٢/ ١٠١): «اعلم أن المحرمات أنواع: النوع الأول المحرمات بالنسب وهن أنواع، فروعه وأصوله وفروع أبويه وإن نزلوا، وفروع أجداده وجداته إذا انفصلوا ببطن واحد...إلخ.

الجواب صحیح
احسان اللہ عفی عنہ
۱۲/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس انصاری عفی عنہ
۲۱/۱۱/۲۰۱۸ء
۱۲/۳/۱۴۴۰ھ

واللہ اعلم بالصواب
غلام ربی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی
۱۲/۳/۱۴۴۰ھ=۲۱/۱۱/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۶/۷۵)

(بقیہ حاشیہ)
كانت الهدية لأجل ما يحصل منهم من الافتا

ساتھ دینا جائز ہے۔

وہ یہ ہے کہ اگر استاد مستحقِ زکوٰۃ ہو تو کھال یا فروخت کرنے کی صورت میں اس کی قیمت استاد کو دینا جائز ہے۔ لیکن اگر استاد مستحقِ زکوٰۃ نہیں تو نفس کھال دینا جائز ہے اور یہ ہدیہ ہوگا، لیکن فروخت کرنے کے بعد اس کی رقم کسی مستحقِ زکوٰۃ شخص کو صدقہ کرنا ضروری ہے[۱]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ احسان اللہ عفی عنہ	محمد یونس عفی عنہ	بندہ سید اختیار احمد شمسی عفی عنہ
۱۶/ ربیع الاول/ ۱۴۴۰ھ	۱۶/۳/۱۴۴۰ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
	۲۵/ نومبر/ ۲۰۱۸ء	۱۶/ ربیع الاول/ ۱۴۴۰ھ
		۲۵/ نومبر/ ۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۲۷/ ۴)

معلم کا طلبہ سے اپنے گھر کے لیے برف منگوانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں ایک قاری صاحب اپنے مکتب کی کلاس کے طلباء کرام سے اپنے گھر کے لیے برف منگوائے تو قاری صاحب کا اپنے طلباء سے اپنے گھر کے لیے برف منگوانا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا شرعاً جائز نہیں، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر قاری صاحب اپنے گھر کے لیے طلباء کرام کے پیسوں سے یا ان کے گھر سے منگواتے ہیں تب تو ان کے والدین یا سرپرست کی رضامندی ضروری ہے، بصورتِ دیگر ناجائز ہے۔ اور اگر قاری صاحب اپنے پیسوں سے منگواتے ہیں تو قاری صاحب کے لیے اپنے طلباء کرام سے یہ خدمت لینا جائز ہے، بشرطیکہ طلباء کرام کی تعلیم میں خلل واقع نہ ہو[۲]۔

---

(۱) لما في «سورة التوبة» (الآية: ٦٠): ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ...﴾ الآية». وفي «الفتاوى الهندية» (١/ ١٩٠): «ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم إلى الخليفة ولم يستأجره، إن كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان أيضا أجزأه، وإلا فلا».

(۲) لما في «سنن الدارقطني» (٣/ ٢٢، ط: دار الكتب العلمية): عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه. وفي «رد المحتار» (٥/ ٣٧٣، ط: سعيد): «ومعلم القرآن والعلم لأنهم ليس لهم أهلية الإلزام والأولى في حقهم إن

(حاشیہ جاری ہے---)

مکتب کے مہتمم کے لیے ہدایات

۱۔ ہر سال قاری صاحب کے وظیفہ / تنخواہ میں مناسب اضافہ کریں۔

۲۔ ہر رمضان میں قاری صاحب کو ڈبل یا آدھا وظیفہ دیں۔

۳۔ مہتمم صاحب قاری صاحب کو وقت پر وظیفہ دینے کا اہتمام کریں۔

۴۔ مہتمم صاحب قاری صاحب کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا کریں، جس سے بچوں کی پڑھائی کا نقصان نہ ہو۔

۵۔ مہتمم صاحب ایک کلاس کے طالبِ علم کو قاری صاحب کی اجازت کے بغیر دوسری کلاس میں نہ بٹھائیں، کیونکہ اس سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے اور دوسرے قاری صاحب کے پاس سیٹ ہونے میں وقت لگتا ہے۔

۶۔ مہتمم صاحب قاری صاحب سے ہر ماہ کلاس کے تعلیمی معاملے میں مشورہ کیا کریں، اور کلاس کو بہتر بنانے کے لیے وقتاً فوقتاً بات چیت کیا کریں۔

۷۔ والدین جب مہتمم صاحب سے چھٹی لیں تو مہتمم صاحب اس کی اطلاع قاری صاحب کو بھی دیں، تاکہ قاری صاحب کو پریشانی نہ ہو۔

۸۔ قاری صاحب اپنی کلاس کے وقت کے علاوہ ٹیوشن پڑھائے تو مہتمم صاحب اس سے منع نہ کریں، کیونکہ مکاتب کے وظائف سے گزر بسر بہت مشکل سے ہوتا ہے، البتہ اس سے کلاس کی پڑھائی میں کوئی حرج نہ ہو۔

۹۔ مہتمم صاحب کسی طالبِ علم کے قاعدہ، ناظرہ یا حفظ ختم کرنے کی صورت میں قاری صاحب کے لیے انعام مقرر کریں، البتہ پہلے سے مقرر نہ کرے، بلکہ اس وقت جتنا ہو سکے اکرام کرے۔

۱۰۔ مہتمم صاحب قاری صاحب کو اپنی کلاس کا مکمل اختیار دیا کریں، لیکن خود بھی کبھی کبھار کلاس کا معائنہ کیا کریں۔

۱۱۔ مہتمم صاحب قاری صاحب کو کلاس کی چھٹی کے بعد اپنے کسی ذاتی کام کے لیے نہ روکیں۔

۱۲۔ قاری صاحب میں کوئی خامی ہو تو مہتمم صاحب اکیلے میں اصلاح کریں اور قراء

چھٹا باب: مہتمم اور انتظامی امور سے متعلقہ مسائل

مہتمم کے اوصاف

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
مکتب کے مہتمم کو کن کن صفات کا حامل ہونا چاہیے؟ مکتب کے مہتمم کے اندر کیا کیا خوبیاں ہونی چاہیے؟ مکمل تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مکاتب کے مہتمم حضرات میں مندرجہ ذیل اوصاف کا پایا جانا ان کے منصبی فرائض کے پیشِ نظر ضروری ہے: ۱۔ امانت دار اور دیانت دار ہو۔

۲۔ خود حافظ اور قاری ہونے کے ساتھ ساتھ عالمِ دین بھی ہو، ورنہ کم از کم کسی عالمِ دین حافظ و قاری کی معاونت یا سرپرستی میں کام کرے (تاکہ تعلیمی اور شرعی تقاضوں کو معلوم کر سکے)۔

۳۔ ماہر ہو، یعنی اپنے شعبہ کی انتظامی ضروریات اور تقاضوں سے اچھی طرح واقف ہو (خواہ کسی ماہر کے ساتھ رہ کر سیکھا ہو یا کم از کم اس بارے میں کسی ماہر سے کوئی کورس کیا ہو)۔

۴۔ خوش اخلاق ہو، یعنی اپنے ادارے کے اساتذہ کے ساتھ ان کی عزتِ نفس اور منصب کا خیال اور رعایت کر کے معاملہ کرتا ہو۔

۵۔ مخلص ہو، یعنی ادارے اور شعبہ کو محض ایک ذریعۂ کسب و معاش بنانے کی بجائے خدمتِ قرآن کا ذریعہ اور سعادت سمجھ کر اختیار کیا ہو۔

۶۔ صالح و مصلح ہو، یعنی خود نیک ہونے کے ساتھ ادارے میں بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ اعمال و اخلاق کی تربیت پر بھی توجہ کا خصوصی اہتمام وانتظام کرتا ہو۔

۷۔ مفکر و مدبر ہو، یعنی ادارے اور شعبے کی ترقی کے لیے جملہ جدید سے جدید تر سہولیات اور تعلیمی وسائل کی فراہمی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتا ہو۔

۸۔ باوقار ہو تاکہ طلباء اور اساتذہ پر اس کا کنٹرول اور قابو رہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

نواب الدین دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی ۲۹/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ (فتویٰ نمبر: ۵۸/۶۳۸۲۸)	الجواب صحیح سعید احمد حسن ۱/۴/۱۴۴۰ھ	الجواب صحیح محمد حسین خلیل خیل ۱/۴/۱۴۴۰ھ

۲۵۔ کسی بھی سنی سنائی بات پر استاد کے خلاف کاروائی نہ کی جائے، بلکہ پہلے خوب تحقیق کریں۔

۲۶۔ اساتذۂ کرام کی اچھی کارکردگی پر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۲۷۔ کسی بھی استاد کے پیٹھ پیچھے ایسی بات نہ کی جائے جس پر استاد کو علم ہونے پر دل میں بغض پیدا ہو، بلکہ اکیلے میں اس کو نرمی سے سمجھائے۔

۲۸۔ اساتذۂ کرام کی ضروریات کا خصوصی خیال رکھیں۔

۲۹۔ اگر استاد کے خلاف کوئی شکایت بچوں کے والدین یا سرپرست کی طرف سے آجائے تو احسن طریقے سے خلوت میں استاد صاحب کو اطلاع کی جائے۔

۳۰۔ شدید مجبوری کے علاوہ ایک استاد سے بچے اٹھا کر دوسری کلاس میں نہ بٹھائیں، اس سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے۔

تصدیق شدہ از
مفتی ریاض محمد بلگرامی
رئیس دار الافتاء مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی

انگریزی طرز کے بال رکھنے والے طالبِ علم کو کلاس سے نکالنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر ایک طالبِ علم انگریزی بال رکھتا ہو جیسے (D کٹنگ، V کٹنگ، X کٹنگ وغیرہ) ان کو ترغیب بھی دی جاتی ہو اسلامی بال رکھنے کی، ترغیب کے باوجود انگریزی بال رکھتا ہو تو ایسے طالبِ علم کو مدرسہ یا مکتب کی کلاس سے نکالنا کیسا ہے؟ کیا اس طالبِ علم کو کلاس سے نکالنے کی صورت میں استاد گناہگار ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

(الف)۔۔۔ واضح رہے کہ انگریزی بال رکھنا صلحاء کا طریقہ نہیں ہے، بلکہ فُساق کا طریقہ اور غیر مسلموں کا شعار رہا ہے جو کہ اس وقت مسلمانوں میں عام اور رائج ہو گیا ہے، اس لیے اگر کوئی مسلمان انگریزی بال غیر مسلموں سے مشابہت کا قصد و ارادہ کر کے یا غیر مسلموں سے

حضرات کے سامنے اصلاح نہ کریں۔

۱۳۔ مہتمم صاحب قاری صاحب سے اضافی ذمہ داری لینے کا الگ سے وظیفہ دیں۔

۱۴۔ قاری صاحب کی طویل رخصت پر جانے کی صورت میں مہتمم متبادل لائے اور مہتمم متبادل استاد کا وظیفہ ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

۱۵۔ اگر قاری صاحب بیمار ہو جائے تو ان کی حوصلہ افزائی کے لیے بیمار پُرسی کریں۔

۱۶۔ مہتمم صاحب کو چاہیے کہ قاری صاحب کو کلاس پڑھانے کے لیے زیادہ طلباء کرام نہ دیں، تاکہ پڑھاتے وقت ہر طالبِ علم پر خصوصی توجہ دی جاسکے۔

۱۷۔ کسی طالبِ علم کا قاعدے میں تختی، ناظرہ و حفظ میں پارہ ختم ہونے کی صورت میں مہتمم صاحب خود یا دوسرے استاد یا نگران کے ذریعے جائزہ لے کر آگے سبق دینے کی اجازت دیں۔

۱۸۔ مہتمم صاحب بچوں کو بغیر بیماری اور ضروری کام کے چھٹی نہ دیں، بلکہ بچے سے کہیں کہ والدین سے درخواست لے کر آئیں، یا والدین کو چھٹی کے لیے بھیجیں۔

۱۹۔ مہتمم صاحب قاری صاحب کے کسی طالبِ علم سے یہ نہ پوچھے کہ قاری صاحب کتنے بجے آتے ہیں۔ اور قاری صاحب کلاس میں کیا کرتے ہیں، کیونکہ اس طرح پوچھنے سے طالبِ علم کے دل سے قاری صاحب کی عزت و احترام ختم ہو جائے گی، البتہ اس ڈیوٹی کے لیے الگ ناظم تعلیمات مقرر کرے تو بہتر ہے۔

۲۰۔ مہتمم صاحب کو طالبات کے لیے معلمہ رکھ کر الگ انتظام کرنا چاہیے، اگر گنجائش نہ ہو تو پھر نو سال یا اس سے زیادہ عمر کے طالبات کو داخلہ نہ دیا جائے۔

۲۱۔ مہتمم صاحب معلم کو ایک استاد کی نظر سے دیکھے، اپنے خادم کی حیثیت سے نہ دیکھے۔

۲۲۔ ادارے کے تمام اساتذہ کے ساتھ برابری کا سلوک رکھا جائے۔

۲۳۔ حتی الامکان کوشش کی جائے کہ استاد کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر جس سے بچوں کی تعلیم پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو، استاد کا اخراج نہ کیا جائے۔

۲۴۔ ماہانہ ایک مشورہ رکھے، جس میں ادارے کے کسی بھی استاد یا مہتمم کی شکایت ہو، ایک دوسرے کو خندہ پیشانی سے بطورِ اصلاح بتا دیا جائے، تاکہ اصلاح بھی ہو جائے اور دلوں میں کدورت بھی باقی نہ رہے۔

داڑھی منڈے طالبِ علم کا اخراج کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر بالغ طالبِ علم داڑھی منڈوائے یا کتروائے، باوجود استاد کی نصیحت کرنے اور تنبیہ کرنے کے اس فعل پر قائم ہو تو اس طالبِ علم کا اخراج کرنا کیسا ہے؟

جس سے اور طلباء کے مزاج واخلاق پر اثر پڑتا ہے، کیا اس طالبِ علم کو نکالنے سے استاد گناہگار تو نہیں ہوگا؟

اس مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

مدرسہ کے جائز قوانین پر عمل کرنا ہر طالبِ علم کے لیے لازم ہے، اور عام طور پر دینی مدارس میں داخلہ کے وقت داخلہ فارم میں طالبِ علم سے عہد لیا جاتا ہے کہ وضع قطع علماء وصلحاء کا اختیار کرنا ہوگا، اس معاہدے پر عمل نہ کرنے کی صورت میں مدرسہ کو معذرت کا حق حاصل ہوتا ہے اور داڑھی تو اسلامی شعار میں سے ہے اس کا رکھنا واجب ہے، ایک مشت سے کم کرنا یا بالکل منڈوانا شرعاً ناجائز ہے، لہٰذا مذکورہ طالبِ علم کو وعظ ونصیحت کی جائے، اس کے سرپرست کو اس کے اس عمل سے آگاہ کیا جائے، اور اس کے لیے دعا بھی مانگی جائے، لیکن اگر تنبیہ کے باوجود پھر بھی وہ اپنے اس عمل سے باز نہ آئے تو اس سے معذرت کرنا اور نکالنا درست ہوگا[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	بندہ مفیض الرحمن چاٹگامی عفی عنہ	بندہ سجاد علی عفی عنہ
۱۷/۲/۱۸ء=۳۰/۵/۳۹ھ	۱۷/۲/۱۸ء=۳۰/۵/۳۹ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
		۳۰/۵/۱۴۳۹ھ = ۱۷/۲/۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۲۰/۱۱۳)

(۱) لما في «الدر المختار» (۲/ ٤١٧): «أو تطويل اللحية إذا كانت بقدر المسنون وهو القبضة ... وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. «فتح».

عقیدت ومحبت کی وجہ سے رکھتا ہے تو ایسا شخص فُساق کے زُمرے میں آئے گا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من تشبه بقوم فهو منهم»[1]۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔ (مظاہر حق: ۴/۱٦٦)

اور اگر کوئی شخص انگریزی بال تشبہ کا قصد وارادہ کیے بغیر رکھتا ہے تو ایسا شخص اگرچہ فُساق کے زُمرے میں نہیں آئے گا، لیکن بہر حال یہ صلحاء کا طریقہ نہیں ہے۔ اس لیے ادارے کے منتظمین کو چاہیے کہ ترغیب وترہیب کا راستہ اختیار کر کے بچوں کو مکمل اسلامی سانچے میں ڈالنے کی کوشش کریں۔

(ب)۔۔۔ اگر کسی ادارے میں انگریزی بال نہ رکھنے کا باقاعدہ ضابطہ ہو (جیسا کہ اکثر مدارس میں اسلامی وضع قطع کا باقاعدہ ضابطہ ہوتا ہے) تو اس صورت میں ادارے اور ضابطے کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ایسے طالبِ علم کو تنبیہ کرنے کے باوجود بھی اگر وہ ضابطے کی مخالفت کرتا ہو تو اسے مدرسہ سے اخراج کی گنجائش ہے۔ اور بار بار سمجھانے کے باوجود ضابطہ کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے اخراج کرنے پر گناہ بھی نہیں ہوگا[2]۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح	الجواب صحیح	بندہ سید نور محمد عفا اللہ عنہ
بندہ محمد یونس کان اللہ لہ	محمد مغیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴۳۹/۰۵/۱۵ھ	۱۴۳۹/۰۵/۱۵ھ	۱۴۳۹/۵/۱۵ھ = ۲۰۱۸/۲/۲ء
۲۰۱۸/۰۲/۰۲ء	۲۰۱۸/۰۲/۰۲ء	(فتویٰ نمبر: ۹۸/۱۱۱)

(۱) أخرجه الإمام أبو داود في «سننه» (كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ٦/ ١٤٤، رقم: ٤٠٣١، ت: شعيب الأرنؤوط) وحسن أسناده الحافظ العراقي في «المغني عن حمل الأسفار في الأسفار» (كتاب الحج، الباب الثاني، ص ٣١٨، رقم: ١) والحافظ ابن حجر في «فتح الباري» (كتاب اللباس، باب القباء: ١٢/ ٣٨٥).

(٢) لما في «أحكام القرآن» للجصاص (٣/ ٢٨٢-٢٨٥، ت: قمحاوي): قوله تعالى: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾،...وروي عن جابر في قوله: أوفوا بالعقود،قال:هي عقدة النكاح والبيع والحلف والعهد... قال أبو بكر: العقد ما يعقده العاقد على أمر يفعله هو أو يعقد على غيره فعله على وجه إلزامه إياه...إلخ وفي «سنن ابن ماجه» (٤/ ٦١٧، ت: الأرنؤوط): عن نافع، عن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القزع. قال: وما القزع؟ قال: أن يحلق من رأس الصبي مكان، ويترك مكان.

نہیں؟ ایسا طالبِ علم بے ادبی کے زُمرے میں تو نہیں آئے گا؟ تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

(۱۔۲)۔۔۔ اگر مکتب کسی ادارے کے تحت ہو، اور اس بارے میں کوئی ضابطہ ہو تو اس کی پابندی ضروری ہے، اور اگر مکتب کسی ادارے کے تحت نہ ہو، بلکہ ذاتی ہو یا ادارے کے تحت تو ہو، لیکن اس بارے میں کوئی ضابطہ یا پابندی نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر وہ طالبِ علم بلاوجہ یا کسی غیر ضروری یا غیر شرعی وجہ سے اپنے سابق استاد کو چھوڑ کر جانا چاہے تو اس سے طالبِ علم کو روکا جائے اور اُسے سمجھایا جائے کہ یہ طریقہ اس کی تعلیمی زندگی کے لیے نقصان دہ ہے، اس لیے کہ علم دین صرف محنت سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس میں استاد کے ادب اور اس کی خوشی کا بھی بنیادی دخل ہوتا ہے۔ البتہ اگر کسی معقول وجہ یا عذر سے وہ جانا چاہے اور سابق استاد خوشی سے چھوڑنے پر راضی بھی نہ ہو، اور پہلی درس گاہ میں اس کی تعلیم یا ضروری تربیت کا واضح حرج ہو رہا ہو، تو ایسی صورت میں اس کے لیے بلا اجازت بھی نئی جگہ جانا اور وہاں داخلہ لینا درست ہے، اور بے ادبی ہونا، نہ ہونا بھی اسی تفصیل پر مبنی ہے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۳۹/۱۰/۲۳ھ	۳۹/۱۰/۲۳ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید
		۲۳ شوال ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۴۹۰/۵۷)

طالبِ علم کا ایک درس گاہ چھوڑ کر دوسری درس گاہ میں جا کر پڑھنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں ایک کلاس کے طالبِ علم اگر اپنے استاد کو چھوڑ کر دوسری کلاس کے استاد کے پاس پڑھنے چلا جائے، جس کی وجہ سے پہلا استاد ناراض ہوتا ہے تو اس طالبِ علم کو داخلہ دینے کا کیا حکم ہے؟

استاد دوسری کلاس کے آئے ہوئے طالبِ علم کو داخلہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مکتب کسی ادارے کے تحت ہو اور اس بارے میں کوئی ضابطہ ہو تو اس کی پابندی

طالبِ علم کا دوسرے مدرسہ میں داخلے کے لیے پہلے والے مدرسہ سے اجازت لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک طالبِ علم ایک قاری صاحب کے پاس پڑھتا ہے اور اگر دوسرے مکتب میں داخلہ لینے کے لیے چلا جائے تو اس طالبِ علم کا اپنے قاری صاحب سے دوسرے مکتب میں جانے کے لیے اجازت لینا ضروری ہوگا کہ نہیں؟

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ پڑھائی کے لیے دوسری جگہ پر جانے کے لیے پہلے استاد سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں، تاہم ادب کا تقاضا یہ ہے کہ استاد سے اجازت لے کر چلا جائے[1]۔

واللہ اعلم بالصواب

بندہ بدر الدین عفا اللہ عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲۸/شعبان/۱۴۳۹ھ=۱۵/۵/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۹/۱۰)

الجواب صحیح
بندہ مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ
۲۸/۸/۳۹ھ=۱۵/۵/۱۸

طالبِ علم کا بغیر اجازت ایک درس گاہ چھوڑ کر نئی درس گاہ میں جانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱)۔۔۔۔ ایک مکتب میں قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کا طالبِ علم استاد کی اجازت کے بغیر ایک مکتب کی کلاس سے دوسرے مکتب کی کلاس میں جاسکتا ہے (جس میں سالانہ یا ماہانہ معاہدے کا طریقۂ کار رائج نہ ہو)؟ طالبِ علم نے جس استاد سے پڑھا ہے، ماں باپ یا اس طالبِ علم کا استاد سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ کیونکہ استاد صاحب نے اس طالبِ علم پر محنت کی ہوتی ہے، جس سے استاد صاحب کا دل دُکھتا ہے۔

(۲)۔۔۔۔ طالبِ علم بغیر عذر یا عذر کے ساتھ دوسرے مکتب کی کلاس میں جاسکتا ہے کہ

---

(۱) وفي «القرآن الكريم» (الكهف: ٦٦): ﴿قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾.
وفي «تفسير الآلوسي» (14/ 22): وفي أحكام القرآن للجلال السيوطي أن في الآية دليلا على وجوب استئذانه صلى الله تعالى عليه وسلّم قبل الانصراف عنه عليه الصلاة والسلام في كل أمر يجتمعون عليه، قال الحسن: وغير الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم من الأئمة مثله في ذلك،لما فيه من أدب الدين وأدب النفس...إلخ.

اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من تشبه بقوم فهو منهم»[1].

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔ (مظاہر حق: ۴/۱۶۶)

لیکن آج کل اس کا رواج دنیا بھر میں اتنا زیادہ ہو گیا کہ اب یہ کافروں کا لباس نہیں رہا اور ان کے ساتھ تشبہ والا پہلو ختم ہو گیا ہے، لہذا اب اس کے پہننے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں:

(۱) وہ ستر کو چھپاتا ہو، اتنا چست نہ ہو کہ جس کی وجہ سے اعضاءِ مستورہ کی ساخت اور ہیئت نظر آرہی ہو۔

(۲) ٹخنوں کے نیچے نہ لٹکے۔

(۳) اس کے پہننے سے تکبر مقصود نہ ہو۔

(۴) ان اعضاء کو چھپائے جن کا چھپانا واجب ہے۔

لہذا جس پینٹ شرٹ کے اندر مندرجہ بالا شرائط پائی جارہی ہوں اس کو پہننے کی گنجائش ہے۔ تاہم پھر بھی اس سے بچنا بہتر ہے، کیونکہ یہ صلحاء کا لباس نہیں ہے[2]۔

(ب)۔۔۔ اگر کسی مدرسہ میں پینٹ شرٹ نہ پہننے کا ضابطہ ہو (جیسا کہ اکثر مدارس میں شرعی لباس پہننے کا ضابطہ ہوتا ہے) تو اس صورت میں اس ضابطے کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ایسے طالبِ علم کا اخراج کیا جاسکتا ہے جو اس ضابطے کی مخالفت کرتے ہوئے پینٹ شرٹ پہن کر

---

(۱) أخرجه الإمام أبو داود في «سننه» (كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ٦/ ١٤٤، رقم: ٤٠٣١، ت: شعيب الأرنؤوط) وحسن أسناده العراقي في «المغني عن حمل الأسفار في الأسفار» (كتاب الحجر، الباب الثاني، ص ٣١٨، رقم: ١) والحافظ ابن حجر في «فتح الباري» (كتاب اللباس، باب القباء: ١٢/ ٣٨٥).

(٢) لما في «تكملة فتح الملهم» (٤/ ٨٨): «فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة، لا تقره الشريعة الإسلامية... وكذلك اللباس الرقيق، أو اللاصق بالجسم الذي يحكي الناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز. وكذا في «بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع» (٥/ ١٢٣)، وكذا في «رد المحتار» (٦/ ٣٦٦).

ضروری ہے، اور اگر مکتب کسی ادارے کے تحت نہ ہو، بلکہ ذاتی ہو یا ادارے کے تحت تو ہو، لیکن اس بارے میں کوئی ضابطہ یا پابندی نہ ہو، تو ایسی صورت میں اگر وہ طالبِ علم بلاوجہ یا کسی غیر ضروری یا غیر شرعی وجہ سے اپنے سابق استاد کو چھوڑ کر آنا چاہے تو اس سے طالبِ علم کو روکا جائے اور اسے سمجھایا جائے کہ یہ طریقہ اس کی تعلیمی زندگی کے لیے نقصان دہ ہے، اس لیے کہ علمِ دین صرف محنت سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس میں استاد کے ادب اور اس کی خوشی کا بھی بنیادی دخل ہوتا ہے۔

البتہ اگر کسی معقول وجہ یا عذر سے وہ آنا چاہے اور سابق استاد خوشی سے چھوڑنے پر راضی بھی نہ ہو، اور پہلی درس گاہ میں اس کی تعلیم یا ضروری تربیت کا واضح حرج ہو رہا ہو، تو ایسی صورت میں اس کو داخلہ دیا جا سکتا ہے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۹/۶/۱۱ھ	۹/۶/۱۱ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی
		۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۲۲۷۵)

طالبِ علم کا غیر اسلامی لباس پہننا اور ایسے طالبِ علم کا مدرسہ سے اخراج کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

پینٹ شرٹ پہننا کیسا ہے؟ اگر کوئی طالبِ علم شلوار، قمیص اسلامی لباس کے علاوہ پینٹ شرٹ (غیر اسلامی) لباس پہن کر آتا ہو، اسلامی لباس کی ترغیب کے باوجود غیر اسلامی لباس کا اہتمام کرتا ہو، ایسے طالبِ علم کے مدرسہ سے اخراج کا کیا حکم ہے؟

کیا طالبِ علم کے اخراج سے استاد گناہگار ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف)--- پینٹ شرٹ علماء و صلحاء کا لباس نہیں ہے، بلکہ کفار اور فُساق کا لباس ہے، اس لیے اصل کے اعتبار سے پینٹ شرٹ پہننا ناجائز ہے، کیونکہ اس میں کفار اور فُساق کے ساتھ مشابہت ہے اور ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ناجائز اور حرام ہے، چنانچہ عبد اللہ ابن عمر رضی

والله اعلم بالصواب
بندہ اختیار احمد ہمسی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴/۱/۱۴۴۰ھ=۲۵/۹/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۵/۱۲۳)

الجواب صحیح
احسان اللہ عفی عنہ
۱۴/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۴/۱/۱۴۴۰ھ
۲۵/۹/۲۰۱۸ء

والدین کا قاری صاحب سے طلبہ کو جلدی ختم کروانے کا اصرار کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب طلباء کرام کو اپنے طریقے سے اچھا پڑھائے، لیکن والدین مطالبہ کریں کہ جلدی ختم کروادے، حالانکہ بعض طلباء کرام بہت کمزور ہوتے ہیں۔اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ قاری صاحب طالبِ علم کو پوری دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ پڑھانے کا شرعاً وعُرفاً پابند ہوتا ہے۔چونکہ قاری صاحب کا تجربہ عام طور پر طالبِ علم کے والدین سے زیادہ ہوتا ہے اس لیے دیانتداری سے وہ والدین کے جس مشورہ کو یا مطالبہ کو بچے کے حق میں اس کی تعلیم کے حق میں غیر مفید سمجھے، مسترد کر سکتا ہے۔

لہٰذا قاری صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے طلباء کرام کو اچھے طریقے سے پڑھائے اور نقصان ہونے کی صورت میں جلدی کا مظاہرہ نہ کرے، اور ان کے والدین کو بلا کر نرمی اور حکمت سے سمجھایا جائے اور ان کو ان کے بچوں کی کیفیت بتائی جائے[1]۔

---

(۱) لما في «نوادر الأصول» (٤/ ٢٩٣، ط: النوادر): عن أبي سعيدٍ رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا حليم إلا ذو عثرةٍ، ولا حكيم إلا ذو تجربةٍ». والحليم: المنشرح صدره، الذي يتسع لمساوئ الخلق، ومدانئ أخلاقهم، وسوء سيرتهم. وروي في الخبر: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أصبر الناس على أقذار الخلق....وقوله: «لا حكيم إلا ذو تجربةٍ». فالعقل: يدل على الرشد. والحكمة: نور يكشف عن مكنون الأمور، ولا ليستكمل الحكمته مع كشف هذا الغطاء، واطلاعه بالقلب، مطلع الأمور حتى يطالع الأمور بمباشرة النفس؛ فإن كل شيء تجده القلوب، فمباشرة النفس مع القلوب أثبت، فيتأكد. فالحكيم: قد كشف له الغطاء، فيرى عواقب الأمور، فيرى وزينها وقبحها.

مدرسہ آتا ہو[۱]۔

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۷/جمادی الاولی/۳۹ھ
۱۸/۲/۴ء

الجواب صحیح
بندہ مفیض الرحمن چاٹگامی عفی عنہ
۱۷/جمادی الاولی/۳۹ھ
۱۸/۲/۴ء

واللہ اعلم بالصواب
بندہ: زاہد علی مردانی عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۷/جمادی الاولی/۱۴۳۹ھ=۲۰۱۸/۲/۴ء
(فتویٰ نمبر: ۱۴/۱۱۲)

کتنی عمر کے طالبِ علم کو داخلہ دینا درست ہے؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

بعض مکاتب کی کلاسیں مسجد میں لگتی ہیں، بعض مکاتب کی کلاسیں مدرسہ میں لگتی ہیں۔ مسجد کے مکتب میں کتنے سال کے طالبِ علم کو داخلہ دے سکتے ہیں؟

گھر کے مکتب میں کتنے سال کے طالبِ علم کو داخلہ دے سکتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد کے علاوہ بچوں کو پڑھانے کے لیے کوئی جگہ ہو تو ایسی صورت میں دوسری جگہ انتظام کرنا ضروری ہے، لیکن اگر کوئی دوسری جگہ نہ ہو، تو ایسی صورت میں ایسے سمجھدار بچوں کو مسجد میں پڑھانے کی گنجائش ہے، جو مسجد کے آداب کا بھی لحاظ کریں اور مسجد کو نجاست وغیرہ سے ملوث نہ کریں، اس صورت میں بھی بہتر یہ ہے کہ بچوں کے لیے مسجد کے فرش یا قالین کے اوپر کوئی اور چادر وغیرہ بچھائی جائے، تاکہ کسی وقت بھی مسجد کے تلوث کا اندیشہ نہ ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگر گھر کے مکتب میں پردے کا انتظام ہو تو بالغ نابالغ ہر قسم کے بچوں کو داخلہ دیا جاسکتا ہے، البتہ اگر بے پردگی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بالغ یا قریب البلوغ بچوں کو داخلہ نہ دیا جائے[۲]۔

---

(۱) لما في «القرآن الحكيم»: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَوۡفُواْ بِٱلۡعُقُودِ﴾ [المائدة: ١]، وفي «التفسير المظهري» (٣/ ١٣): والحكم عام يشتمل ...وما يعقد الناس بينهم من عقود الأمانات، والمعاملات...

(۲) لما في «البحر الرائق شرح كنز الدقائق» (٥/ ٢٧٠): لو علم الصبيان القرآن في المسجد: لا يجوز ويأثم، وكذا التأديب فيه، أي: لا يجوز التأديب فيه إذا كان بأجر، وينبغي أن يجوز بغير أجر، وأما الصبيان: فقد قال النبي صلى الله عليه وسلم: «جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم». وفي «الفتاوى الهندية» (٥/ ٣٣٠): ولا بأس بدخول الصبيان على النساء ما لم يبلغوا الحلم، وقدر ذلك بخمسة عشر؛ لأن الصبي لا يحتلم، والواحد والكثير فيها سواء، كذا في «الكبرى».

مدرسہ انتظامیہ کا طلبہ سے حاصل شدہ رقم سے کم رقم معلم کو تنخواہ میں دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک مکتب کا مدرسہ جس میں ایک قاری صاحب نے اپنے ساتھ ایک استاد رکھا ہے کلاس پڑھانے کے لیے جس کو (مثال کے طور) سو (۱۰۰) سو طلباء کرام دیے ہوں، جن کی فیس کل پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) روپے بنتے ہیں، لیکن قاری صاحب استاد کو (۵۰۰۰) پانچ ہزار روپے دیتے ہیں بقیہ رقم خود رکھ لیتے ہیں۔

اگر معاملاتِ تنخواہ پہلے طے ہو یا طے نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں قاری صاحب کا بقیہ رقم اپنے لیے رکھنا کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب

واضح رہے کہ کسی بھی مدرسہ، مکتب کے ذمہ دار کو اس بات کی اجازت ہے کہ اپنی معاونت کے لیے کسی قاری صاحب کو مقرر تنخواہ پر رکھے، تاکہ وہ بچوں کو پڑھائے، ایسی صورت میں وہ قاری صاحب اپنی مقررہ تنخواہ کے حق دار ہوں گے۔

نیز مدرسہ میں آنے والے اخراجات اور تنخواہوں کی وجہ سے پڑھنے والے بچوں سے مناسب فیس لینا بھی شرعاً جائز ہے۔

لہذا صورتِ مسئولہ میں مہتمم مدرسہ کا بچوں سے مناسب فیس لینا اور مقررہ تنخواہ پر قاری صاحب کا تقرّر کرنا درست ہے۔

قاری صاحب مقررہ تنخواہ کے حقدار ہیں، باقی تمام مالی معاملات مہتمم صاحب کے متعلق ہوں گے اور زائد فیس ان کے لیے رکھنا صحیح ہوگا۔

جیسا کہ "امداد الاحکام" (۳/۶۲۳) میں ہے:

"داخلہ اور ماہواری فیس لینا:

مدارس میں فیس داخلہ اور فیس ماہواری طلبہ سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے، کیونکہ اجرت نہیں، بلکہ چندہ ہے اور چندہ میں شرط جائز ہے، کیونکہ اس سے جبر لازم نہیں آتا جس کو شرط منظور نہ ہوگی، اس کو عدم داخلہ کا اختیار ہوگا۔ ودلیله أنه ﷺ قال لمن أضافه: وعائشة؟

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد سلمان عفی عنہ
الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

کتبہ: حق نواز
المتخصص بمعہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد، کراچی
۱۸/۱۲/۲۰۱۷ء=۲۹/۳/۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۱۰۷۴۶)

قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کی کلاس میں بچوں کی تعداد

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک مدرسہ کے قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کی کلاس میں کل کتنے طلباء کرام ہونے چاہئیں، کہ ہر طالب پر خصوصی توجہ ہو اور کسی کی حق تلفی نہ ہو؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتلاکر شکریہ کا موقع دیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً اس کی کوئی تحدید نہیں، کیونکہ ہر استاد کا تجربہ اور پڑھانے کا طریقہ الگ ہوتا ہے، اس لیے اس بارے میں متعین طور پر کوئی ضابطہ مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا جو استاد درس گاہ کے اوقات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امانتداری کے ساتھ اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق ہر ایک طالبِ علم پر مکمل توجہ کرتے ہوئے صحیح طریقے سے جتنے طلبہ کو پڑھا سکتا ہو اتنے ہی طلبہ اس کی جماعت میں رکھنے چاہئیں، تاکہ کسی طالبِ علم کی حق تلفی بھی نہ ہو اور استاد پر اس کی ہمت واستطاعت سے زیادہ بوجھ بھی نہ ہو[1]۔

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد سلمان عفی عنہ
الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

کتبہ: محمد سرفراز
المتخصص بمعہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد، کراچی
۱۵/۴/۱۴۳۹ھ=۳/۱/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۰۸۱۳)

---

(۱) لما في «الفتاوى البزازية» (٦/ ٣٧): استأجره لرعي غنمه شهر أجاز وإن لم يذكر عدده ولا مكان الرعي، وله أن يزيد في الأغنام استحساناً قدر ما يطيق الراعي، لا الزيادة على طاقته.

طرز عمل کی وجہ سے جتنے بھی طلبہ قرآن کی نعمت سے محروم ہوں گے اس کا سارا وبال ایسے افراد کے سر ہوگا جو اس ناروا عمل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مکاتب کی انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ ایسے مفاد پرست اور تعلیم دشمن عناصر کی بہر صورت حوصلہ شکنی کریں اور جو تنبیہ کے باوجود بھی اس طرز عمل سے باز نہ آئیں انہیں مکتب سے فارغ کر دیا جائے، تاکہ دینی تعلیم بالخصوص تعلیم قرآن کے مستقبل کو تاریک ہونے سے بچایا جاسکے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۹/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۳۱۸۱/۵۸)

الجواب صحیح
سعید احمد حسن
۴۰/۴/۱ھ

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۴۰/۴/۱ھ

کسی دوسرے مکتب کے فاضل کی اپنے فاضل کے طور پر تشہیر کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک طالبِ علم قاری صاحب کے پاس حفظ کرے اور وہ اس کی دستار بندی کروائے اور وہ طالبِ علم دوسرے مکتب میں داخلہ لے اور اپنی تشہیر کے لیے دوبارہ اس کی دستار بندی کروائے، تو دوسرے مکتب کا اپنی مشہوری کروانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ صورت اخلاص کے منافی ہے، نیز اس میں، جھوٹ، فریب دہی اور دھوکہ دہی کا گناہ بھی ہے، لہٰذا ایسا کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر دوسرے مکتب نے منزل کی پختگی یا تجوید وغیرہ دیگر اضافی امور کی محنت کی ہو اور ان امور کی حیثیت سے ان کی بطور اپنے فاضل دستار بندی کرائی ہو تو یہ درست ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید
۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۳۱۸/۵۷)

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۳۹/۸/۹ھ

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۸/۹ھ

قال: لا، قال: فلا إذن حتى قال في الثالثة: وعائشة، قال: فنعم"[1]۔

واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: عبدالبصیر
المتخصص بمعہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد
۲/ ۴/ ۱۴۳۹ھ=۲۱/ ۱۲/ ۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۱۰۷۰۶)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

زیادہ حفاظ کی تیاری کا نام کرنے کے لیے خلافِ ضابطہ حفظِ قرآن ختم کرانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

بعض مکاتب کے قاری صاحبان طلبہ کرام کی سبقی، منزل بند کر کے صرف سبق سننے کا اہتمام کرتے ہیں، تاکہ دستار بندی پروگرام کے لیے زیادہ طلباء کرام تیار کیے جائیں (قرّاء حضرات کی اصطلاح میں اس کو مشین کہا جاتا ہے) جس کی وجہ سے بہت طلباء (بعد میں) منزل یاد نہ ہونے کی وجہ سے ان کو گردان میں بڑی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسے طلباء کرام مکتب چھوڑ دیتے ہیں اور وہ طلباء کرام حفظ جیسی نعمت سے محروم رہ جاتے ہیں، جو صرف ایسے قاری صاحبان کے سبق سننے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ آیا قاری صاحبان کا یہ طریقہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

ایک دو پاروں کی حد تک تو اس طریقہ پر اس شرط پر عمل کیا جاسکتا ہے کہ بچے کی منزل بھی اچھی ہو اور اس کی حفظ کی استعداد بھی مناسب ہو، ورنہ (جیسا کہ استفتاء میں ذکر کیا گیا ہے) یہ طریقہ اپنے منصبی فرائض میں خیانت اور دھوکہ دہی اور فریب اور ریاکاری کے زُمرے میں آتا ہے، جو نہ صرف یہ کہ سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، بلکہ محض اپنی اچھی کارکردگی کے اظہار کے لیے طالبِ علم کے مستقبل کو داؤ پر لگانے، بلکہ برباد کرنے کے مترادف ہے، اور اس

---

(۱) لما في «الدر المختار مع رد المحتار» (۲/ ۷۳): «وإنما أفتى المتأخرون بجواز الاستئجار على تعليم القرآن لا على التلاوة وعللوه بالضرورة وهي خوف ضياع القرآن». وفي «درر الحكام في شرح مجلة الأحكام» (۱/ ٦٤٧): تجوز إجارة الآدمي للخدمة، أو المحافظة على الوديعة، أو لإجراء صنعة ما كالخياطة والنجارة، أو تعليم القرآن، أو علم الصرف والنحو والفقه وما أشبه ذلك ببيان المدة أو المسافة، أو بتعيين العمل بصورة أخرى، كما بين في الفصل الثالث من الباب الثاني. انظر المادة (۷۷۷).

فیس کا ادارہ ہے۔ ان دونوں سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) واضح رہے کہ انتظامی امور کو سرانجام دینے والے مہتمم حضرات ہی ہوتے ہیں، لہذا مسئولہ صورت میں قاری صاحب کو طویل رخصت دینا اور متبادل استاد کا انتظام کرنا مہتمم و مدیر کی ذمہ داری ہے، لیکن اس صورت میں قاری صاحب کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ ادارے کو بروقت پہلے سے اطلاع دے تاکہ ادارے کو متبادل کسی اچھے قاری کا انتظام کرنا بروقت ممکن ہو اور طلباء کرام کا نقصان نہ ہو۔

(۲) واضح رہے کہ مکتب کی طرف سے عام عُرف میں کچھ دنوں کی رخصت اصولی طور پر ہوتی ہے اور ان رخصت و چھٹی کے دنوں کی تنخواہ بھی نہیں کاٹی جاتی اور یہ چھٹیاں تقریباً پندرہ دن (۱۵) رخصتِ اتفاقیہ اور پندرہ دن (۱۵) رخصتِ علالت ہوتی ہیں۔

لہذا صورتِ مسئولہ میں اگر مکتب میں اس حوالہ سے کوئی ضابطہ ہو اور قاری صاحب ان دنوں کی رخصت پر ہو جن کی ادارے کی طرف سے اجازت ہو تو اس صورت میں متبادل قاری صاحب لانے اور اس کی تنخواہ کی رقم اصل قاری صاحب کی تنخواہ سے کاٹنا جائز نہیں۔

اور اگر قاری صاحب اپنے ان باضابطہ اور اصولی چھٹیوں سے زائد اور طویل چھٹی کر رہا ہے، جس کی ادارے کی طرف سے اجازت نہیں، یا اس کی پہلے سے چھٹیاں پوری ہو چکی ہوں اب مزید کرنا چاہ رہا ہو، تو اس صورت میں تنخواہ دینے والے ذمہ دار افراد کا فریضہ ہے کہ طویل چھٹی کرنے پر تنخواہ کی کٹوتی کا جو اصول اور ضابطہ ہے اس کے مطابق قاری صاحب کی تنخواہ سے کٹوتی کی جائے اور متبادل قاری صاحب سے جو معاوضہ طے ہوا ہے بغیر کمی اس کا حق ادا کرنا چاہے تو جائز ہے، اگرچہ انتظامی طور پر مناسب نہیں[۱]۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح	الجواب صحیح	بندہ عبد الصمد عفا اللہ عنہ
بندہ احسان اللہ عفی عنہ	محمد یونس عفی عنہ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۷/۳/۱۴۴۰ھ	۱۷/۳/۱۴۴۰ھ-۲۶/۱۱/۲۰۱۸ء	۱۷/۳/۱۴۴۰ھ = ۲۶/۱۱/۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۲۷/۱۸)

(۱) لما في «المبسوط» للسرخسي (١٦/ ١٠): «لأن الأجير له أجير خاص، فلا يضمن إلا بالخلاف ولم يخالف، ثم عمله كعمل الاستاد». وكذا في «تبيين الحقائق مع حاشية الشلبي» (٤/ ١٣٣).

والدین کا بچے کو دورانِ سال دوسرے مکتب میں داخل کرانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں قاری صاحب اور طالبِ علم میں پڑھائی کا سالانہ معاہدہ ہوا ہو، لیکن طالبِ علم یا ان کے والدین قاری صاحب کی پڑھائی سے مطمئن نہ ہوں، اور طالبِ علم کی پڑھائی میں واضح حرج ہو رہا ہو، تو طالبِ علم کے والدین سالانہ معاہدہ توڑ کر اپنے بیٹے کو کسی اور مکتب میں داخلہ دلوا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں! صورتِ مسئولہ میں جب طالبِ علم یا ان کے والدین قاری صاحب کی پڑھائی سے مطمئن نہیں ہیں تو اس کو دوسری جگہ پڑھانے کے لیے داخل کرا سکتے ہیں[1]۔

واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: صہیب حسن
متعلم جامعہ یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(فتویٰ نمبر: ۱۴۲۷۰)

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن، کراچی
۱۴۴۰/۷/۲۳ھ

معلم کی رخصت پر متبادل استاد لانا اور اس کی تنخواہ کس کے ذمہ ہے؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) ایک مکتب کا ادارہ ہو جس میں تین کلاسیں ہوں، مکتب کے ادارے میں قرّاء کو تنخواہ طلبہ کی فیس سے ہی دی جاتی ہے۔ اگر کوئی قاری صاحب طویل رخصت پر چلا جائے تو کلاس میں متبادل استاد لانا مہتمم کی ذمہ داری ہے یا استاد کے ذمہ ہوگا؟

(۲) اگر مہتمم صاحب قاری صاحب کو پوری تنخواہ دے دیں اور قاری صاحب کو یہ کہے کہ متبادل استاد نے جتنے دن آپ کی کلاس کو پڑھایا ہے اتنے دن کی رقم آپ اپنی تنخواہ میں سے متبادل کو دوگے تو شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟

نوٹ: میرے مکتب کے ادارے میں مخیر حضرات کسی قسم کا کوئی تعاون نہیں کرتے، یہ

---

(۱) لما في «المرقاة المفاتيح» (كتاب الأدب، باب المزاح، ط: مكتبة رشيدية): «قال النووي رحمه الله: أجمعوا على أن من وعد إنسانا شيئا ليس بمنهي عنه فينبغي أن يفي لوعده، وهل ذلك واجب أو مستحب منه؟ فيه خلاف: ذهب الشافعي وأبو حنيفة والجمهور إلى أنه مستحب...إلخ.

۳) یا قاری صاحب کی اپنی ذاتی کلاس ہو جو اپنے گھر یا مسجد میں پڑھاتا ہو، بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، ان تینوں صورتوں کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ مکتب میں سفید عمامہ یا سفید کپڑے یا سفید ٹوپی پہننے کا قانون بنانا تاکہ اسے معرفت و پہچان حاصل ہو جائے، درست ہے اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں، البتہ اس کو شرعی واجبات کا حصہ نہ سمجھا جائے۔

۱) اگر قاری صاحب کسی ادارے کا ماتحت ہو، اور ادارے میں قانون و ضابطہ موجود نہ ہو، تب قاری صاحب کے لیے قانون بنانا درست نہیں، البتہ ترغیب دینا درست ہے۔ البتہ اگر ادارہ قاری صاحب کو اس قانون کو بنانے اور اس پر عمل کرانے کی اجازت دیتا ہے تو درست ہے۔

۲) یا قاری صاحب کسی ادارے کا ماتحت ہو اور ادارے میں قانون اور ضابطہ موجود ہو، تو قانون اور ضابطہ کی رو سے ضروری ہے۔

۳) یا قاری صاحب کی اپنی ذاتی کلاس ہو اپنے گھر یا مسجد میں پڑھاتا ہو، اور بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، تب بھی یہ قانون بنانا درست ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ: عبدالعلی
المتخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی
۱۴۳۹/۶/۱۲ھ = ۲۰۱۸/۳/۱ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۰۸۹/۹۱)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

---

(۱) لما في «سنن أبي داود» (٦/ ١٦٨، ت: الأرنؤوط): عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «البسوا من ثيابكم البياض، فإنها من خير ثيابكم، وكفنوا فيها موتاكم...».
وفي «تقريرات الرافعي» على «حاشية ابن عابدين (٦/ ٣٠٧): قول المصنف: (ولا بأس بسائر الألوان)، قال الحموي: من أحكام يوم الجمعة في «جامع المضمرات والمشكلات» عن «فتاوى الحجة»: تكره للرجال لبس الخضر، وأحب الثياب إلى الله تعالى الثياب البيض اهـ.

مدرسہ کے لیے مکان دینے والے کا تنگ دستی کی وجہ سے مکان خالی کرانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک شخص نے اپنا مکان جو کرائے سے خالی ہونے کے بعد مکتب کے لیے مختص کر کے وقف نہ کیا ہو، اس میں قرّاء صاحبان کو بٹھا کر مکتب کی کلاسیں شروع کروادیں اور ان کی تنخواہیں بھی جاری کر دیں، تقریباً تین سے ساڑھے تین سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا، لیکن اس کے بعد اس شخص کی مالی حالت خراب ہونے کی وجہ سے مکان بیچنا پڑا، تو مکتب کا مدرسہ بند ہونے کی وجہ سے اس شخص پر کوئی گناہ یا وبال ہوگا؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ جو مکان یا زمین جسے وقف نہ کیا گیا ہو، بلکہ بطورِ عاریت مکتب یا مدرسہ وغیرہ کے استعمال کے لیے دیا گیا ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ اسے اپنے استعمال میں لے سکتا ہے اور اسے فروخت بھی کر سکتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ مسئلہ میں اگر مالک نے اس مکان کو مکتب کے لیے وقف نہیں کیا ہے بلکہ بطورِ عاریت دیا ہے، تو مالک کا اس مکان کو واپس لے کر بیچنا جائز ہے اور مکتب بند ہونے کی وجہ سے اس پر کوئی گناہ اور وبال نہیں ہوگا (۱)۔

واللہ اعلم بالصواب
بندہ خلیل الرحمٰن عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲۰/۱۱/۲۰۱۸ء = ۱۱/۳/۱۴۴۰ھ
(فتویٰ نمبر: ۷۰/۱۲۶)

الجواب صحیح
احسان اللہ عفی عنہ
۱۱/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس لغاری عفی عنہ
۲۰/۱۱/۲۰۱۸ء = ۱۱/۳/۱۴۴۰ھ

مدرسہ میں سفید عمامہ، سفید کپڑے اور سفید ٹوپی پہننے کا ضابطہ مقرر کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں سفید عمامہ یا سفید کپڑے یا سفید ٹوپی پہننے کا قانون بنانا کیسا ہے؟

۱) اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو، ادارے میں قانون وضابطہ موجود نہ ہو۔

۲) یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو، ادارے میں قانون وضابطہ موجود ہو۔

---

(۱) لما في «إعلاء السنن» (١٦/ ٤٩): «وعن أبي أمامة ﷺ أنه سمع النبي ﷺ يقول في حجة الوداع: «العارية مؤداة». أخرجه أبو داود، وحسنه الترمذي، وصححه ابن حبان. وكذا في «الدر المختار مع رد المحتار» (٥/ ٦٧٨).

آخر قرآنِ پاک سن کر اس کے حافظ ہونے کی تصدیق کر دیتے ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: رحمت اللہ
(فتویٰ نمبر: ۱۴۱۵۵)

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن

طلباء کے لیے مدرسہ کے اندر نماز باجماعت کا اہتمام کرانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب کا مدرسہ ہو جس میں نماز کا وقت آجائے تو قاری صاحب طلباء کی صفیں بنا کر خود امامت کروائیں اس حال میں کہ مسجد مدرسہ کے قریب ہو یا دور ہو۔

۲۔ اگر قاری صاحب بالغ طالبِ علم کو نماز کے لیے آگے کرے اور خود قاری صاحب اس طالبِ علم کے پیچھے نماز پڑھے، مسجد میں نہ جائے ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

کیونکہ بسااوقات اگر مدرسہ میں طلباء کی نماز نہ کرائی جائے تو طلباء مسجد میں نماز نہیں پڑھتے۔ طلباء کی نماز فجر، یا ظہر، یا عصر، یا مغرب، یا عشاء کی کوئی بھی جماعت ہو، شرعاً اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔ صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کے لیے مسجد کو چھوڑ کر مدرسہ میں جماعت کروانے کی عادت ڈالنا درست طرز نہیں ہے، البتہ کبھی کبھار طلبہ کی کثرت اور اجتماعیت کی وجہ سے مدرسہ میں بھی جماعت کروالے تو درست ہے، مگر مسجد کا ثواب نہیں ملے گا۔

۲۔ اگر بالغ طالبِ علم قرآن مجید ٹھیک پڑھتا ہو اور نماز کے مسائل کو اچھی طرح جانتا ہو تو اس کو امام بنانا جائز ہے[1]۔

---

(۱) لما في «الدر المختار ورد المحتار» (في باب الإمامة: ۱/ ۵۵٤): «(والجماعة سنة مؤكدة للرجال)... (فتسن أو تجب على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج) ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرة، أي: بلا عذر، وهذا عند العراقيين وعند الخراسانيين إنما يأثم إذا اعتاده، ولو فاتته ندب طلبها في مسجد آخر. وفي «حاشية الطحطاوي» على «مراقي الفلاح» (ص ۲۸٦): وفي «القنية»: الأصح أن إقامتها في البيت كإقامتها في المسجد وإن تفاوتت الفضيلة.

دوسرے مکتب (ادارے) سے حفظ کی سند حاصل کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) ایک مکتب سے پڑھا ہوا طالبِ علم (جو حافظ ہو، چاہے قرآنِ پاک یاد ہو یا یاد نہ ہو) کا دوسرے مکتب کے ادارے سے سند وصول کرنا شرعاً کیسا ہے؟ کیا ایسا کرنا دھوکہ دہی اور خیانت کے زُمرے میں آئے گا؟

(۲) ایک مکتب سے پڑھا ہوا طالبِ علم (جو حافظ ہو، چاہے قرآنِ پاک یاد ہو یا یاد نہ ہو) فوج میں مسجد کا خادم بننے کے لیے یا یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے (جس میں حفظ کے اضافی نمبرات ملتے ہیں) سند حاصل کرنا چاہتا ہو، تو اس طالبِ علم کا دوسرے مکتب کے ادارے سے سند وصول کرنا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی طالبِ علم حفظ ایک مدرسہ سے کرے اور سند دوسرے مدرسہ سے وصول کرے، جس (سند) میں دوسرے مدرسہ والے اس بات کی گواہی دیں کہ مذکورہ طالبِ علم نے ہمارے مدرسہ سے حفظ کیا ہے، ایسی سند جاری کرنا دوسرے مدرسہ کے لیے درست نہیں، کیونکہ سند میں جس بات کی گواہی دی جاتی ہے جو کہ حقیقت سے عاری ہے اور یہ جھوٹ میں شمار ہوگی، نیز فوج میں مسجد کا خادم بننے کے لیے یا یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے لیے بھی دوسرے ادارے سے ایسی سند (کہ جس میں سند جاری کرنے والا ادارہ اس بات کی گواہی دے کہ مذکورہ طالبِ علم نے ہمارے ادارے سے حفظ کیا ہے، جبکہ حقیقت میں طالبِ علم نے کسی دوسرے ادارے سے حفظ کیا ہوتا ہے) وصول کرنا درست نہیں[1]۔

نوٹ: عام طور پر ادارے اس طرح کی سند جاری نہیں کرتے، بلکہ وہ طالبِ علم سے اول تا

---

(۱) لما في «مشكاة المصابيح» (ص۱۷، دار الحديث): «وعن عبد الله بن عمرو أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «أربع من كن فيه كان منافقا خالصا، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب...إلخ. وفي «مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح» (۱/ ۱۲۸، امدادية): «وإذا حدث كذب) أي: عمداً من غير عذر. وفي «الهندية» (۳/ ٤٥٠، ماجدية): «كتاب الشهادات: أما التعريف فهو إخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القضاء».

معلم کا طلبہ کو موبائل، کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ کے استعمال سے روکنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کے قاری صاحب اپنے حفظ کے طلباء کرام کو ٹچ اور سادہ موبائل، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ وغیرہ سے اس لیے روکے کہ ان مذکورہ چیزوں کے استعمال سے طلباء کرام کی پڑھائی خراب نہ ہو اور ان کی پڑھائی پر کوئی اثر نہ ہو، تاکہ طلباء کرام قرآن پاک یکسوئی سے، توجہ سے یاد کر سکیں، تو کیا قاری صاحب اس طرح طلباء کرام کو روک سکتا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ کی رو سے مفوضہ ذمہ داریوں کو دیانت داری سے پورا کرنا ضروری ہے۔ صورتِ مسئولہ میں مکتب کا قاری صاحب اپنے مکتب کے طالبِ علموں کا نگہبان ہے اور اپنے شاگردوں کی درست تربیت دینے پر مامور ہے، چنانچہ اس کو یہ حق حاصل ہے کہ طالبِ علم کو ان چیزوں کے استعمال سے منع کرے جن سے ان کے اخلاق و کردار، تعلیم و تربیت متاثر ہوتے ہوں، چنانچہ قاری صاحب موبائل، لیپ ٹاپ وغیرہ بُرے اثرات کو مد نظر رکھتے ہوئے طالبِ علم کو اس کے استعمال کرنے سے روک سکتا ہے[1]۔

الجواب صحیح	کتبہ: شاہ زمان
نجم الرحمٰن	متخصص فی الفقہ
	جامعہ عثمانیہ، پشاور
۲۰۱۸/۱۱/۵ء	(فتویٰ نمبر: ۲۳۷۶/۲۹۷/۳۲۸)

امتحان کے دن معلم کا کمزور اور کُند ذہن طلبہ کو جائزے کے بغیر گھر بھیج دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) ایک قاری صاحب جو کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں ہر ماہ طالبِ علم کا جائزہ لیا جاتا ہو، قاری صاحب کے پاس کچھ کُند ذہن اور کمزور طلباء پڑھتے ہوں، جب ممتحن جائزہ لینے کے لیے آئے تو قاری صاحب کُند ذہن اور کمزور طلباء کو جائزہ کے بغیر چھٹی دے کر گھر بھجوا دیتے ہیں، اس کا علم نہ ادارے کو ہوتا ہے اور نہ ممتحن کو، تو آیا قاری صاحب کا کمزور اور کُند

---

(۱) لما في «صحيح البخاري» (۹/ ٦۲، رقم الحديث: ۷۱۳۸): عن عبد الله بن عمر، رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته....» الحديث.

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

کتبہ: امیر حمزہ
المتخصص فی الافتاء
معہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد، کراتشی
۴/۶/۳۹ھ=۲۱/۲/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۳۷/۱۱۰۳۶)

پانچ سال سے کم عمر کے طالبِ علم کو داخلہ دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کے کلاس میں پانچ سال سے کم عمر طالبِ علم کو داخلہ دینا شرعاً کیسا ہے؟ نیز کتنے سال کے طالبِ علم کو داخلہ دینا چاہیے؟

الجواب وباللہ التوفیق

تحصیلِ علم کے لیے عمر کی کوئی خاص مدت مقرر نہیں، چنانچہ بچہ جب اچھے بُرے میں تمیز کر سکے اور گفتگو کو سمجھ پاتا ہو اور سوال کا جواب دینے کے قابل ہو تو تحصیلِ علم کے لیے اہل سمجھا جائے گا۔ اور عام طور پر بچہ پانچ سال کی عمر میں سمجھ دار ہو جاتا ہے۔

لہذا بچے کو پانچ سال کی عمر میں مکتب میں داخل کیا جا سکتا ہے، تاہم اگر کوئی بچہ پانچ سال سے کم ہو، مگر سمجھ دار ہو تو اس کو بھی تعلیم دی جا سکتی ہے اور مکتب میں داخل کیا جا سکتا ہے[1]۔

الجواب صحیح
غلام الرحمٰن
۲۵/۲/۱۴۴۰

الجواب صحیح
نجم الرحمٰن
۴/۱۱/۲۰۱۸ء

کتبہ: طیب احمد
۲۰ صفر ۱۴۴۰ھ
(فتویٰ نمبر ۳۲۸/۲۹۷/۲۳۶۷)

(۱) لما في «صحيح البخاري» (۱/ ۲٦، رقم الحديث: ۷۷): عن محمود بن الربيع، قال: «عقلت من النبي صلى الله عليه وسلم مجة مجها في وجهي وأنا ابن خمس سنين من دلوٍ». قال العلامة العيني تحت هذا الحديث في «عمدة القاري شرح صحيح البخاري» (۲/ ٦۸، باب متى يصح سماع الصغير): والذي ينبغي في ذلك اعتبار التميز، فإن فهم الخطاب ورد الجواب كان مميزا وصحيح السماع، وإن كان دون خمس.....وحفظ القرآن أبو محمد بن محمد الأصبهاني، وله خمس سنين، فامتحنه فيه أبو بكر بن المقرئ وكتب له بالسماع وهو ابن أربع سنين.

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ کی رو سے بیع اور اسی طرح کے دیگر تمام معاملات اور لین دین میں بنیادی شرط جانبین کی رضامندی کو قرار دیا گیا ہے۔ پس مسئولہ صورت میں اگر قاری صاحب اپنے شاگردوں کے والدین کے ساتھ ان کی رضامندی سے کوئی لین دین کرے تو از روئے شریعت اس میں کوئی حرج نہیں۔ تاہم اگر انتظامی طور پر ادارے کا ضابطہ یہ ہو کہ اساتذہ طلبہ کے والدین کے ساتھ لین دین نہیں کریں گے، نیز بچوں یا ان کے والدین سے تحائف لینے پر پابندی ہو، تو چونکہ قاری صاحب بھی اس ادارے کے ماتحت ہونے کی وجہ سے اس کے قواعد وضوابط پر عمل کرنے کا پابند ہے، لہذا ایسی صورت میں قاری صاحب کے لیے طلبہ یا ان کے والدین سے تحائف لینے اور ان کے ساتھ لین دین سے احتراز کرنا ضروری ہوگا[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: زکی اللہ عثمانی
نجم الرحمن	غلام الرحمن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۲/۱۰/۲۰۱۸ء	۱۳/۳/۱۴۴۰ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۳۲۸/۲۹۷/۲۳۵۰)

قرآنِ پاک حفظ کرنے کے بعد یاد نہ ہو تو اس کی سند جاری کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک طالبِ علم کو قرآنِ پاک یاد نہ ہو، لیکن اس نے حفظ مکمل کیا ہو، ایسے حافظ کو سند جاری کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلّماً

سند جاری کرنے یا نہ کرنے کا تعلق ہر ادارے کے ضابطے پر ہے کہ اگر آپ کے ادارے کا ضابطہ یہ ہے کہ جس بچے نے حفظ مکمل کیا ہے، اس کو سند جاری کی جائے گی اگرچہ اس کو یاد نہ ہو، تو اس کو سند جاری کرنا درست ہے، کیونکہ سند شہادت ہے اس بات کی کہ حافظ نے مکمل حفظ کیا ہے۔

اور اگر سند جاری کرنے کا ضابطہ یہ ہے کہ جو بچہ حفظ مکمل کر کے امتحان میں کامیاب

(۱) لما في «الهداية» (۳/ ۳٤۷): «لأن من شرط صحة هذه العقود التراضي».

ذہین طلباء کو جائزہ کے بغیر چھٹی دے کر گھر بھجوانا شرعاً کیسا ہے؟

نوٹ: ادارے کی طرف سے ہر طالبِ علم کا شریک ہونا امتحان یا جائزہ کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

الجواب وباللہ التوفیق

حدیث شریف میں ہے کہ ہر آدمی سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا، اس لیے مدرس کو چاہیے کہ طالبِ علموں کے اسباق کا خیال رکھ کر اس کی نگرانی کرے، خصوصاً کمزور طلباء کو مختلف طریقوں سے سبق کی طرف متوجہ کرے، تاکہ ان کا وقت ضائع نہ ہو، ان میں سے ایک طریقہ امتحان بھی ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے طالبِ علموں کی کارگردگی میں بہتری آتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جب قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت بچوں کو سبق پڑھاتا ہو، تو قاری صاحب کی حیثیت اجیر خاص کی ہے۔

اور اجیر خاص کے لیے ادارے کے ضابطوں پر عمل کرنا ضروری ہے، لہٰذا اگر ادارے کا ضابطہ یہ ہو کہ ہر طالبِ علم کا امتحان میں شریک ہونا ضروری ہے، اور کوئی قاری صاحب امتحان کے دن کمزور طلباء کو بلاوجہ چھٹی دے کر گھر بھجوا دیتے ہیں، تو قاری صاحب کے لیے اس طرح کرنا جائز نہیں ہے، یہ ادارے اور بچوں کے ساتھ خیانت ہے، لہٰذا اس عمل سے احتراز کرنا چاہیے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: زبیر احمد
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ والافتاء
۲۰۱۸/۱۰/۱۴ء	۱۴۴۰/۲/۷ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۳۸/۲۹۷/۳۲۸)

معلم کا طلبہ کے والدین سے قرض لینا یا کوئی چیز منگوانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کے قاری صاحب کا اپنے شاگردوں کے والدین کے ساتھ کسی قسم کا لین دین کرنا، یعنی قرض لینا یا کوئی اور چیز منگوانا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا۔

---

(۱) لما في «صحيح البخاري» (۹/ ۶۲، رقم الحديث: ۷۱۳۸): عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته.... الحديث

ساتواں باب: مکتب کے اوقات اور چھٹی سے متعلقہ مسائل

مسجد میں پڑھانے والے معلمین کا مسجد میں گپ شپ لگانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک مسجد میں مکتب کی کئی کلاسیں لگتی ہیں، کلاس میں پڑھائی کے دوران کلاس شروع ہونے سے پہلے (یا پڑھائی ختم ہونے کے بعد) قرّاء حضرات گپ شپ کی محفل لگاتے ہوں تو اس کا شرعی حکم بیان فرمائیں۔ قرّاء حضرات کا ایسی محفل لگانا کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ عمل (باقاعدہ محفل و مجلس لگا کر باتیں کرنا) مسجد کے آداب کے خلاف ہے، اس سے احادیث میں سختی کے ساتھ منع کی تاکید اور وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> "آخری زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو مسجد میں آکر جگہ جگہ حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں گے، وہاں دنیا اور اس کی محبت کی باتیں کریں گے، تم ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو، کیونکہ اللہ تعالی کو مسجد میں ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں"۔ (مشکاۃ بحوالہ شعب الایمان[۱])

اس حدیث کی روشنی میں علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو دنیا کی باتیں مسجد سے باہر جائز اور مباح ہیں مسجد میں وہ بھی ناجائز ہیں اور جو باتیں مسجد کے باہر بھی ناجائز ہوں وہ مسجد میں سخت حرام ہیں[۲]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالی اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	نواب الدین
۹/۸/۳۹ھ	۹/۸/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۹/شعبان/۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر ۵۷/۶۳۱۸۹)

(۱) «شعب الإيمان» عن الحسن البصري مرسلا (٤/ ٣٨٧).

(۲) لما في «الدر المختار ورد المحتار» (١/ ٦٦٢): «والكلام المباح، وقيده في «الظهيرية» بأن يجلس لأجله، لكن في «النهر»: الإطلاق أوجه». (قوله: بأن يجلس لأجله)؛ فإنه حينئذ لا يباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بني لأمور الدنيا. وفي «صلاة الجلابي»: الكلام المباح من حديث الدنيا يجوز في المساجد وإن كان الأولى أن يشتغل بذكر الله تعالىٰ، كذا في التمرتاشي إلخ.

ہو گا اس کو سند جاری کی جائے گی، اور ناکام ہونے کی صورت میں دوبارہ امتحان دینا پڑے گا، اس صورت میں مذکورہ بچے کے لیے سند جاری کرنا جائز نہیں ہو گا، کیونکہ سند کی حیثیت گواہی کی ہے کہ سند اس بات کی شہادت ہے کہ اس بچے کو قرآن یاد ہے جب کہ اس کو یاد نہیں ہے، تو یہ جھوٹی شہادت ہوئی جو کہ جائز نہیں۔

البتہ! اگر بچے کو قرآن پاک یاد تھا، امتحان میں بھی پاس ہو گیا تھا، اور سند بھی جاری کر دی گئی، لیکن بعد میں بچہ قرآن بھول گیا، تو اس صورت میں ادارے والے گناہگار نہیں ہوں گے، کیونکہ سند جاری کرتے وقت بچے کو قرآن یاد تھا [1]۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد عمران گجراتی عفا اللہ عنہ
المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث
معہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۱۵/۳/۱۴۴۰ھ = ۲۴/۱۱/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۲/۷۲/۵۳)

الجواب صحیح
احقر سلیم اللہ عفا اللہ عنہ
۱۵/۳/۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ حمزہ بن عبد الرزاق عفا اللہ عنہما
۱۴/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ عفی عنہ
۱۸/۳/۴۰ھ

(۱) لما جاء في «صحيح البخاري» (كتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، رقم: ۲٦٥۳، ط: بيت الأفكار): عن أنس رضي الله عنه، قال: سئل النبي ﷺ عن الكبائر، قال: «الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، وشهادة الزور».

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۔ اگر دیر سے چھٹی طلبہ کرام کی تعلیم اور پڑھائی کے حوالے سے ضروری یا مفید ہو اور اسی غرض کے لیے دیر سے چھٹی دی جاتی ہو تو جائز ہے، تاہم اس حوالے سے انتظامیہ کو شرعاً اختیار ہے کہ قاری صاحب کو بروقت چھٹی دینے کا کہہ دے۔

۲۔ درست ہے، بشرطیکہ طلبہ کے والدین کی طرف سے ممانعت نہ ہو، طلبہ بالغ ہوں اور ان میں اس کام کرنے کی استطاعت بھی ہو۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۲۵/۸/۳۹ھ	۲۵/۸/۳۹ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید
		۲۴ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۲۸۷/۵۷)

طلبہ کی چھٹی بند کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر طلباء سبق، سبقی اور منزل نہ سنائیں تو استاد کا سزا کے طور پر طالبِ علم کی چھٹی بند کرنے کا کیا حکم ہے؟

قاعدہ، ناظرہ اور حفظ تینوں کلاسوں کے طلباء کا سبق نہ سنانے پر چھٹی بند کرنے سے طلباء کرام کا بد ظن ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور بعض طلبہ کرام اسکول اور ٹیوشن بھی جاتے ہیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

چھٹی بند کرنے کے بارے میں صرف تعلیمی اوقات کے دورانیہ کے درمیانی وقفہ کے وقت ہی کو ترجیح دی جائے، غیر تعلیمی اوقات میں بچوں کی چھٹی بند کرنے میں کئی خرابیاں اور مفاسد ہیں جن کی وجہ سے یہ طریقہ واجب الترک ہے۔

لہٰذا طلبہ کی غفلت اور سستی سے نمٹنے کے لیے دیگر کئی طریقوں پر عمل کیا جا سکتا ہے، مثلاً ان کے سرپرستوں کو اطلاع دی جائے اور گھر سے یاد کر کے آنے کی پابندی کرائی جائے۔

نیز ایسے ناقابل اصلاح بچے جن کی وجہ سے دوسروں کی تعلیم متاثر ہونے کا اندیشہ ہو، یا دوسروں کے بھی غفلت وغیرہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں صرف ناظرہ تک

استاد کا طالبِ علم کو ذاتی کام کے لیے بھیجنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:
ایک قاری صاحب کی دکان ہو اور وہ دکان کے سامان کے لیے کسی شاگرد کو مارکیٹ بھیجے، اس میں دو صورتیں ہیں:
۱۔ قاری صاحب شاگرد کو پڑھائی کے وقت بھیجے کہ اس نے سبق، سبقی، منزل وغیرہ نہ سنائی ہو۔
۲۔ قاری صاحب شاگرد کو چھٹی کے بعد بھیج دیں کہ اس شاگرد نے سبق، سبقی، منزل وغیرہ سنائی ہو۔ (اگر طالبِ علم کی پڑھائی پر اثر ہو یا نہ ہو) ان دونوں صورتوں کا حکم واضح فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۔ تعلیم کے حرج کی وجہ سے جائز نہیں۔
۲۔ جائز ہے بشرطیکہ اس سے تعلیم متاثر نہ ہو۔

والله سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دارالافتاء جامعۃ الرشید
۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۳۲۰۶/۵۷)

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۳۹/۸/۹ھ

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۸/۹ھ

معلم کا مکتب کے طلبہ کو دیر سے چھٹی دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
۱۔ ایک مکتب کی کلاس کا وقت صبح فجر کی نماز کے بعد سے ۱۰ بجے تک ہوتا ہے، جس میں بالغ یا نابالغ دونوں طرح کے طلبۂ کرام پڑھتے ہیں اور مکتب کے قاری صاحب کبھی گیارہ (۱۱) بجے، کبھی بارہ (۱۲) بجے، کبھی ساڑھے گیارہ (۱۱:۳۰) بجے تک طلبۂ کرام کو پڑھائے اور دیر سے چھٹی دے تو قاری صاحب کا دیر سے چھٹی دینا شرعاً کیسا ہے؟
۲۔ اگر قاری صاحب سبق کی چھٹی کے بعد اپنا کوئی ذاتی کام طلبۂ کرام سے لے تو قاری صاحب کا چھٹی کے بعد طلبۂ کرام سے خدمت لینا شرعاً کیسا ہے؟

کی ابتداء (اختلاف روایات کی بناء پر) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت یا ان کے آسمان پر اٹھائے جانے سے ہوئی ہے، جبکہ عیسائیوں کا باطل نظریہ یہ ہے کہ یہود نے (نعوذ باللہ) عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا، اس سے اس تاریخ کی ابتداء ہوئی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عام خط و کتابت، بول چال و دیگر امور بالخصوص دینی اداروں کے تعلیمی نظام میں انگریزی تاریخ کا استعمال بلا ضرورت قبیح اور برا عمل ہے، جس سے جتنا ہو سکے اجتناب کیا جائے۔ لہٰذا اگر وہ دفتری اور انتظامی معاملات جن کا تعلق غیر مسلموں یا سرکاری نظام سے بھی ہے، صرف ان میں انگریزی و شمسی حساب کو رکھا جائے اور باقی نجی خط و کتابت اور روز مرہ کی ضروریات میں قمری اسلامی تاریخوں کا استعمال رکھا جائے، یا پھر دونوں لکھے جائیں تو اس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کا ثواب بھی ہوگا اور اپنا قومی شعار اور تشخص بھی محفوظ و باقی رہے گا(۱)۔ (ماخوذ از احسن الفتاویٰ: ج ۸، ص ۲۴۵، معارف القرآن: ج ۱، ص ۳۶۸)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۴ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر ۵۷/۶۲۵۷۹)

الجواب صحیح	الجواب صحیح
آفتاب احمد	بندہ احمد حسن
۲۴/۶/۳۹ھ	۲۴/۶/۳۹ھ

معلم کا کبھی کبھار کلاس میں دیر سے آنے، مہمان کو وقت دینے یا نماز جنازہ کے لیے جانے پر تنخواہ سے کٹوتی کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جو کلاس میں دیر سے آئے، یا مہمان کو ٹائم دے دیں، یا نماز [...] لیے مہتمم کی اجازت کے بغیر چلا جائے، اس میں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو، تو [...] سے مہتمم تنخواہ کی مد میں کٹوتی کرے گا یا نہیں؟

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَ[...] مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ [التوبة: ۳۶]. وفي «أحكام القرآن» [...] الأمة رحمه الله تعالى: «ومن هنا علم أن استعمال الحساب الشمسي في ال[...] والمعاملات وإن كان جائزا فلا ريب أنه خلاف الأولى؛ لكونه خلاف [...] عليه وسلم وسنة أصحابه والسلف الصالحين، وأيضا فلما كان مدار الأ[...] الدينية على الحساب القمري كان حفظه وضبطه فرضا على الكفاية [...] يستعمل في المكاتبات والمخاطبات والمعاملات اليومية...» إلخ.

ایسے بچوں کو برداشت کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے بعد ایسے بچوں کو زبردستی حافظ بنانے سے اجتناب ہی بہتر ہے، بلکہ ان کو حفظ کی بجائے کوئی دیگر مفید مشورہ دیا جاسکتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	ثواب الدین
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۳۹/۶/۱۶ھ	۳۹/۶/۱۵ھ	۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۳۹۱/۵۷)

مکتب میں شمسی تاریخ کا استعمال

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب کی رجسٹر میں حاضری کی ترتیب قمری یا شمسی تاریخ میں سے کس کے مطابق رکھی جائے؟ اور اسی طرح فیس اور تنخواہ کی ترتیب کا ذکر بھی فرمادیں کہ کس تاریخ کے مطابق رکھی جائیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

شریعت نے عبادات کے معاملہ میں تو اسلامی اور قمری تاریخ کے حساب کو بطورِ لازم متعین کر دیا ہے اور عام معاملات میں بھی اسی کو پسند کیا ہے، اس لیے کہ اسلامی تقویم ایک طرح کا اسلامی شعار بھی ہے اور اس کے استعمال میں اسلامی تقویم کی حفاظت کا ثواب بھی ہے۔

جبکہ دنیوی معاملات میں شمسی یا انگریزی (عیسوی) تاریخ کے استعمال کی بھی فی الجملہ گنجائش ہے، لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا رواج اتنا عام نہ ہو جائے کہ لوگ قمری تاریخ اور اس کے حساب کو بالکل بھول جائیں، اس لیے کہ ایسا کرنے میں عبادات، روزہ وحج وغیرہ میں خلل آتا ہے، جیسا کہ اس زمانے میں عام دفتروں اور کاروباری اداروں بلکہ نجی اور باہمی خط وکتابت میں بھی شمسی اور انگریزی حساب کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو اسلامی مہینے یاد ہی نہیں رہتے۔ یہ شرعی حوالے سے بہت غلط اور قومی اور ملی غیرت کا دیوالیہ پن ہے۔ علاوہ ازیں قمری تقویم یقینی ہے جبکہ شمسی یا عیسوی تقویم ایک ظنی اور تقریبی حساب ہے، نیز صرف انگریزی (عیسوی) تاریخ کے استعمال کرنے میں مذکورہ خرابیوں کے علاوہ عیسائیوں کے ساتھ مشابہت اور انہیں خوش کرنے کے مفاسد کے ساتھ ساتھ، اس میں (بعض اہل علم کے مطابق) عیسائیوں کے ایک باطل نظریہ کی فی الجملہ تائید کا شائبہ بھی ہے، اس لیے کہ انگریزی (عیسوی) تاریخ

اپنا سبق یاد کریں۔ کیا قاری صاحب اپنے وقت پر آکر طلباء کی نگرانی کرے؟

۲۔ ایک قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو، تو طلباء کرام سے کہے آپ سوا چھ (۶:۱۵) بجے پڑھنے آئیں اور میں خود سات (۷) بجے پڑھانے آؤں گا۔

ان دونوں صورتوں کی وضاحت مع حکم کے تحریر فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔ صورتِ مسئولہ میں اگر قاری صاحب کسی ادارے میں پڑھا رہے ہیں اور ادارے کی طرف سے ایک متعین وقت مقرر ہو تو اس صورت میں اسی وقت پر مدرسہ میں حاضر ہونا ضروری ہے، اور اگر دیر سے آنے کی صورت میں ادارے کے ذمہ دار حضرات نے اس قاری صاحب کی تنخواہ سے کٹوتی کا قانون بنایا ہے تو اس صورت میں تنخواہ سے کٹوتی کرنا بھی درست ہے۔

۲۔ اگر قاری صاحب کی اپنی ذاتی کلاس ہو اور قاری صاحب نے اپنے لیے اور طلباء کرام کے لیے ایک خاص وقت مقرر کیا ہے تو اس صورت میں قاری صاحب کو بھی وقت کی پابندی کا خیال رکھنا چاہیے[1]۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ احسان الدین عفی اللہ عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۰۸/۵/۱۴۳۹ھ=۲۲/۰۴/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۸۱/۱۱۷)

الجواب صحیح
محمد مفیض الرحمن چاٹگامی عفی عنہ
۵/۸/۳۹ھ=۲۲/۴/۱۸ء

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۵/۸/۳۹ھ=۲۲/۴/۱۸ء

معلم کا پندرہ بیس منٹ تاخیر سے کلاس میں آنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) ایک قاری صاحب کی کلاس کا دورانیہ دو (۲) گھنٹے ہو وہ بلا عذر روزانہ پندرہ (۱۵) یا بیس (۲۰) منٹ تاخیر سے آتا ہو تو وہ دیر سے آنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) لما في «رد المحتار» (٦/ ٧٠): قوله: (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة. قال في «التاترخانية»: وفي "فتاوى الفضلي": وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا: فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة، ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة - وفي «فتاوىٰ سمرقند»: وقد قال بعض مشايخنا: له أن يؤدي السنة أيضا. واتفقوا أنه لا يؤدي نفلا وعليه الفتوىٰ. كذا في «البحر الرائق» (٨/ ٣٤).

قاری صاحب اس طرح کرنے سے گناہگار ہوگا یا نہیں؟ تفصیل سے وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس میں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مدرس کے لیے اوقات متعین کردیے گئے تو ان اوقات میں وہ اجیر خاص ہے، ان اوقات میں اس کو دوسرا کام اجارہ پر کرنا جائز نہیں، بغیر اجارہ کے معمولی مختصر سا کام جس پر عُرفاً چشم پوشی کی جاسکتی ہے، کہ اس سے مدرسہ کے کام میں کوئی معتدبہ حرج نہ ہو، یا وہ ضروریات میں سے ہو، اس کی اجازت ہے، جیسے مثلاً کوئی معمولی ساخط لکھ دیا، یا حوائج ضروریہ کے لیے بیت الخلاء چلا گیا، یا نماز جنازہ کے لیے چلا گیا جو کہ قُرب وجوار میں ہی ہو، یا مہمان کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھ گیا اس صورت میں مہتمم مدرسہ کو تنخواہ سے کٹوتی نہیں کرنی چاہیے[1]۔ (ماخوذ از فتاویٰ محمودیہ بتغیر واضافہ: ۱۶/۵۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ ثابت اللہ عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴۳۹/۸/۲۲ھ=۲۰۱۸/۵/۹ء
(فتویٰ نمبر: ۲/۱۱۹)

الجواب صحیح
بندہ محمد مفیض الرحمن عفی عنہ
۳۹/۸/۲۲ھ=۱۸/۵/۹ء

معلم کا طلبہ کو کلاس کے وقت سے پہلے بلا کر خود دیر سے کلاس میں آنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔ ایک قاری صاحب جو کسی ادارے کے ماتحت ہو، وہ طلباء کرام کو فجر کے ہی فوراً بعد بلائے اور خود سات بجے آجائے اور طلباء کرام سے سبق سنے، قاری صاحب اور طلباء کا وقت ایک ہی ہوتا ہے، لیکن قاری صاحب کا طلباء کرام کے بعد تاخیر سے آنے کی وجہ یہ ہے کہ طلباء کرام

(۱) لما في «بدائع الصنائع» (٤/ ٧٥): وأما الأجير الخاص فهناك وإن وقع عمله إفسادا حقيقة إلا أن عمله يلتحق بالعدم شرعا؛ لأنه لا يستحق الأجرة بعمله بل بتسليم نفسه إليه في المدة، فكأنه لم يعمل. وفي «الدر المختار» (٤/ ٤١٨، ٤١٩): «وإن لم يخرج من المصر فإن اشتغل بكتابة علم شرعي فهو عفو...إلخ.

معلم کا دورانِ تعلیم ذاتی کاروبار کے لیے جانا اور کلاس کسی شاگرد یا کسی اور قاری صاحب کے حوالے کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

دورانِ تعلیم قاری صاحب جب گھر میں کھانا کھانے کے لیے چلا جائے، یا اپنے ذاتی کام کے لیے بولٹن مارکیٹ چلا جائے، یا سفر کے لیے چلا جائے تو اس معلم قرآن کا کیا حکم ہے؟ قاری صاحب بولٹن مارکیٹ اس لیے جاتا ہو کہ قاری صاحب کا ذاتی کاروبار ہو، قاری صاحب اپنی کلاس کو کسی شاگرد یا کسی اور قاری صاحب کے حوالے کرتا ہو جو قاری صاحب کی غیر موجودگی میں بچوں کو پڑھاتا ہو، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

یہ مسئلہ اس صورت میں ہو کہ قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ گھر یا مسجد میں ان کی اپنی ذاتی کلاس ہو، جس میں وہ بچوں کو فیس لے کر پڑھاتا ہو، تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئولہ صورت میں اگر قاری صاحب اپنا نائب کسی ایسے شخص کو مقرر کر کے جاتے ہیں جو اچھے طریقے سے بچوں کو پڑھا سکتا ہو تو اس صورت میں قاری صاحب کا سوال میں ذکر کردہ امور انجام دینا صحیح ہے، اور اگر مقرر کردہ شخص ان فرائض کو بخوبی انجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا، جس سے بچوں کی تعلیم میں حرج آرہا ہو تو قاری صاحب کے لیے ایسا کرنا درست نہیں، قاری صاحب کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ کلاس کے اوقات میں دوسرے کام نہ کریں، کیونکہ وہ کلاس کے اوقات کی بچوں سے فیس لے رہے ہیں[1]۔

واللہ تعالیٰ اعلم
محمد نبیل عفا اللہ عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۰۹/۰۷/۱۴۳۹ھ=۲۷/۰۳/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۷۱/۱۱۶)

الجواب صحیح
محمد مغیث الرحمن چاٹگامی عفی عنہ
۰۹/۷/۳۹ھ=۲۷/۳/۱۸ء

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۰۹/۷/۳۹ھ=۲۷/۳/۱۸ء

---

(۱) لما في «الدر المختار» (۲/ ۶۰۳): (لكنه يشترط) لصحة النيابة (أهلية المأمور لصحة الأفعال) ثم فرع عليه...الخ.

(۲) قاری صاحب کی اپنی ذاتی کلاس ہو اور بچوں سے فیس لیتا ہو، وہی فیس قاری صاحب کی تنخواہ ہو، آیا قاری صاحب نے روزانہ بلا عذر پندرہ (۱۵) سے بیس (۲۰) منٹ تاخیر سے آنے کی وجہ سے جو فیس طلباء سے وصول کی ہے، قاری صاحب کو ۲۰ منٹ تاخیر سے آنے کی فیس واپس کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟ والدین کو اس کا علم ہو یا نہ ہو، اس کا بھی حکم بیان فرمائیں۔

(نوٹ) پندرہ (۱۵) یا بیس (۲۰) منٹ کی فیس حلال ہوگی یا حرام؟ پندرہ (۱۵) یا بیس (۲۰) منٹ کی فیس قاری صاحب طلباء سے وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

مسئولہ صورت میں قاری صاحب کا روزانہ بلا عذر شرعی کے درس گاہ میں تاخیر سے آنے کا معمول بنانا شرعاً درست نہیں، اور اپنے کیے ہوئے پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔ اور یاد رہے کہ معلم کی حیثیت اجیر خاص کی ہے اور اسکو اجرت وقت کے بدلے ملتی ہے، لہذا معلم جتنا وقت درس گاہ میں نہیں دیتا، اس کی اجرت وصول کرنا شرعاً جائز نہیں۔ اور ابھی تک جتنا وصول کیا ہے اور جن سے وصول کیا ہے وہ معلوم ہیں تو ان کے سرپرستوں کو اس وقت کے بقدر رقم واپس کرنا ضروری ہے، لیکن اگر وہ طلباء معلوم نہیں، یا معلوم ہیں لیکن ان تک پہنچانا مشکل ہے، تو ان کے سرپرستوں کی طرف سے صدقہ کرنا واجب وضروری ہے۔ اور آئندہ اس بارے میں حتی الامکان احتیاط کریں اور پورے وقت کا احاطہ کرنے کی بھرپور کوشش کریں(۱)۔

واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد حسن وزیرستانی عفا اللہ عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲۱/شعبان المعظم/۱۴۳۹ھ=۸/ مئی/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۹/۳)

الجواب صحیح
محمد مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ
۲۱/شعبان المعظم/۱۴۳۹ھ=۸/ مئی/۲۰۱۸ء

---

(۱) لما في «حاشية ابن عابدين» (٦/ ٧٠): قوله: (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة. قال في «التاتارخانية»: وفي «فتاوى الفضلي»: وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا: فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة، ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة. وفي فتاوىٰ سمرقند: وقد قال بعض مشايخنا: له أن يؤدي السنة أيضا. واتفقوا أنه لا يؤدي نفلا. وعليه الفتوىٰ. وفيه أيضا (٤/ ٤١٩، ط: سعيد): أما لو شرط شرطا اتبع كحضور الدرس أياما معلومة في كل جمعة فلا يستحق المعلوم إلا من باشر خصوصا إذا قال: من غاب عن الدرس قطع معلومه، فيجب اتباعه، وتمامه في «البحر».

ہو گا، نیک لوگ جنت میں جائیں گے، بُرے لوگ جہنم میں جائیں گے، وغیرہ۔

۳۔ اگر دورانِ تعلیم استاد بچوں کی تربیت کے حوالے سے کسی مفید کتاب کا مطالعہ کرے جس سے طالبِ علم کے سبق میں بھی کوئی حرج لازم نہ آتا ہو تو کتاب کا مطالعہ کرنا درست ہے[۱]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	محمد مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ	بندہ ارسلان بشیر گلگتی عفی عنہ
		دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲۰۱۷/۳/۳ء=۱۴۳۹/۶/۱۴ھ	۲۰۱۷/۳/۳ء=۱۴۳۹/۶/۱۴ھ	۲۰۱۷/۳/۳ء = ۱۴۳۹/۶/۱۴ھ
		(فتویٰ نمبر: ۴۲/۱۱۴)

بچوں کے تعلیمی اوقات میں بالغان کو تعلیم دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب کے ادارے میں دورانِ تعلیم قاری صاحب بالغان کو قرآنِ پاک پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بچوں کے ٹائم میں بالغان کو پڑھانا شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں اس سے متعلق ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو؟

الجواب بعون الملک الوہاب

صورتِ مسئولہ میں بچوں کی تعلیمی اوقات میں بالغ حضرات کو پڑھانے اور نہ پڑھانے کے حوالے سے اگر ادارہ کا کوئی ضابطہ مقرر ہو، تو اس کے متعلق عمل ہو گا، اور اگر ادارہ کی طرف سے ضابطہ مقرر نہ ہو، ایسی صورت میں بچوں کے ساتھ بالغ حضرات کو پڑھانے کی وجہ سے اگر بچوں کی تعلیم کا حرج نہ ہو تو ان اوقات میں بالغ حضرات کو بھی پڑھانے کی گنجائش ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ تعلیم بالغان کے لیے ادارہ مستقل کوئی نظم بنائے[۲]۔

---

(۱) لما في «الدر المختار مع رد المحتار» (٦/ ٣٦٥): « والغلام إذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وإن كان صبيحا فحكمه حكم النساء، وهو عورة من قرنه إلى قدمه لا يحل النظر إليه عن شهوة، وأما الخلوة والنظر إليه لا عن شهوة فلا بأس، ولذا لم يؤمر بالنقاب.

(۲) لما في «الدر المختار» (٦/ ٧٠): وتحقيقه في الدرر، وليس للخاص أن يعمل لغيره، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل. فتاوى النوازل. وفي «رد المحتار» (٦/ ٧٠): (قوله وتحقيقه في الدرر) ونصه: اعلم أن الأجير للخدمة أو لرعي الغنم إنما يكون أجيرا خاصا إذا شرط عليه أن لا يخدم غيره أو لا يرعى لغيره أو ذكر المدة أولاً، نحو أن يستأجر راعيا شهرا ليرعى له غنما مسماة بأجر معلوم فإنه أجير خاص بأول الكلام. و«الفتاوى الهندية» (٤/ ٥٠٠).

تعلیمی اوقات کے دوران معلم کا طلبہ سے ذاتی کام کرانے، وعظ و نصیحت کرنے اور اپنی تعلیم سے متعلقہ کتاب پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

دورانِ تعلیم قاری صاحب اپنے ذاتی کام کے لیے اپنے گھر کا کچرا کسی طالبِ علم سے اٹھوا سکتا ہے یا نہیں؟

طالبِ علم چاہے بالغ ہو یا نابالغ۔

(۲) قاری صاحب طلباء کی تربیت کے لیے دورانِ تعلیم وعظ و نصیحت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) قاری صاحب دورانِ تعلیم اس کتاب کا مطالعہ کر سکتا ہے یا نہیں جو بچوں کے فن کے متعلق ہو؟ تجوید کی کتاب یا قرآنی معلومات کی کتاب کا پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

۱۔ استاد کے لیے طالبِ علم سے خدمت لینا مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ درست ہے۔

۱۔ اگر یقینی طور پر معلوم ہو کہ شاگرد استاد کی خدمت خوشی سے انجام دے گا اور کسی قسم کا بوجھ محسوس نہیں کرے گا۔

۲۔ طالبِ علم کی تعلیم میں حرج نہ ہو۔

۳۔ طالبِ علم بے ریش (امرد) نہ ہو اور شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔

۲۔ استاد کو چاہیے کہ وہ دورانِ تعلیم بچوں کی تربیت بھی کرتا رہے، اس کے لیے بہتر ترتیب یہ ہے کہ روزانہ کی بنیاد پر ایک وقت معین کرے، اور بچوں کو روزانہ کوئی ایسی کتاب سنایا کرے جس میں نیک بندوں کے حالات اور ان کے دنیا میں اچھے نتائج، بُرے لوگوں کے حالات اور دنیا میں ان کے بُرے نتائج کا بیان ہو، آخرت کے ثواب اور عذاب کا بیان ہو، جنت اور جہنم کا بیان ہو، رسول ﷺ کی سیرت اور آپ کے احوالِ طیبہ کا بیان ہو، اچھے لوگوں کے حکایات ہوں، جیسے حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم، اور مثالوں کے ذریعے سمجھایا جائے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے، تمام اعمال کا حساب کتاب ہو گا، پل صراط پر سے گزرنا

قاری صاحب پوری فیس لینے کی وجہ سے گناہگار ہوگا[۱]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	محمد مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ	بندہ محمد اسلم چشتینی عفی عنہ
۱۸/۳/۱۰ء=۳۹/۶/۲۱ھ	۱۸/۳/۱۰ء=۳۹/۶/۲۱ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
		۱۴۳۹/۶/۲۱ھ=۲۰۱۸/۳/۱۰ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۱۴/۸۰)

دیر سے آنے پر تنخواہ میں کٹوتی کے بعد قاری صاحب گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر کوئی قاری صاحب کلاس میں دیر سے آئے اور مدرسہ میں دیر سے آنے پر قاری صاحب کی تنخواہ میں سے کٹوتی بھی ہو جائے، کیا قاری صاحب گناہگار ہوں گے یا نہیں؟

یعنی جس جگہ تنخواہ کاٹنے کا قانون ہو وہاں تنخواہ کی کٹوتی کے بعد استاد گنہگار تو نہیں ہوگا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی ادارے میں تاخیر سے آنے پر ملازم سے تنخواہ کی کٹوتی کا قانون ہو تو ایسے ادارے میں ملازم تاخیر سے آنے پر شرعاً گناہگار نہیں ہوتا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب پر کوئی گناہ نہیں، البتہ دیر سے آنے کی عادت بنانے سے طلبہ کے تعلیمی نظام میں خلل واقع ہوتا ہے اس لیے اس کی عادت نہیں بنانی چاہیے[۲]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد یونس عفی عنہ	محمد مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ	بندہ محمد اسد خان عفا اللہ عنہ
۱۴/جمادی الاولیٰ/۱۴۳۹ھ	۱۴/جمادی الاولیٰ/۱۴۳۹ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۳/مارچ/۲۰۱۸ء	۳/مارچ/۲۰۱۸ء	۱۴/جمادی الاولیٰ/۱۴۳۹ھ = ۳/مارچ/۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۱۴/۶۳)

(۱) لما في «شرح المجلة» لسليم رستم باز (۱/ ۲۳۹): الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضرا للعمل. ولا يشترط عمله بالفعل غير أنه يشترط أن يتمكن من العمل، فلو سلم نفسه ولم يتمكن منه لعذر كالمطر والمرض: فلا أجر له، لكن أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة.

(۲) لما في «البحر الرائق» (۵/ ۲۳۲): ولو كان يدرس بعض الأيام في هذه المدرسة وبعضها في الأخرى لا يستحق غلتهما بتمامها وحكم المتعلم والمدرس في المسألتين سواء. اهـ. واستفيد من قوله لا يستحق غلتهما بتمامها أنه يستحق بقدر عمله وهي كثيرة الوقوع في أصحاب الوظائف في زماننا. وفي «شرح المجلة» (۱/ ۲۵۵، المادة: ٤٤٨): يشترط في صحة الإجارة رضى العاقدين.

والله اعلم بالصواب
بندہ محمد حسن وزیرستانی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
(فتویٰ نمبر: ۹۰/۱۲۲)

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۸/محرم الحرام/۱۴۴۰ھ
۱۹/ستمبر/۲۰۱۸ء

الجواب صحیح
عبید اللہ عفی عنہ
۸/۱/۱۴۴۰ھ

معلم کا ذاتی درس گاہ میں دیر سے آنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اپنی ذاتی درس گاہ مسجد یا گھر میں بچوں سے فیس لے کر پڑھاتا ہو، اگر وہ قاری صاحب روزانہ یا کبھی کبھار ۱۰ سے ۱۵ منٹ دیر سے آئے، ضرورت یا بلا ضرورت کے، تو اس قاری صاحب کا کیا حکم ہے؟

۱) گناہگار ہو گا یا نہیں؟

۲) فیس حلال ہو گی یا حرام؟

۳) باقی مدارس میں کٹوتی ہوتی ہے یہ ذاتی درس گاہ ہے، اس کا کیا حکم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ جو استاد کسی مدرسہ یا گھر میں بچوں کو ایک متعیّن وقت میں پڑھاتا ہے، اس کی حیثیت اجیر خاص کی ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ پڑھانے کے لیے جتنا وقت اس کا طے ہوا ہے، اس پورے وقت میں اس کا حاضر رہنا ضروری ہے، اگر پورا وقت حاضر نہ ہو گا تو اس کی تنخواہ سے کٹوتی کی جا سکتی ہے، لہذا صورتِ مسئولہ میں اگر قاری صاحب کے پڑھانے کا وقت طے ہے، تو ان پر اس وقت کی پابندی ضروری ہے، اگر تاخیر کریں گے تو بچوں کے والدین کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہیں تو اس کی تاخیر کے بقدر فیس سے کٹوتی کر لیں، اور اگر چاہیں تو پوری فیس دے دیں، اور اگر بچوں کے والدین کو قاری صاحب کی تاخیر کا علم نہ ہو تو اس صورت میں قاری صاحب پر لازم ہے کہ یا تو بچوں سے اتنے ٹائم کی فیس نہ لیں جتنے ٹائم وہ نہیں آئے، یا پھر بچوں کے والدین کو اپنی تاخیر کی اطلاع کر دیں، اگر وہ چاہیں تو اس تاخیر کے بدلے فیس سے کٹوتی کر لیں یا پوری دے دیں، بصورتِ دیگر (یعنی اگر قاری صاحب والدین کو اطلاع بھی نہ کرے اور نہ خود کٹوتی کریں)

قاری صاحب کے رشتہ دار کی وفات پر چھٹی دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جس کی اپنی ذاتی کلاس جو مسجد یا گھر میں ہو اور طلباء کرام کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، تو قاری صاحب کے دادا، دادی، نانا، نانی، چاچا، چاچی، ماموں، ممانی، ابو، امی، بھائی، بھابھی، یا بیوی بچوں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے، تو قاری صاحب طلباء کرام کو تین یوم کی چھٹی دے سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدًا ومصلیًا

صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کو چاہیے کہ کسی رشتہ دار کی فوتگی کی صورت میں بچوں کو پڑھانے کے لیے متبادل شخص کا انتظام کرے، طلباء کرام کی چھٹی نہ کرائے اور اگر کوئی متبادل نہ ملے، تو اس صورت میں قاری صاحب کے لیے طلباء کو چھٹی کرانے کی گنجائش ہے[1]۔

الجواب صحیح
عبید اللہ عفی عنہ
۵/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۵/۱/۱۴۴۰ھ=۱۶/۹/۲۰۱۸ء

بندہ کلیم اللہ عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۵/۱/۱۴۴۰ھ=۱۶/۹/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر ۳۴/۱۲۲)

معلم کا مہمان کے لیے دورانِ تعلیم ٹائم مقرر کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جو کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو بلکہ قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو، قاری صاحب بچوں کو گھر یا مسجد میں متعین وقت میں پڑھاتا ہو، قاری صاحب بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، صبح قاری صاحب کی کلاس کا ٹائم ساڑھے سات (۷:۳۰) سے لے کر ساڑھے دس (۱۰:۳۰) بجے تک ہو، ظہر کے بعد دو (۲) بجے سے لے کر ساڑھے چار (۴) بجے تک ہو بعض مدارس میں مہمان کو ٹائم دینے کے بارے میں ضابطہ مقرر ہوتا

---

(۱) لما في «الفتاوى الهندية» (۱/ ۱٦٧): (ومما يتصل بذلك مسائل) التعزية لصاحب المصيبة حسن، كذا في الظهيرية... ووقتها من حين يموت إلى ثلاثة أيام ويكره بعدها... ويستحب أن يعم بالتعزية جميع أقارب الميت الكبار والصغار والرجال والنساء إلا أن يكون امرأة شابة فلا يعزيها إلا محارمها، كذا في «السراج الوهاج».

معلم کا دورانِ تعلیم مہمان کو وقت دینے کی مقدار

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

دورانِ تعلیم اگر قاری صاحب کے پاس کوئی مہمان آجائے، اگر مہمان قریب سے آئے یاد ور سے، دوست یا رشتہ دار وغیرہ ہو، تو قاری صاحب دورانِ تعلیم مہمان کو کتنا وقت دے سکتا ہے جس سے طلباء کی پڑھائی میں کوئی حرج نہ ہو؟

تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں اس سے متعلق کوئی ضابطہ و قانون موجود نہ ہو۔

(۲) یا قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو، قاری صاحب کسی کے ماتحت نہ ہو، قاری صاحب بچوں کو گھر یا مسجد میں پڑھاتا ہو، بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو۔ دونوں صورتوں کی علیٰحدہ علیٰحدہ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدًا ومصلیًا

سوال میں مذکور دونوں صورتوں میں قاری صاحب کی حیثیت اجیر خاص کی ہے اور اجیر خاص کے لیے کام کے اوقات میں حاضر رہنا ضروری ہے اور اس دوران اپنے ذاتی کام میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے، البتہ وہ معمولی کام جن کی عام طور پر اجازت ہوتی ہے (مثلاً کوئی ضروری فون سننا، معمولی خط وکتابت کرنا، مہمان آجائے تو ان سے تھوڑی دیر کے لیے ملنا، وغیرہ) انجام دینے کی گنجائش ہوتی ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کے لیے اتنا مختصر وقت جس کی عُرف میں اجازت ہوتی ہے، مہمان سے ملنے کے لیے نکالنے کی گنجائش ہے[۱]۔

الجواب صحیح احسان اللہ عفی عنہ ۱۴۴۰/۱/۲ھ = ۱۳ ستمبر ۲۰۱۸ء	الجواب صحیح بندہ محمد یونس عفی عنہ ۲ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ = ۱۳ ستمبر ۲۰۱۸ء	واللہ اعلم بالصواب سمیع الحق عفا اللہ عنہ دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی ۲ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ = ۱۳ ستمبر ۲۰۱۸ء (فتویٰ نمبر: ۱۰/۱۲۲)

(۱) «رد المحتار» (٦/ ٧٠): قوله: (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة. قال في «التاترخانية»: وفي "فتاوى الفضلي": وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة، ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة...إلخ. وفي «رسائل ابن عابدين» (١/ ٤٤): والعرف في الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار.

ٹیوشن پڑھانے والا معلم، ایام رخصت کی تنخواہ کا مستحق نہیں

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب ٹیوشن پڑھاتے ہوں اور وہ قاری صاحب ٹیوشن والے حضرات کی اجازت سے حج، عمرہ یا اس کے علاوہ کسی سفر سے واپسی پر فیس کا مطالبہ کرے، کیونکہ ٹیوشن والے حضرات نے رخصت منظور کی تھی تو قاری صاحب کے لیے رخصت والے ایام کی فیس وصول کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

صرف رخصت کی منظوری یا اجازت فیس کے استحقاق کی دلیل نہیں بن سکتی، جب تک معاہدہ میں اس کی تصریح نہ ہو، یا اس کا عام رواج نہ ہو، لہذا مطالبہ جائز نہیں۔ البتہ از خود دینے کی صورت میں لینا جائز ہے، اس لیے کہ رخصت کے ایام کی تنخواہ یا فیس اجرت نہیں بلکہ عطیہ ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	نواب الدین
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	دار الافتاء جامعۃ الرشید
۹/۸/۳۹ھ	۹/۸/۳۹ھ	۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۲۰۷/۵۷)

نگران قاری صاحب یا ماتحت قاری صاحبان کی غفلت کی صورت میں تنخواہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک مکتب کا ادارہ ہو، جس میں مختلف کلاسیں لگتی ہوں، ان پر ایک نگران قاری صاحب بھی مقرر ہو، جو خود بھی کلاس پڑھاتا ہو، لیکن نگران قاری صاحب کلاس میں پابندی کا اہتمام نہ کرتے ہوں، بلکہ کثرت سے چھٹیاں کرتے ہوں، نگران اور ان تمام قاری صاحبان کی تنخواہ اہل محلہ والے اپنی مدد آپ کے تحت دیتے ہیں، لیکن قاری صاحبان اور نگران اپنی ذمہ داری سے غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اب آیا اس صورت میں اہل محلہ ان کی تنخواہ جاری رکھیں یا بند کردیں؟

کیونکہ غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ نگران کے ساتھ ساتھ قاری حضرات بھی کررہے ہیں، جس سے اہل محلہ بد ظن ہوجائیں۔ ان کی تنخواہ حلال ہے یا حرام؟ وضاحت فرمائیں۔

ہے۔ قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہے، اس میں مہمان کے لیے کوئی ضابطہ مقرر نہیں ہے، تو قاری صاحب ضابطے کے طور پر دورانِ تعلیم مہمان کے لیے ۱۵ یا ۲۰ منٹ کا ٹائم مقرر کر سکتا ہے یا نہیں؟ قاری صاحب (درس گاہ) میں ہی موجود ہو اور مہمان کو ٹائم دیں اور مہمان کو وقت دینے کے ساتھ بچوں کی نگرانی بھی کریں۔ برائے کرم تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب باسم ملہم الصواب

واضح رہے کہ جب کوئی شخص بچوں کی تعلیم کے لیے خاص وقت مقرر کر لے، جیسا کہ سوال میں ساڑھے سات (۷:۳۰) سے ساڑھے دس (۱۰:۳۰) تک کا وقت مقرر کیا گیا ہے، اس وقت میں تدریس پر طلباء سے فیس وصول کر رہا ہو تو اس شخص کی حیثیت فقہی لحاظ سے اجیر خاص کی ہے اور اجیر خاص کے ذمے کام کے اوقات میں حاضر رہنا ضروری ہے۔

نیز اس دوران اپنے ذاتی کام میں مشغول رہنا بھی جائز نہیں، البتہ وہ معمولی کام جن کی عُرفاً اجازت ہوتی ہے (مثلاً معمولی خط وکتابت کرنا، کوئی ضروری فون سننا، مہمان آئے تو اس سے تھوڑی دیر کے لیے ملنا، وغیرہ) انجام دینے کی گنجائش ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں پانچ سات منٹ جس سے عموماً تعلیم کا حرج نہیں ہوتا، مہمانوں سے ملاقات کے لیے مختص کرنے کی اجازت ہے[1]۔

واللہ اعلم بالصواب
احسان الحق مزاری عفا اللہ عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۵ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ = ۱۶ ستمبر ۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۲۲)

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۵ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ = ۱۶ ستمبر/۲۰۱۸ء

الجواب صحیح
عبید اللہ عفی عنہ
۵/۱/۱۴۴۰ھ

---

(۱) لما في «رد المحتار» (٦/ ٧٠): قوله: (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة. قال في «التاترخانية»: وفي "فتاوى الفضلي": وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة، ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة، وفي «فتاوىٰ سمرقند»: وقد قال بعض مشايخنا: له أن يؤدي السنة أيضا. واتفقوا أنه لا يؤدي نفلا. وعليه الفتوىٰ. وكذا في «بدائع الصنائع» (٤/ ١٨٤).

Scanned with CamScanner

ان تینوں صورتوں کا حکم مطلوب ہے۔

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۔۲ کسی ادارے میں ملازم معلم کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں، خواہ اس بارے میں ممانعت کا قانون ہو یا کہ نہیں، اس لیے کہ ایسا معلم اجیر خاص ہے اور اجیر خاص کے لیے ملازمت کے اوقات میں غیر ضروری کام یا عبادت کی شرعاً اجازت نہیں، لہٰذا دورانِ تعلیم درس گاہ میں صرف اس قدر ضروری فون کال ضمناً اور مختصراً کی اور وصول کی جا سکتی ہیں جس سے تعلیم میں کوئی حرج نہ ہو، بلا ضرورت یا ضرورت سے مگر اتنی طویل یا کثیر فون کالیں جس سے تعلیم متاثر ہو جائز نہیں، بلکہ ایسی صورت میں اس قدر وقت کو تعلیمی اوقات سے منہا کرنا یا اس کی بقدر اجرت اور تنخواہ کی رقم مدرسہ میں لوٹانا ضروری ہے۔

۳۔ ذاتی ادارے میں اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ اس سے تعلیم میں حرج نہ ہو، ورنہ جائز نہیں[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۳۹/۵/۲۰ھ	۳۹/۵/۱۸ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر ۶۱۹۰۵/۵۷)

طالبِ علم کا استاد کی بجائے نگران سے چھٹی لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر ایک مکتب کا ادارہ ہو جس میں چند کلاسیں (قاعدہ، ناظرہ، حفظ) کی ہوں، جس میں ادارے کے مہتمم نے اساتذہ کے لیے ایک نگران مقرر کیا ہو، اب طلباء کرام کو چھٹی کے لیے کس کے پاس جانا چاہیے؟ مہتمم کے پاس، نگران کے پاس، یا اپنی کلاس کے استاد کے پاس؟ کیونکہ مہتمم یا نگران سے چھٹی لینے کی صورت میں استاد لاعلم رہتا ہے؟ ان صورتوں میں کیا کرنا چاہیے؟

(۱) لما في «الدر المختار ورد المحتار» (٦/ ٧٠): وليس للخاص أن يعمل لغيره، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل فتاوى النوازل. (قوله: وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة. قال في «التتارخانية»: وفي «فتاوى الفضلي»: وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة. وفي «فتاوى سمرقند»: وقد قال بعض مشايخنا له أن يؤدي السنة أيضا. واتفقوا أنه لا يؤدي نفلا وعليه الفتوى...إلخ.

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر یہ حضرات اپنے متعلقہ جگہ، درس گاہ وغیرہ میں پورا وقت دے رہے ہوں تو تنخواہ اگر چہ حلال ہے لیکن غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل اور غفلت کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں، اگر وقت ہی پورا نہیں دیتے تو مقرر وقت میں سے جس قدر وقت کم دیتے ہوں اس قدر تنخواہ حلال نہیں۔

اہل محلہ میں سے باصلاح و ذمہ دار افراد اول ان حضرات کو مناسب طریقہ سے زبانی سمجھا دیں، اگر اس پر بھی وہ اپنی روش نہ بدلیں تو مناسب طریقہ سے انہیں معزول کر دیا جائے اور کسی دیانتدار اور دیندار معلم کا تقرّر کیا جائے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	نواب الدین
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	دارالافتاء جامعۃ الرشید
۹/۸/۳۹ھ	۹/۸/۳۹ھ	۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر ۵۷/۶۳۱۹۳)

دورانِ تعلیم درس گاہ میں معلم کا فون کرنا یا سننا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(دورانِ تعلیم درس گاہ میں) قاری صاحب کا ضرورت کے تحت یا بلا ضرورت کسی کو فون کرنا یا کسی دوسرے کا فون کال وصول کرنا اور ملانا شرعاً کیسا ہے؟

۱۔ قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت ہو جہاں اس بارے میں ضابطہ اور قانون موجود ہو۔

۲۔ یا قاری صاحب کسی ایسے ادارے میں ہو جہاں اس سے متعلق کوئی ضابطہ و قانون نہ ہو۔

۳۔ یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اپنی ذاتی درس گاہ مسجد یا گھر وغیرہ میں بچوں سے فیس لے کر پڑھاتا ہو۔

---

(۱) لما في «الدر المختار ورد المحتار» (٦/ ٦٩): (والثاني) وهو الأجير (الخاص)، ويسمى أجير وحد، (وهو من يعمل لواحد عملًا مؤقتًا بالتخصيص، ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل، كمن استؤجر شهرا للخدمة أو)....(قوله وإن لم يعمل) أي إذا تمكن من العمل، فلو سلم نفسه ولم يتمكن منه لعذر كمطر ونحوه لا أجر له، كما في «المعراج» عن «الذخيرة».

۳۔ یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو جو مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو۔

ان تینوں صورتوں کا حکم علیٰحدہ علیٰحدہ ذکر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔ قاری صاحب جو کسی شیخ سے بیعت ہو یا نہ ہو، اس کے لیے دورانِ تعلیم بچوں کی نگرانی اور تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنا انفرادی ذکر اور دعا کرنے سے اگر بچوں کی تعلیم پر کوئی اثر پڑتا ہو، تو شرعاً اس کے لیے دورانِ تعلیم قرآن کریم، انفرادی ذکر اور دعا کرنا درست نہیں۔

البتہ اگر بچوں کی تعلیم پر کوئی اثر یا نقصان نہ ہوتا ہو تو جائز ہے۔

۲۔ قاری صاحب دورانِ تعلیم خود بھی پڑھے اور طلباء سے بھی استغفار وغیرہ کروائیں اور آخر میں دعا کروائیں تو یہ بہت عمدہ اور اچھی بات ہے، البتہ اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ اس تعلیم اذکار میں اتنا وقت نہ صرف کیا جائے کہ بچوں کا مروج ومعروف وقت تعلیم قرآن متاثر ہو، خواہ قاری صاحب ادارے کے ماتحت ہو اور اس میں ضابطہ و قانون موجود ہو (۲) ضابطہ یا قانون موجود نہ ہو، یا انفرادی جماعت کو پڑھا رہا ہو۔

۳۔ یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، تو اس کے لیے اس طرح کرنا شرعاً اس میں کوئی قباحت وممانعت نہیں، البتہ اگر ادارے کے ماتحت ہو تو منتظم کو بتانا اور اس کے علم میں لانا مناسب ہے[1]۔

کتبہ: عبد العلی
متخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد
۲۰/۸/۱۴۳۹ھ=۷/۵/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۶=۱۲۰۰۴)

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
محمد سلمان حفی عنہ

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

---

(۱) لما في «رد المحتار» (٦/ ٧٠، سعيد): مطلب ليس للأجير الخاص أن يصلي النافلة (قوله: وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة. قال في التاتارخانية: وفي فتاوى الفضلي: وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة، وفي فتاوىٰ سمرقند: وقد قال بعض مشايخنا له أن يؤدي السنة أيضا. واتفقوا أنه لا يؤدي نفلا. وعليه الفتوىٰ.

وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں ادارے والوں نے جس کو چھٹی دینے کا اختیار دیا ہو اسی سے چھٹی لیں، اور اگر ادارے کی طرف سے سب کو چھٹی دینے کا اختیار ہو تو اس صورت میں استاد سے چھٹی لینا بہتر معلوم ہوتا ہے، اور اگر اختیارات مہتمم یا نگران استاد کے پاس ہوں تو انہیں چاہیے کہ چھٹی دینے کے بعد استاد کو مطلع کریں[1]۔ واللہ اعلم بالصواب

بندہ بدر الدین عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۹ھ = ۱۰/ ۲/ ۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۲/ ۴۴)

الجواب صحیح
بندہ محمد مفیض الرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۹ھ
۱۰/ ۰۲/ ۲۰۱۸ء

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۹ھ
۱۰/ ۰۲/ ۲۰۱۸ء

معلم کا دورانِ تعلیم خود یا طلبہ سے اذکار و وظائف کروانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔ ایک قاری صاحب جو کسی شیخ سے بیعت ہو اور وہ دورانِ تعلیم بچوں کی نگرانی کے ساتھ ساتھ اپنا انفرادی ذکر اور دعا کرے، اگر بچوں کی تعلیم میں کوئی حرج ہو یا نہ ہو تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۲۔ اگر قاری صاحب دورانِ تعلیم خود بھی پڑھے اور طلباء کرام سے بھی استغفار، درود شریف اور آیتِ کریمہ کا ورد کروائیں اور اس کے بعد دعا کروائیں۔ اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۱۔ اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو جہاں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو۔ مہتمم یا مدرسہ کی انتظامیہ سے ذکر کرنے کی اجازت لینا ضروری ہوگا یا نہیں؟

۲۔ یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو جہاں ضابطہ اور قانون موجود ہو۔

---

(۱) كما في «القرآن الكريم»: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء: ٥٩]. وفي «القرآن الكريم»: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ [النساء: ٥٨]. وفي «سنن الترمذي» (٣/ ٢٦٠) ت: بشار): عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته...إلخ

۲۔ صورتِ مسئولہ میں بیماری کے عذر کی وجہ سے غیر حاضری ہو جائے تو بچوں سے فیس وصول کرنا جائز ہے، باقی نگران اگر اپنی خوشی سے نگرانی کر رہا ہو تو یہ اس کی طرف سے تبرع ہے جو کہ فی نفسہ جائز ہے۔ البتہ اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اس کی پڑھائی میں معتدبہ خلل واقع نہ ہو[1]۔

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

واللہ اعلم بالصواب
سعید الرحمن
المتخصص فی الافتاء بمعہد الخلیل الاسلامی
۱۲/ ۸/ ۱۴۳۹ھ= ۲۹/ ۴/ ۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۶۹/ ۱۱۹۶۸)

معلم کا ادارے کے مقرر کردہ وقت میں تصرف کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب جو ادارے کے ماتحت ہو، ایک کلاس (قاعدہ/ ناظرہ/ حفظ) کے اوقات آٹھ (۸) بجے تا دس (۱۰) بجے اور دو (۲) تا چار (۴) ہوں، قاری صاحب دیر سے آکر یہ جواز پیش کرے کہ میں نو (۹) بجے آتا ہوں تو گیارہ (۱۱) بجے چھٹی دیتا ہوں جو کہ کلاس کے وقتِ مقررہ میں خود ساختہ تبدیلی کرنا قاری صاحب کی طرف سے ہوتا ہے۔ کیا اس سے قاری صاحب کی تنخواہ میں کوئی فرق پڑے گا؟ شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ مدرسہ میں پڑھانے والے قاری صاحب مدرسہ کے ملازم (اجیر خاص) ہوتے ہیں۔ اور ہر ملازم ادارے کے اصول وضوابط کا پابند ہوتا ہے، لہٰذا اگر مدرسہ کے ضابطہ میں یہ ہو کہ جو قاری صاحب جتنی دیر سے آئے گا، وہ اپنا وقت پورا کر کے اتنی دیر سے جائے گا۔ تو

(بقیہ حاشیہ)

المعتادة على ما مر بيانه في محله».

(١) لما في «البحر الرائق» (٥/ ٢٤٨): «فاستنبطنا منه جواب مسألة واقعة وهي أن المدرس أو الفقيه أو المعيد أو الإمام ... إذا مرض ... وحصل له ما يسمونه الناس عذرا شرعيا على اصطلاحهم المتعارف بين الفقهاء أنه لا يحرم مرسومه المعين ، بل يصرف إليه ولا تكتب عليه غيبة.وفي «الدر المختارمع رد المحتار» (٤/ ٣٧٣): «قال الفقيه أبو الليث السمرقندي: ومن يأخذ الأجر من طلبة العلم في يوم لا درس فيه أرجو أن يكون جائزًا.

معلم کی بیماری میں اس کی تنخواہ کاٹنا/ معلم کا اپنی بیماری میں کلاس مانیٹر کے حوالے کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔ایک قاری صاحب جو کسی ادارے کے ماتحت ہو اور جس میں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو ، قاری صاحب بیمار ہو جائے تو وہ ایک یا زیادہ چھٹیاں کرلے تو مہتمم اس سے تنخواہ ضابطہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟

قاری صاحب نے مہتمم سے چھٹی کی اجازت لی ہو، یا مہتمم سے اجازت نہیں لی ہو، دونوں صورتوں میں وضاحت فرمائیں۔

۲۔ایک قاری صاحب جو کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو اور قاری صاحب اپنی ذاتی کلاس (مسجد یا گھر) میں پڑھاتا ہو، اگر وہ بیمار ہو جائے، کلاس اپنے شاگرد (مانیٹر) کے حوالے کردے، والدین کے علم میں ہو یا نہ ہو کہ قاری صاحب بیمار ہے۔

آیا قاری صاحب ان غیر حاضر ایام کی فیس وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟

اگر مانیٹر کی تعلیم میں حرج واقع ہو یا نہ ہو اس کا بھی حکم ذکر فرمائیں۔

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ ادارے میں تنخواہ کے حوالے سے کوئی ضابطہ موجود نہیں ہے اور کوئی مدرس شدید بیمار ہو جائے، جس کی وجہ سے وہ ایک دو دن چھٹی کرلیتا ہے اور اس بارے میں کوئی ضابطہ بھی نہیں ہے، تو چونکہ یہ عذرِ شرعی ہے اس لیے مہتمم کو چاہیے کہ وہ اس کی تنخواہ نہ کاٹے اور قاری صاحب کو چاہیے کہ وہ بروقت اس حوالے سے مہتمم صاحب کو درخواست بھی دے دیں، نیز مہتمم صاحب کو چاہیے کہ وہ اس بارے میں ضابطہ مقرر کر کے قاری صاحبان کو مطلع بھی کر دیں[1]۔

---

(۱) لما في «البحر الرائق» (۵/ ۳۸٤): فاستنبطنا منه جواب مسألة واقعة وهي: أن المدرس أو الفقيه أو المعيد أو الإمام...إذا مرض... وحصل له ما يسمونه الناس عذراً شرعيا على اصطلاحهم المتعارف بين الفقهاء أنه لا يحرم مرسومه المعين، بل يصرف إليه ولا تكتب عليه غيبة. وفي «رد المحتار» (٤/ ٤١٩): «ومقتضاه أن المدرس ونحوه... لأن القليل مغتفر كما سومح بالبطالة

(حاشیہ جاری ہے—)

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۔۔۔ معلم قرآنِ پاک کے لیے بچوں کے والدین اور انتظامیہ مدرسہ کی اجازت سے ان کی تربیت کے واسطے دورانِ تعلیم سبق سنانے کے بعد یا سبق سنانے سے پہلے کسی کام کے لیے بھیجنا مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱) طالبِ علم یہ خدمات کسی خوف کے بغیر محض اپنی خوشی سے انجام دیتا ہو اور بار محسوس نہیں کرتا ہو۔

۲) اس کام کی وجہ سے بچوں کی تعلیم میں کوئی حرج واقع نہ ہو۔

۳) استطاعت وطاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔

۲۔۔۔ اگر استاد یا انتظامیہ بچوں سے مدرسہ یا مسجد کی صفائی کروائیں تو شرعاً کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس سے تعلیم میں حرج واقع نہ ہو اور ان کی استطاعت وطاقت سے بھی زیادہ نہ ہو۔

۳۔۔۔ بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ تمام طلبہ کو ہر ماہ فیس لانے کی ایک مقررہ تاریخ بتادی جائے اور طلبہ وقت مقررسے پہلے پہلے فیس ادا کر دیں، تاکہ دورانِ تعلیم فیس لانے کے لیے گھر بھیجنے کی نوبت ہی پیش نہ آئے، البتہ اگر پھر بھی وقت مقرر تک طلبہ فیس نہ لائیں تو دورانِ تعلیم فیس لانے کے لیے گھر بھیج سکتے ہیں[1]۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: محمد رضوان
المتخصص فی الافتاء بمعهد الخلیل الاسلامی
بہادر آباد، کراتشی
۹/۴/۱۴۳۸ھ = ۸/۱/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۸۱۹/۹۲)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معهد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

---

(۱) لما في «عمدة القاري شرح صحيح البخاري»: «بيان استنباط الأحكام . . . الثالث: أن فيه جواز استخدام الصغار. (۵/ ۸، رقم: ۲۱۷، ط: دار إحياء التراث)، وفي «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (۶/ ۴۴۰): «فإن للأب أن يستخدم ولده. قال في «جامع الفصولين»: وللأب أن يعير ولده الصغير ليخدم استاده لتعليم الحرفة، وللأب أو الجد أو الوصي استعماله بلا عوض بطريق التهذيب والرياضة اهـ.

اس صورت میں قاری صاحب کا دیر سے آنا اور وقت پورا کرنا درست ہو گا اور ان کی تنخواہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اگر مدرسہ کا ضابطہ اس طرح نہ ہو، بلکہ دیر سے آنے پر کٹوتی کا ضابطہ ہو اور جانے کا وقت متعین ہو تو ایسی صورت میں از خود جانے کا وقت اس سے بڑھا دینا درست نہیں، بلکہ وہ دیر سے آنے کی وجہ سے تنخواہ میں کٹوتی کا مستحق ہو گا اور اگر اس سے متعلق کوئی ضابطہ نہ بنا ہوا ہو تو دیگر مدارس کے عُرف اور اصول و ضوابط کے مطابق معاملہ کیا جائے[1]۔

کتبہ: محمد باسط
المتخصص فی الافتاء بمعہد الخلیل الاسلامی،
بہادر آباد، کراتشی
۱/۶/۱۴۳۸ھ=۱/۳/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۸۷۹۴)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

دورانِ تعلیم بچوں کو کسی کام یا فیس لانے کے لیے بھیجنے اور بچوں سے مسجد یا مدرسہ کی صفائی کرانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔۔۔ اگر معلم قرآنِ دورانِ تعلیم سبق سننے سے پہلے یا سبق سننے کے بعد بچوں کو کسی کام کے لیے بھیجیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲۔۔۔ اگر استاد بالغ یا نابالغ طلبہ سے سبق سننے کے بعد مسجد یا مدرسہ کی صفائی کرائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

۳۔۔۔ قاعدہ، ناظرہ و حفظ کے طلباء کو فیس کے لیے گھر بھیجیں تو کیا حکم ہے؟ پڑھائی کے دوران بچوں کو فیس کے لیے گھر بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) لما في «سنن الترمذي»: قال النبي صلى الله عليه وسلم: «...والمسلمون على شروطهم، إلا شرطا حرم حلالا، أو أحل حراما». قال الإمام الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. (۳/ ۲۸، رقم: ۱۳۵۲، ت: بشار عواد معروف)، وفي «الأشباه والنظائر» (۱/ ۷۹=۸٤): والحط والزيادة في المدة جائز...العادة محكمة...والمعروف عرفا كالمشروط شرطا. وفي «الهندية» (٤/ ٤۳۹): وإذا زاد الآجر أو المستأجر في المعقود عليه أو في المعقود به،إن كانت الزيادة مجهولة لا تجوز الزيادة،سواء كانت من الآجر أو من المستأجر، وإن كانت معلومة من جانب الآجر تجوز...إلخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ بچوں سے خدمت نہ لی جائے، الا یہ کہ ان کا مربی ہو اور تعلیم وتربیت کے لیے ان سے کام لے، خواہ نل یا کنویں سے پانی منگانا ہو یا کوئی سودا منگانا ہو، فقط واللہ اعلم۔"

اور جیسا کہ احسن الفتاویٰ (۸/۲۱۶) میں ہے:

"الجواب باسم ملہم بالصواب

والدین واولیاء کی طرف سے دلالۃ کام لینے کی اجازت ہوتی ہے اس لیے کام لینا جائز ہے، بلکہ ان کی تربیت کے لیے کسی قدر کام لینا ضروری ہے۔ البتہ دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

(۱) تعلیم میں زیادہ حرج واقع نہ ہو۔

(۲) استطاعت وطاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے"(۱)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (۴/ربیع الاول/۹۴ھ) واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد رمضان
متخصص فی الافتاء، معہد الخلیل الاسلامی
۲۷/۳/۱۴۳۹ھ=۱۶/۱۲/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۱۰۶۷۳)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

معلم کا جمعہ کی بجائے اتوار کو ہفتہ واری چھٹی کا دن مقرر کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب جس کی ذاتی کلاس ہو، قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، قاری صاحب کا جمعہ کی بجائے اتوار کے دن چھٹی رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ کیوں کہ اتوار والے دن طلبہ کی تعداد کم ہوتی ہے، وہ شادی بیاہ، ختم القرآن، مارکیٹ وغیرہ میں جاتے ہیں۔

---

(۱) لما في «مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح» (۱۸/ ۷۸): «(وعن أم سليم) : وهي أم أنس (أنها قالت: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم أنس خادمك ادع الله له، قال: (اللهم أكثر ماله وولده")، بفتحتين وضم فسكون أي: أولاده (" وبارك له فيما أعطيته") أي: من المال والولد، والبركة زيادة النماء في إفادة النعماء (قال أنس: فوالله إن مالي لكثير) ، أي: غاية الكثرة ونهاية البركة على وفق البغية. وفي «الأشباه والنظائر» (ص: ۳۳۹، أحكام الصبيان): وتصح عباداته وإن لم تجب عليه، واختلفوا في ثوابها، والمعتمد أنه له وللمعلم ثواب التعليم، وكذا جميع حسناته.

تعلیمی وقت کے دوران طلبہ سے مدرسہ کا تعمیری کام کروانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک مدرسہ ہے جس کا تعمیراتی کام ہو رہا ہو، کیا قاری صاحب مدرسہ کے تعمیری کام میں طلباء کرام سے بغیر معاوضہ کے، مدرسہ کے وقت میں کام کروا سکتے ہیں؟

یہ اس وقت ہو جب مدرسہ ذاتی ادارہ ہو، ایسی خدمت طلباء کرام سے کروانا کیسا ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں بتلا کر شکریہ کا موقع دیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ استاد کے لیے کسی بالغ طالبِ علم سے اپنی خدمت لینا اور ایسے کام میں لگانا جو اس پر غیر معمولی مشقت کا ذریعہ نہ بنے اور اس کی عزت نفس بھی متاثر نہ ہو تو شرعاً اس کی اجازت ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ تعمیراتی کاموں کے لیے قاری صاحب باہر سے اجرت پر مزدور رکھے، تاہم تعمیرات کے سلسلے میں چھوٹے موٹے کاموں کے لیے طلبہ کرام سے کبھی کبھی خدمت لینا مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:

(۱)۔۔۔ طلبہ نابالغ نہ ہوں۔

(۲)۔۔۔ تعلیم میں حرج نہ ہو۔

(۳)۔۔۔ والدین کی طرف سے اس جیسے کاموں میں خدمت لینے کی ممانعت یا اس پر ناپسندیدگی نہ ہو۔

(۴)۔۔۔ استطاعت اور طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔

(۵)۔۔۔ طلبہ کرام اپنی خوشی سے کام کریں، ان پر کوئی زبردستی نہ کی جائے۔

اور بہتر یہ ہے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے خدمت کے بعد ان کا کچھ اکرام کر دیا جائے۔

جیسا کہ فتاویٰ محمودیہ (۳۱۲/۲۴) میں ہے:

"سوال (۱۱۳۴۹) نابالغ بچوں سے اگر نل یا کنویں سے پانی منگایا جائے تو اس کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ایک مکتب کی کلاس مسجد میں لگتی ہے اور اس مسجد کا امام صاحب اپنے ذاتی کام کے لیے ایک طالبِ علم یا اپنے گھر میں کام کے لیے چند طلباء کرام کو دورانِ تعلیم قاری صاحب کی کلاس سے لے جاتے ہیں۔ آیا امام صاحب کا اپنے ذاتی کام کے لیے ایک طالبِ علم یا اپنے گھر میں کام کے لیے چند طلباء کو دورانِ تعلیم قاری صاحب کی کلاس سے لے جانا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ کی رو سے اپنے شاگردوں یا اپنے ماتحت لوگوں سے خدمت لینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ خدمت کی وجہ سے ان کی تعلیمی حالت متاثر نہ ہو۔ اس لیے تعلیمی دورانیہ میں حتی الامکان احتراز کر لینا چاہیے، نیز خدمت بھی اس درجہ کی ہو جو طلبہ کی استطاعت اور طاقت کے مطابق ہو۔

مسئولہ صورت میں مسجد کا امام صاحب اگر ان مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے طلبہ سے عُرفی طور پر کوئی خدمت لے، جو وہ خوشی اور طیبِ خاطر کے ساتھ اس نیت سے کرے کہ یہ مسجد کے امام صاحب کی خدمت ہے، تو جائز ہو گا[۱]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: زکی اللہ عثمانی
نجم الرحمن	غلام الرحمن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۲/۱۰/۲۰۱۸ء	۱۳/۲/۱۴۴۰ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۵۱/۲۹۷/۳۲۸)

معلم کا طالبِ علم کے بھائی یا والد کے کہنے پر کچھ وقت کے لیے چھٹی دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کی کلاس جو گھر یا محلہ کی مسجد میں لگتی ہو اور اس مکتب کی کلاس میں اداروں کی طرح قوانین اور ضوابط موجود نہ ہوں، ایسی مکتب کی کلاس میں والدین یا بھائیوں میں سے کوئی آجائے کہ میرے بچے یا بھائی کو کچھ وقت کے لیے چھٹی دے دو، بچے سے کام کروا کر واپس بھیج دوں گا، تو ایسے طالبِ علم کو قاری صاحب کا والدین یا بھائیوں کے کہنے پر کچھ وقت کے لیے چھٹی دینا شرعاً کیسا ہے؟

---

(۱) لما في «صحيح البخاري» (۱/ ٤١، رقم الحديث: ۱٤۳): عن ابنِ عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل الخلاء، فوضعت له وضوءا قال: «من وضع هذا؟فأخبر. فقال: اللهم فقهه في الدين».

الجواب وباللہ التوفیق

ہفتہ وار چھٹی کا مقصد طلبہ اور اساتذہ کی استراحت یعنی آرام ہوتا ہے، تاکہ اگلے دن کے لیے پھر سے تازہ دم ہو کر اسباق میں مگن ہو جائیں، لیکن اس کے لیے خاص دن کا انتخاب کرنے میں مذہبی ثقافت کا کردار ہوتا ہے۔ ہر مذہب کے پیروکار جس دن کو مقدس مانتے ہیں اور جس دن کو عبادت کے لیے مخصوص کیا ہوتا ہے ہفتہ وار چھٹی کے لیے اسی دن کا انتخاب کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں اتوار کا دن اور یہودیوں کے ہاں ہفتہ کا دن مقدس مانا جاتا ہے اور عبادت کے لیے ان ہی دنوں کو خاص کیا ہوا ہے، اس لیے وہ ہفتہ وار چھٹی کے لیے ہفتہ اور اتوار کے دن کا انتخاب کرتے ہیں۔ جبکہ اسلام میں جمعہ کے دن کی عبادت کو خاص اہمیت اور فضیلت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانے سے مدارس میں ہفتہ وار چھٹی کا معمول جمعہ کے دن ہی چلا آرہا ہے، تاکہ باقی کاموں سے فراغت حاصل کر کے اس دن کو عبادت میں گزارا جائے۔ لہذا جہاں کہیں جمعہ کے دن کی چھٹی دینا معلم کے دائرۂ اختیار میں ہو، تو جمعہ کے دن کو ہی ہفتہ وار چھٹی کے لیے متعین کرنا چاہیے، تاکہ جمعہ کے دن کے تقدس کا اظہار ہو اور عبادت پورے اہتمام اور تیاری کے ساتھ ہو سکے۔

صورتِ مسئولہ میں چونکہ قاری صاحب اپنی ذاتی کلاس میں بچوں کو پڑھا رہے ہیں، کسی ادارے کے ماتحت نہیں ہیں، اس لیے اگر قاری صاحب ہفتہ وار چھٹی کے انتخاب میں بااختیار ہوں، تو اتوار کے دن کی بجائے جمعہ کا دن ہی طلبہ کی چھٹی کے لیے مقرر کرے[(۱)]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: محمود الحسن سواتی
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۰۱۸/۱۰/۱۸ء	۱۴۴۰/۲/۸ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۴۴/۲۹۷/۳۲۸)

مسجد کے امام کا طلبہ سے دورانِ تعلیم ذاتی کام کرانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

---

(۱) تاہم اگر کچھ اعذار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اتوار کو چھٹی رکھی جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ (دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی، فتویٰ نمبر: ۹۷/۱۲۲) لما في «صحيح مسلم» (۲/ ۵۸۵): عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " نحن الآخرون الأولون يوم القيامة، ونحن أول من يدخل الجنة، بيد أنهم أوتوا الكتاب من قبلنا، وأوتيناه من بعدهم، فاختلفوا، فهدانا الله لما اختلفوا فيه من الحق، فهذا يومهم الذي اختلفوا فيه، هدانا الله له = قال: يوم الجمعة = فاليوم لنا، وغدا لليهود، وبعد غد للنصارى".

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قاری صاحب کسی ادارے، کمیٹی یا انتظامیہ کے ماتحت نہ ہوں، بلکہ ان کی ذاتی کلاس ہو اور وہ فیس لے کر تعلیم دیتے ہوں، تو اس صورت میں مذکورہ قاری صاحب ان تمام حضرات کے اجیر ہوں گے، جو فیس دیتے ہیں، چاہے فیس دینے والے بچے ہوں یا بڑی عمر کے افراد ہوں۔

اگر قاری صاحب نے بڑوں کے اوقات الگ سے مقرر نہیں کیے، بلکہ قاری صاحب بچوں کو پڑھانے بیٹھتے ہیں اور بڑی عمر کے افراد بھی اپنی سہولت دیکھ کر آجاتے ہیں تو ان اوقات میں بچوں کے ساتھ صرف ان بڑے افراد کو پڑھانا درست ہے جو فیس دیتے ہیں، کیونکہ قاری صاحب مشترکہ طور پر ان سب کے اجیر ہیں، البتہ اگر قاری صاحب کی بھرپور کوشش کے باوجود بچوں کی پڑھائی میں کوئی خامی رہ جائے تو ان شاء اللہ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

بڑی عمر کے جو حضرات فیس نہیں دیتے، پھر بھی قاری صاحب ان کو لوجہ اللہ تعلیم دیتے ہیں، تو یہ قاری صاحب کی طرف سے تبرع اور احسان ہے، جو خارجی وقت میں ہونا چاہیے، بچوں کے لیے مخصوص کیے گئے وقت میں نہیں پڑھانا چاہیے، قاری صاحب کو اس کا ثواب ان شاء اللہ آخرت میں ضرور ملے گا، خصوصاجب ان پر دُگنی محنت کرنی پڑتی ہو۔

واضح رہے کہ قاری صاحب کی طرف سے جو وقت تعلیم وتدریس کے لیے متعین ہے، اس میں صرف اتنے ہی بچوں کو رکھنا چاہیے، جن کی تدریس کا حق اس وقت میں ادا کرسکتے ہیں[1]۔

واللہ اعلم بالصواب
مرزا مہتاب بیگ
المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث
معہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۱۴۳۹/۱۱/۲ھ=۲۰۱۸/۷/۱۶ء
(فتویٰ نمبر: ۷۱/۶۴)

الجواب صحیح
بندہ حمزہ بن عبد الرزاق عفا اللہ عنہما
۳۹/۱۱/۳ھ

الجواب صحیح
مسیح اللہ
۳۹/۱۱/۴ھ

الجواب صحیح
احقر محمد سلیم عفا اللہ عنہ
۳۹/۱۱/۳ھ

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٦/ ٧٠): قوله: (وليس للخاص أن يعمل لغيره) الخ وفي «البحر الرائق شرح كنز الدقائق» (٨/ ٣٤): قال: (والخاص يستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل، كمن استؤجر شهرا للخدمة أو لرعي الغنم) يعني الأجير الخاص يستحق الأجر بتسليم نفسها ...الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

والدین کا اپنی اولاد سے خدمت لینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ ان کے تعلیمی دورانیہ میں ان سے خدمت نہ لینا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اس سے بچوں کے اسباق متاثر ہوسکتے ہیں۔ہاں اگر شدید ضرورت ہو، تو خدمت لینے میں بھی شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔

صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب محلہ کے مکتب میں بچوں کو سبق پڑھاتا ہو اور کوئی ضوابط مقرر نہ ہوں، تو اسباق کے دوران اگر والد صاحب یا بھائی کسی کام کی غرض سے کچھ وقت کے لیے قاری صاحب سے بیٹے کے لیے چھٹی لینا چاہے تو قاری صاحب اپنی صوابدید سے حکمت و مصلحت کا تقاضہ دیکھ کر چھٹی دے سکتا ہے۔ شریعت کا اس بارے میں کوئی حکم منصوص نہیں (۱)۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: زبیر احمد
نجم الرحمٰن	فلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۰۱۸/۱۱/۴ء	۱۴۴۰/۲/۱۰ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۷۰/۲۹۷/۳۲۸)

بچوں کے تعلیمی اوقات کے دوران بڑی عمر کے افراد کو پڑھانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب جو کسی بھی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اس کی اپنی ذاتی کلاس ہو، جو قاعدہ، ناظرہ اور حفظ پڑھاتا ہو اور بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، ذاتی کلاس سے مراد مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، مہتمم انتظامیہ یا امام کے ماتحت نہ ہو۔

(۱) ایک کلاس کا ٹائم (۷ تا ۱۰) متعین ہو، اگر معلمِ قرآن بچوں کے اوقات میں بڑی عمر کے افراد جن عمریں (۴۰، ۵۰، ۶۰) سال ہوتی ہیں معلم قرآن ان کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر بڑی عمر کے افراد کو پڑھانے کی وجہ سے بچوں کی پڑھائی میں خلل واقع ہو یا نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

(۳) بڑی عمر کے افراد بچپن میں نہ پڑھنے کی وجہ سے ان پر ڈبل محنت کرنی پڑتی ہے، بعض بڑی عمر کے افراد فیس دیتے ہیں اور بعض بڑی عمر کے افراد فیس نہیں دیتے۔ برائے کرم تسلی بخش جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

---

(۱) لما في «صحيح البخاري» (۹/ ٦۲، رقم الحديث: (7137): عن عبد الله بنِ عمر، رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته.... الحديث.

ہوتے ہوں، تو ان کا دیر سے آنا کیسا ہے؟ اور اس کی وجہ سے فیس یا تنخواہ پر کوئی اثر پڑے گا، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

صورتِ مسئولہ میں اگر پہلے سے مذکورہ قاری صاحب سے ملازمت کے اوقات اور تنخواہ کا معاہدہ ہوا ہو اور انتظامیہ کی طرف سے درس گاہ میں تاخیر سے حاضر ہونے کے بارے میں ضابطہ موجود ہو تو مدرسہ ضابطہ کے مطابق قاری صاحب کے درس گاہ میں تاخیر سے آنے پر (فیس یا تنخواہ سے کٹوتی کر کے) کارروائی کر سکتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

وقال عمر رضي الله عنه: إن مقاطع الحقوق عند الشروط، ولك ما اشترطت.

(صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في المهر: ١/ ٣٧٦، ط: قديمي). فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: عبدالکریم دین پوری
ابو بکر سعید الرحمٰن	محمد شفیق عارف	دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ
	۱۴۳۸/۴/۱۳ھ	علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
		۱۴۳۸/۴/۱۳ھ = ۲۰۱۷/۱/۱۲ء
		(فتویٰ نمبر: ۲۷۱۵)

دورانِ تعلیم استاد کا مہمان کو وقت دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں دورانِ تعلیم قاری صاحب کے پاس اگر کوئی مہمان آجائے تو استاد صاحب قابلِ بھروسہ شاگرد کو بچوں سے سبق سننے کے لیے بٹھائیں اور اپنا پورا وقت یا آدھا وقت مہمان کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہوں، بلکہ گھر یا مسجد میں ان کی اپنی ذاتی کلاس و درس گاہ ہو، جس میں وہ بچوں سے فیس لے کر پڑھاتے ہوں، تو کیا حکم ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر ادارے کی طرف سے کوئی ممانعت نہ ہو اور نہ ہی اس بارے میں کوئی خاص ضابطہ ہو

قاری صاحب کا دیر سے آکر رجسٹر میں ایک گھنٹہ پہلے کا وقت درج کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب کی کلاس کا وقت ۸ بجے ہے اور وہ قاری صاحب ۹ بجے روزانہ کلاس میں آتے ہوں اور رجسٹر میں ۸ بجے کا وقت درج کرتے ہوں، ادارے کو اس کا علم نہ ہو تو قاری صاحب کا ایک گھنٹہ کے بارے میں شرعاً (حلال یا حرام) کا حکم کیا ہوگا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں جب ادارے کی انتظامیہ اور قاری صاحب کے درمیان آٹھ بجے حاضر ہونے کا معاہدہ طے ہوا ہے تو قاری صاحب کا نو بجے آنا اور آٹھ بجے کی آمد کا اندارج کرنا صریح غلط بیانی اور معاہدے کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے اور اس ایک گھنٹہ کی تنخواہ بھی حلال نہیں۔ ان پر لازم ہے اتنی رقم ادارہ میں جمع کروادیں اور آئندہ اس طرح کے ناجائز کام سے اجتناب کرنا چاہیے[1]۔

محمد عمران
المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث
جامعہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۱۴۳۹/۵/۲۲ھ = ۹/۲/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۹۳/۵۶)

الجواب صحیح
عمران حسن
۱۴۳۹/۵/۲۳ھ

الجواب صحیح
احسان اللہ شائق عفی عنہ
۱۴۳۹/۵/۲۸ھ

معلم کا کلاس میں تاخیر سے آنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مدرسہ کا ٹائم (صبح ۸ بجے اور دوپہر ۲ بجے ہو) اور قاری صاحب دیر سے کلاس میں حاضر

---

(۱) لما في «رد المحتار»: أما لو شرط شرطا اتبع، كحضور الدرس أياما معلومة في كل جمعة، فلا يستحق المعلوم إلا من باشر خصوصا إذا قال: من غاب عن الدرس قطع معلومه، فيجب اتباعه. (كتاب الوقف، مطلب في الغيبة التي يستحق بها العزل عن الوظيفة وما لا يستحق: ٤/ ٤١٩، ط: ايچ ايم سعيد) وفيه أيضا: بخلاف غيرهما من أيام الأسبوع حيث لا يحل له أخذ الأجر عن يوم لم يدرس فيه مطلقا، سواء قدر له أجر كل يوم أو لا اهـ. (كتاب الوقف، مطلب في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة في يوم البطالة: ٤/ ٣٧٢) وفي «الهندية»: وأما شرائط الصحة: فمنها رضا المتعاقدين. (كتاب الإجارة: ٤/ ٤١١، ط: مكتبة ماجدية).

وغیرہ میں پڑھاتا ہو، یعنی اجیر عام ہو؟

ان تینوں صورتوں کا حکم مطلوب ہے۔

باسمہ تعالی

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱،۲،۳) واضح رہے کہ نماز جنازہ پڑھنا مسلمان کا حق ہے، البتہ چونکہ یہ فرض کفایہ ہے اس لیے اگر کچھ مسلمان ادا کر لیتے ہیں تو بقیہ مسلمانوں سے ساقط ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں چونکہ عُرف یہی ہے کہ کسی جان پہچان، پڑوسی یا بہت قریبی تعلق والے احباب کے جنازہ میں شرکت کرنا اس کا خاص حق سمجھا جاتا ہے اور عُرف عام میں کسی ملازم کو اس طرح کے تعلقات والوں کے جنازہ میں شرکت سے روکا بھی نہیں جاتا، اس لیے قاری صاحب کسی ادارہ (۱) جس میں ضابطہ اور قانون ہو (۲) جس میں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو (۳) اپنا ادارہ ہو یا درس گاہ ہو، بہر صورت بقدرِ ضرورت ایسے تعلق والوں کے جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ لیکن کوئی عام جنازہ ایسا ہو جس میں قاری صاحب کی شرکت عُرفاً اہم نہیں سمجھی جاتی ہو تو مدرسہ کے ملازم ہونے کی صورت میں اس کے اوقات میں شریک ہونا، یا مدرسہ کے ضابطہ کی خلاف ورزی کرنا، یا اپنی درس گاہ کے ہوتے ہوئے بچوں کی پڑھائی کا حرج کرنا درست نہیں ہو گا[۱]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
سعید احمد	محمد مدنی عفی عنہ	کتبہ: محمد زبیر قاسمی
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی	الجواب صحیح	متخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی
	محمد شفیق عارف	۳/۷/۱۴۳۹ھ=۱۹/۱۳/۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۳۶/۱۲۱۳۴)

تعلیمی اوقات کے دوران معلم کا رسمی دعا اور تعزیت کے لیے جانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر مکتب میں دورانِ تعلیم استاد صاحب کسی کی رسمی دعا یا تعزیت کے لیے جائے یا کسی کی

(۱) لما في «الشامية» (۲/ ۲۰۷): «والصلاة عليه صفتها فرض كفاية بالإجماع، فيكفر منكرها؛ لأنه أنكر الإجماع. «قنية». كدفنه وغسله وتجهيزه؛ فإنها فرض كفاية. وفيها أيضا (٦/ ٧٠): «والثاني: وهو الأجير الخاص ويسمى أجير وحد ومن يعمل لواحد عملا موقتا بالخاص... إلخ.

تو ایسی صورت میں صرف ضمناً اور مختصراً اپنی نگرانی اور موجودگی میں کسی ایسے طالبِ علم سے یہ کام لیا جاسکتا ہے، جس کی اپنی روزمرہ کی تعلیم (پڑھائی) بھی متاثر نہ ہو، لہذا صرف مہمان نوازی کے لیے معلم کا کل یا نصف وقت درس گاہ کی کسی طالبِ علم کو حوالگی یا اس مقصد کے لیے درس گاہ چھوڑنا جائز نہیں، بلکہ ایسی صورت میں اس قدر وقت کو تعلیمی اوقات سے منہا کرنا یا اس کے بقدر رقم تنخواہ میں سے مدرسہ میں لوٹانا ضروری ہے۔ اور ذاتی ادارے اور درس گاہ میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اس عمل سے نگران طالبِ علم سمیت جملہ طلبہ کی روزمرہ کی مقررہ تعلیم اور پڑھائی میں حرج نہ ہو تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالی اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۲۰/۵/۳۹ھ	۱۴۳۹/۵/۱۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۲۰/جمادی الاولی/۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۱۹۰۴)

دورانِ تعلیم معلم کا جان پہچان والے کے جنازہ میں شریک ہونا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں دورانِ تعلیم قاری صاحب کسی جان پہچان والے کے جنازے میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جنازہ فرض کفایہ ہے اور بچوں کو مقررہ وقت پر پڑھانا استاد صاحب کی ذمہ داری ہے۔

(۱) اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو، اور مدرسہ میں ضابطہ اور قانون موجود ہو۔

(۲) یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو، لیکن مدرسہ میں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو، اگر قاری صاحب جنازہ میں شرکت کرنا چاہے تو مہتمم یا نگران سے اجازت لینا ضروری ہوگا؟

(۳) یا قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت نہ ہو بلکہ اپنی ذاتی درس گاہ، مسجد یا گھر

---

(۱) لما في «الدر المختار ورد المحتار» (٤/ ٣٧٢): ولكن تعارف الفقهاء في زماننا بطالة طويلة أدت إلى أن صار الغالب البطالة، وأيام التدريس قليلة اهـ وردّه البيري بما في «القنية» إن كان الواقف قدر للدرس لكل يوم مبلغا فلم يدرس يوم الجمعة أو الثلاثاء لا يحل له أن يأخذ ويصرف أجر هذين اليومين إلى مصارف المدرسة من المرمة وغيرها بخلاف ما إذا لم يقدر لكل يوم مبلغا، فإنه يحل له الأخذ وإن لم يدرس فيهما للعرف، بخلاف غيرهما من أيام الأسبوع حيث لا يحل له أخذ الأجر عن يوم لم يدرس فيه مطلقا، سواء قدر له أجر كل يوم أو لا. اهـ...إلخ.

مکتب و مدرسہ کی کلاس میں اشراق یا چاشت کی نماز کے لیے وقفہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں دورانِ تعلیم، قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کے بڑے طلباء جو بالغ ہوں جن پر نماز فرض ہے، ان کو چاشت یا اِشراق کی نماز کے لیے تھوڑی دیر کے لیے کلاس موقوف کرنا کیسا ہے؟ تاکہ طلباء کے اندر رغبت و شوق پیدا ہو۔

اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہوں اور اس ادارے میں اس سے متعلق کوئی ضابطہ موجود نہ ہو، تو کیا مہتمم کی اجازت کے بغیر وقفہ کر سکتے ہیں؟ یا مہتمم کی اجازت اور مشورے سے وقفہ کرنا ضروری ہوگا؟

یا قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو، قاری صاحب کسی کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اس کی اپنی درس گاہ جو مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، قاری صاحب بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، ان دونوں صورتوں کے حکم کی علیٰحدہ علیٰحدہ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں پڑھائی کے دوران بچوں کو اشراق اور چاشت کی نماز کے لیے وقفہ دینے کی بجائے بہترین صورت یہ ہے کہ اگر کلاس دیر سے شروع ہوتی ہو، یعنی اشراق کا وقت داخل ہونے کے بعد، تو بچوں کو ترغیب دی جائے کہ اشراق پڑھ کر کلاس میں آیا کرو، یا آنے کے ساتھ وہیں کسی جگہ پر نماز پڑھوالی جائے اور اسی طرح چاشت کی نماز کے لیے الگ سے وقفہ دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ اشراق اور چاشت دونوں نمازوں کا وقت ایک ہے، البتہ سورج نکلنے کے فوراً بعد جو نماز پڑھی جاتی ہے بعض علماء نے اس کو "اشراق" کہا ہے اور جو تھوڑی دیر بعد یعنی سورج بلند ہو جانے کے بعد پڑھی جاتی ہے اس کو "چاشت" کہا ہے، لہٰذا اشراق اور چاشت کو ایک وقت میں پڑھنا صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کلاس اگر جلدی شروع ہو جاتی ہے تو ناشتے کے لیے کچھ دیر وقفہ ہوتا ہے، لہٰذا وقفہ کے وقت اگر اشراق کا وقت ہو چکا ہے تو اس وقت پڑھنے کی ترغیب دی جائے اور چاشت کی نماز کا وقت زوال تک رہتا ہے، لہٰذا چھٹی کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھی جائے تو یہ بھی صحیح ہے۔

اور اگر کلاس کے دوران وقفہ دینا ہو تو مہتمم صاحب سے اس بارے میں مشورہ کر کے

عیادت کے لیے جائے تو استاد صاحب کا ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

اگر استاد کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں اس سے متعلق کوئی قانون اور ضابطہ موجود ہو۔

یا استاد کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں اس سے متعلق کوئی قانون اور ضابطہ موجود نہ ہو۔

یا استاد صاحب کی اپنی ذاتی کلاس ہو جو بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، قاری صاحب کسی کے ماتحت نہ ہو۔

ان تینوں صورتوں کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر استاد کسی ادارے کے ماتحت ہو اور ادارے کی جانب سے قواعد اور ضوابط بھی موجود ہوں تو استاد کے لیے اس ادارے کے ذمہ دار سے باقاعدہ اجازت لیے بغیر اپنے کسی بھی کام کی غرض سے تعلیمی اوقات میں ادارے سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے اور اگر ادارے کا کوئی ضابطہ نہ ہو تب بھی تعلیمی اوقات میں منتظمین سے اجازت لے کر جانا چاہیے۔

۲۔ اگر کوئی استاد بچوں سے فیس لیتا ہے تو جتنا وقت پڑھانے کے لیے دیا ہے اس دوران استاد کے لیے کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا جس کی وجہ سے ان بچوں کا حرج ہوتا ہو، درست نہیں[۱]۔

واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد ارسلان گلگتی عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۲۰۱۷/۳/۳ء = ۱۴۳۹/۶/۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: ۴۲/۱۱۴)

الجواب صحیح
بندہ محمد مفیض الرحمن عفا اللہ عنہ
۱۷/۳/۳ء = ۳۹/۶/۱۴ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۷/۳/۳ء = ۳۹/۶/۱۴ھ

---

(۱) لما في «الدر المختار» (٦/ ٧٠): وليس للخاص أن يعمل لغيره، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل. وفي «حاشية ابن عابدين» (٦/ ٧٠): قوله: (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة. قال في «التاترخانية»: وفي "فتاوى الفضلي": وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة، ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة، وفي «فتاوىٰ سمرقند»: وقد قال بعض مشايخنا: له أن يؤدي السنة أيضا. واتفقوا أنه لا يؤدي نفلا. وعليه الفتوىٰ.

اسی کا جواب دیا جائے، یا قرآنِ پاک کی تلاوت جاری رکھی جائے؟ شرعاً اس کا حکم بیان کیا جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ اذان کا جواب دینا شرعاً مستحب ہے اور جو شخص مسجد کے اندر ذکر و تلاوت میں مشغول ہو تو اس کے لیے زبان سے اذان کا جواب دینا ضروری نہیں اور نہ ہی مستحب ہے، اس لیے اگر ایسا شخص ذکر و تلاوت جاری رکھے تو درست ہے اگرچہ اذان کا جواب دینا بھی جائز ہے اور جو شخص مسجد سے باہر ذکر و تلاوت یا کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ ذکر و تلاوت، کام وغیرہ موقوف کرے اور اذان کا جواب دے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر مکتب کی کلاس مسجد کے اندر لگتی ہے تو اس صورت میں دورانِ اذان بھی تلاوت جاری رکھی جاسکتی ہے، لیکن بچوں کی تربیت کی خاطر اگر تلاوت کو روک دیا جائے اور بچوں کو اذان کا جواب اور دعا کا اہتمام کرایا جائے تو زیادہ اچھا ہوگا، لیکن اگر مکتب کی کلاس گھر یا مسجد کے باہر لگتی ہو تو اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دیا جائے، لیکن اگر تلاوت جاری رکھی تو بھی جائز ہے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ اعلم بالصواب
احسان اللہ عفی عنہ	بندہ محمد یونس عفی عنہ	سید عالم امتی عفا اللہ عنہ
۱۴۴۰/۳/۱۱ھ	۱۹/نومبر/۲۰۱۸ء	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
	۱۱/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ	۱۹/نومبر/۲۰۱۸ء = ۱۱/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
		(فتویٰ نمبر: ۱۳۶/۷۲)

معلم کا اسلامی و قومی لحاظ سے خاص و یادگار ایام میں چھٹی دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو، قاری صاحب کسی کے ماتحت نہ ہوں، قاری صاحب بچوں کو گھر یا مسجد میں پڑھاتے ہوں اور بچوں سے فیس لیتے ہوں اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، قاری صاحب اپنے طلباء کرام کو الیکشن کے دن، ۱۴ اگست کے دن، یکم

---

(۱) لما في «خلاصة الفتاوىٰ» (۱/ ۵۰، رشيدية): «ولو كان في المسجد حين سمع الأذان ليس عليه الإجابة حتى لو كان في قراءة القرآن في المسجد لا يترك القراءة إن سمع الأذان...إلخ. وكذا في «البحر الرائق» (۱/ ۴۵۰، فاروقية).

اجازت لینا ضروری ہے، بغیر مشورہ اور اجازت کے وقفہ دینا جائز نہ ہو گا۔ اور اگر اپنی ذاتی کلاس ہو تو بھی مذکورہ دو طریقوں کو اختیار کرنا بہتر ہے[1]۔

واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسجد
متخصص فی الفقہ الاسلامی
دار العلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(فتویٰ نمبر: ۱۳۸۷۱)

الجواب صحیح
سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ یاسین القرآن

قرآنی مکاتب میں ہفتہ وار چھٹی جلدی دینا

جن مکاتب میں اتوار کو چھٹی ہوتی ہے ان میں ہفتہ والے دن اور جن مکاتب میں جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے ان میں جمعرات والے دن ان مکاتب واداروں کے مہتممین حضرات ہفتہ اور جمعرات کے دن کچھ دیر پہلے چھٹی دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جہاں اس بارے میں ضابطہ ہو وہاں اس کی پابندی لازم ہے اور جہاں کوئی ضابطہ نہ ہو وہاں جس قدر جلدی چھٹی دینے کا عام رواج اور عُرف ہو اور اس سے بچوں کی تعلیم بھی متاثر نہ ہو تو جائز ہے۔ البتہ بعض خاص ہنگامی صورتوں میں کبھی کبھار جلدی چھٹی بھی دی جا سکتی ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۹/ ربیع الاول/ ۱۴۴۰ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۳۸۲۹/۵۸)

الجواب صحیح
سعید احمد حسن
۱/۴/۴۰ھ

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۱/۴/۱۴۴۰ھ

دورانِ تعلیم اذان کا جواب دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب کی کلاس گھر میں لگتی ہو یا مسجد میں لگتی ہو، پڑھائی کے دوران اذان ہو جائے اور طلباء کرام تلاوت کر رہے ہوں تو اس صورت میں اذان کا جواب دیا جائے، یعنی اذان سنی جائے اور

---

(۱) لما في «الفتاوى الهندية» (۱/ ۱۱۲): «ومن المندوبات صلاة الضحى.... من ارتفاع الشمس إلى زوالها. ولما في «إعلاء السنن» (۷/ ۳۰): «وبالجملة فقد ورد إطلاق الإشراق والضحى على كل من الصلاتين، وبعضهم يطلقون على الأولى الضحوة الصغرى، وعلى الثانية الضحوة الكبرى».

تعلیمی اوقات کے دوران معلم کا اپنے استاد، رشتہ دار یا دوست کے جنازہ میں شریک ہونا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں دورانِ تعلیم قاری صاحب اپنے استاد محترم، شاگرد، قریبی رشتہ دار یا دور کے رشتہ دار یا دوست کے جنازے میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جنازہ فرض کفایہ ہے اور بچوں کو مقررہ وقت پر پڑھانا استاد صاحب کی ذمہ داری ہے۔

(۱) اگر قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت ہو جہاں اس بارے میں ضابطہ اور قانون موجود ہو۔

(۲) یا قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت ہو جہاں اس بارے میں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو۔

(۳) یا قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اپنی ذاتی درس گاہ مسجد یا گھر وغیرہ میں بچوں سے فیس لے کر پڑھاتا ہو، یعنی اجیر عام ہو۔

ان تینوں صورتوں کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

باسمہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱، ۲، ۳) واضح رہے کہ نماز جنازہ پڑھنا مسلمان کا حق ہے، البتہ چونکہ یہ فرض کفایہ ہے اس لیے اگر کچھ مسلمان ادا کر لیتے ہیں تو بقیہ مسلمانوں سے ساقط ہو جاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں چونکہ عُرف یہی ہے کہ کسی قریبی عزیز، استاد صاحب، شاگرد یا اس کے بہت قریبی تعلق والے احباب کے جنازہ میں شرکت اس کا خاص حق سمجھا جاتا ہے اور عُرف عام میں کسی ملازم کو اس طرح کے تعلقات والوں کے جنازہ میں شرکت سے روکا بھی نہیں جاتا ہے، اس لیے اگر قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت ہوں جہاں:

(۱) ضابطہ اور قانون ہو اور تعلیمی اوقات مقرر ہوں۔

(۲) ضابطہ اور قانون مقرر نہ ہو۔

(۳) اپنی درس گاہ ہو۔

مئی، ۲۵ دسمبر کی چھٹی دے دیں تو قاری صاحب کا ان ایام میں طلباء کرام کو چھٹی دینا، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

دوسری صورت میں قاری صاحب اپنے طلباء کرام کو اسلامی تاریخ بارہ (۱۲) ربیع الاول، پندرہ (۱۵) شعبان، ستائیس (۲۷) رمضان، دس (۱۰) محرم کی چھٹی دے دیں تو قاری صاحب کا ان ایام میں طلباء کرام کو چھٹی دینے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

ان دونوں صورتوں کے حکم کی علیٰحدہ علیٰحدہ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ جو دن ملکی، قومی کارناموں یا ملکی استقلال کی وجہ سے مشہور ہوں اور سرکاری سطح پر یہ دن ان کی یادگار کے طور پر منائے جاتے ہوں تو ان دنوں ادارے کی عام تعطیل کر دینے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس دن کو کوئی بھی دین کا کام سمجھ کر ثواب کی نیت سے نہیں کرتا، البتہ جو دن دینی اعتبار سے مشہور ہوں، جیسے ۱۰ محرم، ۱۲ ربیع الاول وغیرہ اور عوامی یا سرکاری سطح پر منائے جاتے ہوں اور عوام بھی ثواب سمجھ کر ایسی محافل میں شرکت کرتی ہو، جبکہ درحقیقت اسلام میں اس چیز کا کوئی تصور نہیں اور نہ ہی کوئی ثبوت ہے، اور ان دنوں میں بلاوجہ عام تعطیل کر دینا ان غلط رسوم و بدعات کی ترویج و اشاعت کا باعث ہوتا ہے، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ چھٹی نہ کی جائے، کیونکہ اس دن چھٹی دینے سے اس بدعت کی بُرائی دل سے ختم ہو جاتی ہے اور آگے چل کر ہر ایک اس کو دین کا ضروری حصہ سمجھے گا، البتہ اگر ان دنوں میں راستوں اور ٹریفک کی بندش یا کسی دوسری معقول وجہ سے بچوں کے مکاتب آنے جانے میں مشکلات ہوتی ہوں تو پھر چھٹیاں دینے میں کوئی حرج نہیں[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
احسان اللہ عفی عنہ
۲۳/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۲۳/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
۲/دسمبر/۲۰۱۸ء

بندہ ریاض الدین عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس
۲۳/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
۲/۱۲/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۷/۲۰۷)

---

(۱) لما في «الدر المختار مع رد المحتار» (۶/ ۷۰): «وليس للخاص أن يعمل لغيره... إلخ. وفي «صحيح البخاري» (۳/ ۱۰۹۲): «قال النبي ﷺ: «من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ... إياكم ومحدثات الأمور؛ فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة... إلخ.

(۳) یا اپنی کلاس مسجد میں پڑھاتے ہوں اور کسی کے ماتحت نہ ہوں، تو ان تینوں صورتوں میں کسی عام جنازہ میں جس میں قاری صاحب کی شرکت عرفاً اہم نہیں سمجھی جاتی ہو تو مدرسہ کے ملازم ہونے کی صورت میں اس کے اوقات میں شریک ہونا، یا مدرسہ کے ضابطہ کی خلاف ورزی کر کے شریک ہونا، یا اپنی درس گاہ ہوتے ہوئے طلبہ کا حرج کرنا درست نہیں ہوگا، کیونکہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اس لیے کچھ مسلمان ادا کر لیں تو بقیہ مسلمانوں سے ساقط ہو جاتا ہے [1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: محمد زبیر قاسمی
متخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی
۳/۷/۱۴۳۹ھ = ۱۹/۳/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۲۹/۱۲۱۲۷)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دارالافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

معلم کا دورانِ تعلیم فیس بک، واٹس ایپ وغیرہ کا استعمال

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب دورانِ تعلیم فیس بک، واٹس ایپ، یا انٹرنیٹ کا استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) اگر قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت ہو جہاں اس بارے میں ضابطہ اور قانون موجود ہو۔

(۲) یا قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت ہو جہاں اس بارے میں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو۔

(۳) یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اپنی ذاتی درس گاہ مسجد یا گھر وغیرہ میں بچوں سے فیس لے کر پڑھاتا ہو، یعنی اجیر عام ہو۔

ان تینوں صورتوں کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

---

(۱) لما في «الشامية» (٦/ ٦٩): (والثاني) وهو الأجير (الخاص) ويسمى أجير وحد (وهو من يعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل.

بہر صورت بقدرِ ضرورت ایسے تعلق والوں کے جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ البتہ اگر جنازہ میں شریک ہونا اہم نہ ہو تو اس صورت میں طلبہ کا حرج کرنا درست نہیں ہوگا[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: محمد زبیر قاسمی
متخصص فی الافتاء، معہد الخلیل الاسلامی، کراچی
۱۴۳۹/۸/۳ھ = ۲۰۱۸/۴/۱۳ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۱۱۸/۲۰)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

معلم کا دورانِ تعلیم کسی اجنبی کے جنازہ میں شریک ہونا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں دورانِ تعلیم قاری صاحب کسی اجنبی کے جنازہ میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جنازہ فرض کفایہ ہے اور بچوں کو مقررہ وقت پر پڑھانا استاد صاحب کی ذمہ داری ہے۔

(۱) اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو، لیکن مدرسہ میں ضابطہ اور قانون موجود ہو، یعنی اجیر خاص ہو۔

(۲) یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو، لیکن مدرسہ میں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو، یعنی اجیر خاص ہو۔

(۳) یا قاری صاحب کسی بھی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اس کی اپنی ذاتی کلاس ہو جو قاعدہ، ناظرہ اور حفظ پڑھاتا ہو، ذاتی کلاس سے مراد گھر یا مسجد میں پڑھاتا ہو، یعنی اجیر عام ہو۔

ان تینوں صورتوں کے حکم کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱،۲،۳) صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب ایسے ادارے میں پڑھاتے ہوں (۱) جہاں ضابطہ اور قانون موجود ہو اور پڑھائی کے اوقات مقرر ہوں۔

(۲) ایسے ادارے میں پڑھاتے ہوں جہاں ضابطہ اور قانون مقرر نہیں ہے۔

---

(۱) لما في «الشامية» (۲/۲۰۸): «والصلاة عليه فرض كفاية بالإجماع، فيكفر منكرها لأنه أنكر الإجماع. قنية. كدفنه وغسله وتجهيزه فإنها فرض كفاية».

الجواب وباللہ التوفیق

مکاتب و مدارس میں پڑھائی کے اوقات اور چھٹی کے ایام کا مقرر کرنا مدرسہ کے انتظامی امور سے متعلق ہے، اگر مہتمم یا ناظم صاحب مذکورہ ایام یا ان کے علاوہ ایام میں چھٹی دینا مناسب سمجھیں تو چھٹی دے سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔ ہاں! چھٹی دیتے وقت دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

پہلا یہ کہ مہتمم صاحب چھٹی دینے میں اس بات کا لحاظ رکھے کہ اس چھٹی سے طلباء کی پڑھائی اور اوقات ضائع نہ ہوں۔ چنانچہ اگر چھٹی دینے سے طلباء کرام کی پڑھائی میں حرج آتا ہو، یا ان کا کسی غیر شرعی رسم ورواج اور لہو ولعب میں شریک ہونے کا خطرہ ہو تو پھر انتظامیہ کے لیے چھٹی دینا مناسب نہیں۔

دوسرا اس بات کا لحاظ ہو کہ چھٹی دینے میں غیر مسلم اقوام کی مشابہت نہ ہو، یعنی بعض ایام جو غیر مسلموں نے اپنے کسی تہوار وغیرہ کے لیے مقرر کیے ہیں اور ان دنوں میں چھٹی مناتے ہیں تو ایسے دنوں میں چھٹی دینے سے گریز کیا جائے(۱)۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: کاشف خان
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۰۱۸/۱۲/۲۶ء	۱۴۴۰/۵/۱۸ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۹۸/۲۹۷/۳۲۸)

دورانِ تعلیم معلم کا شاگرد کے رشتہ دار یا قریبی عزیز کے جنازے میں شریک ہونا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں دورانِ تعلیم استاد صاحب شاگرد کے کسی رشتہ دار یا اقرباء کے جنازے میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جنازہ فرض کفایہ ہے اور بچوں کو مقررہ وقت میں پڑھانا استاد صاحب کی ذمہ داری ہے۔

(۱) اگر قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت ہو جہاں اس بارے میں ضابطہ اور قانون موجود ہو۔

---

(۱) لما في «صحيح مسلم» (۳/ ۱٤٥٩): عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي ﷺ أنه قال: «ألا كلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته، فالأمير الذي على الناس راع، وهو مسئول عن رعيته، والرجل راع على أهل بيته، وهو مسئول عنهم، والمرأة راعية على بيت بعلها وولده، وهي مسئولة عنهم، والعبد راع على مال سيده وهو مسئول عنه، ألا فكلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته».

باسمہ تعالیٰ

الجواب بعون الملک الوہاب

(۳،۲،۱) واضح رہے کہ قرآن پاک کے آداب میں سے ہے کہ قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے والا پوری توجہ اور انہماک سے اس کی طرف متوجہ ہو، لہٰذا دورانِ تعلیم قاری صاحب کو ایسے امور سے ضرور بچنا چاہیے جو کہ اس میں مخل ہوں، مزید یہ کہ قاری صاحب کا بنیادی مقصد بھی بچوں کو قرآن پاک پڑھانا ہوتا ہے، اس وجہ سے تعلیم کے دوران ایسے امور سے بچنا چاہیے، مثلاً فیس بک، واٹس ایپ وغیرہ، کیونکہ یہ امور ضروریہ میں سے نہیں ہیں۔

لہٰذا تینوں صورتوں میں یعنی اگر قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت کام کرتے ہیں جہاں ضابطہ اور قانون موجود ہو اور تعلیم کے اوقات مقرر ہوں، یا (۲) ایسے ادارے میں ہیں جہاں ضابطہ اور قانون مقرر نہیں ہے۔

(۳) اپنا ادارہ اور کلاس ہے تو قاری صاحب کو ان امور سے بچنا ضروری ہے۔ البتہ اگر واقعۃً کوئی ضروری امر درپیش ہو، یا بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں کوئی مفید معلومات فراہم کرنی ہو تو بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت استعمال کرنے میں حرج نہیں ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: محمد زبیر قاسمی
متخصص فی الافتاء، معہد الخلیل الاسلامی، کراچی
۱۴۳۹/۸/۳ھ = ۲۰۱۸/۴/۱۹ء
(فتویٰ نمبر ۱۲۱۲۱/۲۳)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

۱۴ اگست، ۱۲ ربیع الاول، ۱۰ محرم اور الیکشن کے دن چھٹی دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکاتب کے مہتممین حضرات چودہ (۱۴) اگست کے دن، بارہ (۱۲) ربیع الاول کے دن، دس (۱۰) محرم کے دن، الیکشن کے دن، مکاتب میں طلباء کرام اور قرّاء حضرات کو چھٹی دے سکتے ہیں؟ شرعاً اس کا حکم بیان فرمائیں۔

---

(۱) لما في «الدر المختار ورد المحتار» (٦/ ٧٠): (قوله: وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة. قال في التارخانية: وفي فتاوى الفضلي وإذا استأجر رجلا يوما ليعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة.

ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کے لیے پڑھائی کے اوقات متعین ہیں، اس لیے وہ اجیر خاص ہیں اور اجیر خاص کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اوقات متعینہ میں کوئی غیر ضروری کام نہیں کر سکتا، لیکن طبعی ضرورت یا استراحت کے لیے ایسا معمولی کام کرنا جس سے پڑھائی میں کوئی حرج لازم نہ آتا ہو اور عُرفاً بھی اس سے چشم پوشی کی جاسکتی ہو اس کی اجازت ہے۔ اور گیم کھیلنا نہ تو طبعی ضروت ہے اور نہ عُرفاً اس سے چشم پوشی کی جا سکتی ہے، بلکہ اس سے پڑھائی متاثر ہوتی ہے اور بچوں اور ماحول پر بُرا اثر پڑتا ہے، نیز قاری صاحب کے لیے پڑھائی کے جو اوقات متعین کئے گئے ہیں وہ اس کے پاس امانت ہیں اور پڑھائی کے اوقات میں گیم کھیلنا گویا کہ امانت میں خیانت کرنا ہے، لہٰذا اس فعل سے بالکل گریز کرنا چاہیے[۱]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	ربنواز خان
بندہ ضیاء الرحمٰن عفی عنہ	محمد ریاض	دار الافتاء تعلیم القرآن، راولپنڈی
دار الافتاء تعلیم القرآن، راولپنڈی	دار الافتاء تعلیم القرآن، راولپنڈی	۱۸/۴/۱۴۴۰ھ
۱۸/۴/۱۴۴۰ھ	۱۸/۴/۱۴۴۰ھ	(فتویٰ نمبر: ۱۲۸۵۳)

معلم کا دورانِ تعلیم تعویذ لکھنا، اخبار یا کتاب کا مطالعہ اور موبائل وغیرہ میں مشغول رہنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں قاری صاحب (دورانِ تعلیم) تعویذ، اخبار، کتاب کا مطالعہ، نفلی نماز، دم درود، تلاوت، فون پر لمبی باتیں کرنا، نیٹ میں یوٹیوب کا استعمال، وظائف، شیخ کا بتایا ہوا ذکر، مہمان کو لمبا ٹائم دینا، انٹرنیٹ میں ڈاؤن لوڈنگ کرنا، فیس بک، واٹس ایپ، غیر ضروری طور پر طویل وقت میسج کرنا، وغیرہ۔

(۱) لما في «القرآن الكريم»: قال الله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [سورة النساء: ٥٨]، وفي «سنن أبي داود» (٢/ ١٤٦): عن يوسف بن ماهك المكي قال: كنت أكتب لفلان نفقة أيتام كان وليهم فغالطوه بألف درهم، فأدّاها إليهم فأدركت لهم من مالهم مثليها، قال: قلت: أقبض الألف الذي ذهبوا به منك؟، قال: لا، حدثني أبي، أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: «أد الأمانة إلى من ائتمنك، ولا تخن من خانك».

(۲) یا قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت ہو جہاں اس بارے میں ضابطہ اور قانون موجود نہ ہو۔

(۳) یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اپنی ذاتی درس گاہ مسجد یا گھر وغیرہ میں بچوں سے فیس لے کر پڑھاتا ہو، یعنی اجیر عام ہو۔

ان تینوں صورتوں کے جواب کی علیٰحدہ علیٰحدہ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱، ۲، ۳) واضح رہے کہ نماز جنازہ پڑھنا مسلمان کا حق ہے، البتہ چونکہ یہ فرضِ کفایہ ہے، اس لیے اگر کچھ مسلمان ادا کر لیتے ہیں تو بقیہ مسلمانوں سے ساقط ہو جاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں چونکہ عُرف یہی ہے کہ کسی قریبی عزیز، استاد صاحب یا شاگرد یا اس کے بہت قریبی تعلق والے احباب کے جنازہ میں شرکت اس کا خاص حق سمجھا جاتا ہے اور عُرف عام میں کسی ملازم کو اس طرح کے تعلقات والوں کے جنازہ میں شرکت سے روکا بھی نہیں جاتا ہے، اس لیے اگر قاری صاحب کسی ایسے ادارے کے ماتحت ہوں جہاں (۱) ضابطہ اور قانون ہو اور تعلیمی اوقات مقرر ہوں (۲) ضابطہ اور قانون مقرر نہ ہو (۳) اپنی درس گاہ ہو، بہر صورت بقدر ضرورت ایسے تعلق والوں کے جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ البتہ اگر جنازہ میں شریک ہونا اہم نہ ہو تو اس صورت میں طلبہ کا حرج کرنا درست نہیں ہو گا(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: محمد زبیر قاسمی
متخصص فی الافتاء، معہد الخلیل الاسلامی، کراچی
۱۴۳۹/۸/۳ھ - ۲۰۱۸/۴/۱۳ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۱۳۰/۳۲)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

مکتب میں دورانِ تعلیم قاری صاحب کا موبائل میں گیم کھیلنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں دورانِ تعلیم قاری صاحب کا موبائل میں گیم کھیلنا شرعاً قاری صاحب کا کیا حکم

(۱) لما في «الشامية» (۲/ ۲۰۸): «والصلاة عليه فرض كفاية بالإجماع... إلخ». وفيها أيضا (٦/ ٦٩): «والثاني هو الأجير الخاص، ويسمى أجير وحد، وهو من يعمل عملا موقتا بالتخصيص». وكذا في «الهندية» (٤/ ٤٦٨).

جمعرات یا ہفتہ کے دن مقررہ وقت سے کچھ دیر پہلے چھٹی دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) مکتب میں عموماً جن کی چھٹی جمعہ کے دن ہوتی ہو تو وہ جمعرات، اور جن کی چھٹی اتوار کو ہوتی ہو تو وہ ہفتہ والے دن اپنے مقررہ وقت سے کچھ دیر پہلے چھٹی دیتے ہیں۔ اس طرح اپنے مقررہ وقت سے کچھ دیر پہلے چھٹی دینا کیسا ہے؟

(۲) اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو جس میں اجازت یا ممانعت کا کوئی ضابطہ نہ ہو، قاری صاحب مہتمم کی اجازت کے بغیر عام عُرف کے مطابق جلدی چھٹی دے سکتے ہیں؟ کیا مہتمم سے اجازت لینا ضروری ہے؟

(۳) یا قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو قاری صاحب گھر یا مسجد میں بچوں سے فیس لے کر پڑھاتا ہو، قاری صاحب عام عُرف کے مطابق جلدی چھٹی دے سکتے ہیں؟

ان دونوں صورتوں کا الگ الگ حکم وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً

اگر کوئی قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہوں تو ان کو مقررہ وقت سے پہلے چھٹی دینے کے لیے اس ادارے کے مہتمم کی اجازت ضروری ہوگی۔

اگر کسی قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو اور اس میں وہ بچوں سے فیس بھی لیتے ہوں، تو مقررہ وقت سے پہلے چھٹی دینے کے لیے بچوں کے والدین کو پہلے ہی آگاہ کر دیا جائے کہ ہم جمعرات یا ہفتہ کو مقررہ وقت سے پہلے چھٹی دیں گے۔ بچوں کے والدین کی اجازت کے بغیر مقررہ وقت سے پہلے چھٹی دینے کو ہر ہفتہ کا معمول بنالینا درست نہیں[1]۔

واللہ اعلم بالصواب
محمد خرم
متخصص فی الفقہ الاسلامی
جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۱۲/۷/۱۴۴۰ھ = ۲۰/۳/۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۴۲۶۹)

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن

(۱) لما في «التاتارخانية» (كتاب الإجارة: ۱۵/ ۲۸۲، ط: فاروقية): «وفي "الذخيرة": وإذا ذكر المدة أولا نحو أن يستأجر راعيًا شهرًا ليرعى له غنمًا مسماة بدرهم يعتبر هو أجير واحد إلا إذا نص في آخر كلامه بما هو حكم الأجير المشترك فيقول وترعى غنم غيري مع غنمي».

(۱) اگر قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں ان مذکورہ چیزوں کی اجازت یا ممانعت کا کوئی قانون وضابطہ موجود نہ ہو۔

(۲) یا قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ قاری صاحب اپنی کی ذاتی کلاس ہو، قاری صاحب مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، قاری صاحب بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، برائے مہربانی ان دونوں صورتوں کا علیحدہ علیحدہ حکم وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو قاری صاحب مکتب میں بچوں کو پڑھاتا ہے، اُس مقررہ وقت کے اندر وہ اجیر خاص کی حیثیت سے ہوتا ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ وہ ملازم اُس مقررہ وقت کے اندر پڑھائی کے علاوہ اپنا کوئی کام نہیں کر سکتا، ہاں اگر کوئی طبعی ضرورت پیش آجائے یا کوئی ایسا معمولی اور مختصر کام کر لے جس سے عام طور پر معاشرے میں چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے اور اس کام کے کرنے سے بچوں کی پڑھائی میں کوئی خاص حرج نہ ہو، تو اس جیسے مختصر اور ضروری کام کرنے کی اجازت ہوتی ہے، لہٰذا صورتِ مذکورہ میں وہ قاری صاحب چاہے کسی ایسے ادارے میں پڑھاتا ہو جہاں دورانِ تعلیم موبائل کے استعمال اور نوافل وغیرہ میں مشغولیت سے متعلق کوئی ضابطہ اور قانون نہ ہو۔

یا اس قاری صاحب کی اپنی ذاتی کلاس ہو جہاں وہ بچوں سے فیس لیتا ہو۔

ان دونوں صورتوں میں قاری صاحب کے لیے جائز نہیں کہ وہ دورانِ تعلیم نوافل، تعویذ، تلاوت اور اس طرح موبائل وغیرہ میں مشغول رہے[1]۔ (ماخذہ: محمودیہ: ۲۵/ ۱۰۹)

فقط واللہ اعلم بالصواب
محمد اشرف عفی عنہ
دارالافتاء تعلیم القرآن، راولپنڈی
۳/ ۵/ ۱۴۴۰ھ-۹/ جنوری/ ۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۹۰۸)

الجواب صحیح
ریاض محمد بلگرامی
دارالافتاء تعلیم القرآن، راولپنڈی
۳/ ۵/ ۱۴۴۰ھ

(۱) لما في «الدر المختار مع رد المحتار» (٦/ ٦٩): (والثاني) وهو الأجير (الخاص) ويسمى أجير وحد (وهو من يعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصيص....ليس للغير أن يعمل لغيره. (قوله لواحد) أي لمعين واحدا أو أكثر...إلخ.

آٹھواں باب مسائل حفظِ قرآن اور ختمِ قرآن (قرآن خوانی)

طلبہ کو حفظ کہاں سے شروع کروایا جائے؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب طلباء کرام کو حفظ کہاں سے شروع کروائیں؟

"عمّ" پارہ آخر سے، یا "الٓمٓ" پارہ شروع سے، کونسا طریقہ بہتر ہو گا؟ شرعی رو سے وضاحت فرمائیں۔

نوٹ: (سورۃ الناس یا سورۃ النباء سے شروع کریں)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب

واضح رہے کہ قرآنِ پاک شروع سورۂ بقرہ سے والناس تک حفظ کروانا چاہیے، کہ اصل طریقہ یہی ہے، تاہم بچوں کی سہولت کی خاطر خلافِ ترتیب تعلیم دینے اور حفظ کرانے کی بھی گنجائش ہے۔

لہذا جہاں سے بچوں کو یاد کرنے میں آسانی ہو وہاں سے بچوں کو حفظ شروع کرادیا جائے، لیکن خلافِ ترتیب شروع کروانے کی صورت میں بچوں کو یہ بات بتادی جائے کہ یہ ترتیب قرآنِ پاک یاد کرنے میں سہولت کی وجہ سے ہے[1]۔

"آپ کے مسائل اور ان کا حل" (۴/۴۳۸) میں ہے:

"چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لیے عم پارہ کی ترتیب بدلنا جائز ہے:

۔۔۔نماز میں قرآن شریف الٹا پڑھنا یعنی پہلی سورت آخر کی اور دوسری سورت پہلے کی پڑھنا درست نہیں ہے، مگر قرآن شریف کے تیسویں پارے میں سورتیں قل سے شروع ہو کر عمّ پر ختم ہوتی ہیں، یعنی الٹا قرآن شریف لکھا ہوا ہے، جو اکثر مدرسوں میں طلبہ کو پڑھایا جاتا ہے، کیا اس طرح پڑھنا جائز ہے؟

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (۱/ ٥٤٦): ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسا. (قوله وأن يقرأ منكوسا) بأن يقرأ الثانية سورة أعلى مما قرأ في الأولى؛لأن ترتيب السور في القراءة من واجبات التلاوة، وإنما جوز للصغار تسهيلا لضرورة التعليم ط.

دورانِ تعلیم بالغان کو پڑھانا / غیر حاضر طالبِ علم کو بلانے کے لیے دوسرا طالبِ علم اس کے گھر بھیجنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اِس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔ قاری صاحب جو مکتب کے ادارے کے ماتحت ہو، جہاں دورانِ تعلیم بالغان کو پڑھانے، یا نہ پڑھانے کی اجازت یا ممانعت کا کوئی ضابطہ نہ ہو، کیا قاری صاحب دورانِ تعلیم بالغان کو پڑھا سکتا ہے؟ کیا مہتمم سے اجازت لینا ضروری ہے؟

۲۔ مکتب کی کلاس میں کوئی طالبِ علم غیر حاضر ہو، قاری صاحب دورانِ تعلیم اس طالبِ علم کو بلانے کے لیے دوسرے طالبِ علم کو اس کے گھر بھیج سکتا ہے؟ ان دونوں سوالوں کا علیٰحدہ علیٰحدہ حکم وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوہاب

۱۔۔۔۔۔مکتب کے قاری صاحب کے لیے اپنے زیر انتظام طلباء کے علاوہ دیگر لوگوں کو پڑھانے کے لیے مہتمم سے اجازت لینا ضروری ہو گا(۱)۔

۲۔۔۔۔۔چھٹی کرنے والے طلباء کو پیغام وغیرہ دینے یا بلانے کے لیے ان کے والدین کے موبائل فون پر رابطہ ممکن ہو تو پہلے اسی طرح بلانے کی کوشش کرنی چاہیے، بصورت دیگر سمجھدار طالبِ علم کو جو کم از کم وقت میں اس کام کو سر انجام دے کر حاضر ہو، بھیج سکتے ہیں(۲)۔

والله اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حذیفہ بن شفیق عالم
۱۴/رجب ۱۴۴۰ھ = ۲۱/مارچ ۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۴۲۶۸)

الجواب صحیح
مفتی نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۱۵/۴/۱۴۴۰ھ

---

(۱) وفي «رد المحتار» (٦/ ٧٠): (قوله: وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة قال في «التاتارخانية»: وفي «فتاوى الفضلي»: وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا، فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشغل بشيء آخر سوى المكتوبة».

(۲) لما في «الموسوعة الفقهية» (١٣/ ٩، تعليم وتعلم): «وأن يتفقد المتعلمين ويسأل عمَّن غاب منهم وينبغي أن يكون باذلا وسعه في تفهيمهم وتقريب الفائدة إلى إذهانهم، وينبغي أن يقطع العلائق الشاغلة عن كمال الاجتهاد في التحصيل ويرضى بما تيسر من القوت ويصبر إن ضاق به العيش...إلخ

کرے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	نواب الدین
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۳۹/۵/۲۰ھ	۳۹/۵/۱۹ھ	۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۱۹۲۴/۵۷)

حفظ وناظرہ کی تعلیم میں ترتیب کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

بعض قاری صاحبان طلباء کرام کو قاعدہ ختم کرانے کے بعد ناظرہ پڑھانے کی بجائے حفظ شروع کرا دیتے ہیں، اگر کسی وجہ سے طلباء سبق چھوڑ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ایسے طلباء کو نہ ناظرہ قرآنِ پاک آتا ہے اور نہ ہی وہ حفظ پڑھ سکتے ہیں، اس طرح کرنے سے استاد اور شاگرد دونوں گنہگار ہوں گے یا صرف استاد گنہگار ہو گا؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ مسئلہ شرعی سے زیادہ انتظامی نوعیت کا ہے، اس لیے کہ قرآن مجید کے پڑھانے میں شرعاً کوئی خاص ترتیب ضروری نہیں، اور نہ ہی ناظرہ پورا قرآن مجید پڑھنے پر قدرت ہونا کوئی فرض ہے، بلکہ ہر مسلمان پر شرعی ضابطہ کی رو سے کم از کم سورۂ فاتحہ اور ایک سورت کا زبانی یاد کرنا واجب اور فرض ہے، اور پورے قرآن مجید کا حفظ فرض کفایہ ہے، لہٰذا پورے شہر یا گاؤں میں ایک بھی حافظ نہ ہو تو پورے شہر اور گاؤں والے گنہگار ہوں گے، اور کم از کم ماہانہ یا چالیس دن میں ایک قرآنِ پاک ختم کرنا اگرچہ قرآن مجید کے ساتھ مذہبی تعلق اور ربط کے لحاظ سے ایک حق اور فرض تو ہے، لیکن باضابطہ کوئی شرعی فرض وواجب نہیں۔

ہمارے ہاں مکاتبِ حفظ میں عام مروج طریقۂ تعلیم میں اول قاعدہ پھر ناظرہ اور اس کے بعد حفظ کی ترتیب معروف ہے، لہٰذا اگر اس بارے میں اس کے خلاف مدرسہ میں کوئی ضابطہ نہ ہو تو اگر استاد نے طالبِ علم کی استعداد کی رعایت کے بغیر ہی صرف حفظِ قرآن کی جلد تکمیل کی غرض سے ناظرہ ختم کروائے بغیر حفظ شروع کرا دیا تو اس صورت میں استاد اپنی منصبی ذمہ داری میں کوتاہی پر مستحقِ عتاب ہو گا، لیکن بالغ ہو کر اس کے قرآنِ پاک نہ پڑھ سکنے یا غلط پڑھنے کا گناہ استاد کے ذمہ نہ ہو گا، بلکہ بچپن میں تعلیم وتربیت والدین کی ذمہ داری ہے اور بلوغ کے بعد

جواب:۔۔۔ چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لیے ہے، تاکہ وہ چھوٹی سورتوں سے شروع کرسکیں۔

"فتاویٰ محمودیہ" (۵۰۲/۳) میں ہے:

"ترتیب واجب ہونے کے باوجود بچوں کی سہولت کی خاطر خلافِ ترتیب تعلیم دینا درست ہے"۔فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد سرفراز
المتخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی
۲۵/۳/۱۴۳۹ھ=۱۴/۱۲/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۱۰۶۴۵)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

ناظرہ کے درمیان حفظ شروع کرادینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اساتذہ کرام کا طلباء کرام کو قاعدہ اور ناظرہ کے پانچ پارے پڑھانے کے بعد حفظ شروع کروانے کا طریقہ کیسا ہے؟ یا ناظرہ ختم کروانے کے بعد ہی حفظ شروع کروادیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اس مسئلہ کا تعلق بھی انتظام اور تجربہ سے ہے، اگر اس بارے میں کوئی ضابطہ مدرسہ کی طرف سے مقرر نہ ہو تو اگر طالبِ علم قاعدہ پڑھ کر چند پارے ناظرہ پڑھنے کے بعد از خود درست اور رواں ناظرہ پڑھنے کی استعداد پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں ناظرہ چھڑوا کر حفظ شروع کرادینا درست ہے، بالخصوص جبکہ بچے کی عمر اور اس کے اگلے تعلیمی سفر کے دورانیہ کا تقاضہ بھی یہی ہو، البتہ ناظرہ میں کمزور ہونے کے باوجود حفظ شروع کرادینا، ذہنی لحاظ سے کمزور بچوں کی تعلیم متاثر کرتا ہے، بالخصوص جبکہ ساتھ ہی وہ اسکول بھی پڑھتے ہوں، جس کا نتیجہ فی زمانہ عموماً مدرسہ کی تعلیم چھوڑنے ہی کی صورت میں نکلتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں طالبِ علم کو حفظ شروع کرانے میں جلدی کرنے سے اجتناب کیا جائے، اور عام ضابطہ یہی رکھا جائے کہ طالبِ علم ناظرہ کی تکمیل کے بعد ہی حفظ کا اہل ہو گا اور ناظرہ کی تکمیل سے قبل اسی طالبِ علم کو حفظ میں لیا جائے جو پورے قرآن مجید میں ناظرہ خوانی کے جائزہ میں اچھی استعداد اور کارکردگی کا مظاہرہ

مطلوب ہے۔ نیز تینوں صورتوں میں قاری صاحب گنہگار ہوں گے یا نہیں ؟

الجواب باسم ملھم الصواب

۱۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد بھول جانا گناہ کبیرہ ہے، اس بارے میں قرآنِ پاک اور احادیث میں نہایت سخت وعیدیں آئی ہیں، البتہ اس بارے میں وعید کی حدیث کے مفہوم میں اختلاف ہے کہ بھول جانے سے کیا مراد ہے، اگرچہ احناف کے مطابق اس سے مراد دیکھ کر بھی پڑھنے کی قدرت نہ ہونا ہے، لیکن شوافع کے نزدیک اس سے ظاہری معنی ہے کہ زبانی نہ پڑھ سکے، نیز احناف کے مطابق بھی یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو محض غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے اس قدر بھول جائے، لہٰذا جو شخص قرآنِ پاک مجید کسی بھی درجے میں بھول جائے اور اس میں محض اس کی غفلت اور لاپرواہی شامل ہو، اس کے فی الجملہ مستحقِ وعید ہونے میں تامل نہیں۔ (ماخوذ از فتاویٰ عثمانی: ج۱، ص۱۹۹)

۲۔ توبہ واستغفار کے علاوہ اس پر دوبارہ حفظ یاد کرنے کا اہتمام لازم ہے۔

۳۔ یہ نہایت محرومی اور بدبختی کا مقام ہے کہ انسان سے احساسِ گناہ بھی ختم ہو جائے، یہ درحقیقت اللہ کی ناراضگی اور شقاوتِ قلب کی دلیل ہے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۳۹/۸/۹ھ	۳۹/۵/۱۹ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید
		۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۱۹۱/۵۷)

(۱) لما في «مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح» (٤/ ١٥٠٢): وعن سعد بن عبادة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ما من امرئ يقرأ القرآن ثم ينساه»، أي بالنظر عندنا، وبالغيب عند الشافعي، أو المعنى ثم يترك قراءته نسي أو ما نسي (إلا لقي الله يوم القيامة أجذم)، أي: ساقط الأسنان، أو على هيئة المجذوم....ينكس رأسه بين يدي الله حياء وخجالة من نسيان كلامه الكريم وكتابه العظيم...وروى أبو داود والترمذي أنه صلى الله عليه وسلم قال: «عرضت علي أجور أمتي حتى القذاة يخرجها الرجل من المسجد، وعرضت علي ذنوب أمتي فلم أر ذنبا أعظم من سورة من القرآن، أو آية أوتيها رجل ثم نسيها».

ولما في «الفتاوى الهندية» (٥/ ٣١٧): إذا حفظ الإنسان القرآن ثم نسيه فإنه يأثم، وتفسير النسيان أن لا يمكنه القراءة من في المصحف. وفي «مرقاة المفاتيح» (٢/ ٦٠٥): «والنسيان عندنا أن لا يقدر أن يقرأ بالنظر».

ہر شخص کی اپنی ذاتی ذمہ داری ہے، اور اگر استاد نے والدین کے کہنے پر یا خود طالبِ علم کے بڑی عمر کی رعایت کے پیشِ نظر اسے قاعدہ کے فوراً بعد (ناظرہ ختم کرائے بغیر) حفظ شروع کرایا تھا تو اس صورت میں اس پر کوئی ملامت نہیں۔ نیز حفظ ان ہی طلبہ کو شروع کرایا جائے جو حفظ کے بعد اس کو یاد بھی رکھ سکیں، جن طلبہ کے بارے میں آگے چل کر حفظِ قرآن یاد نہ رکھ سکنے کا ظنِ غالب ہو، انہیں اور ان کے والدین کو یہی مشورہ دیا جائے کہ حفظ نہ کرائیں، اس لیے کہ حفظِ قرآن اگرچہ باعثِ اجر وثواب ہے، لیکن اس کے بعد بھول جانا باعثِ عقاب وعذاب بھی ہے۔ فی زمانہ عصری اداروں کے امتحانات میں اضافی نمبرات کے حصول کے شوق میں بھی حفظ کا رجحان بڑھ رہا ہے، جو اس لحاظ سے قابلِ اصلاح اور قابلِ توجہ امر ہے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۳۹/۵/۲۰ھ	۳۹/۵/۱۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر ۶۱۸۹۵/۵۷)

قرآنِ پاک حفظ کرنے کے بعد بھول جانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔ جس قاری صاحب یا حافظ صاحب کو قرآن یاد نہ ہو تو وہ قاری صاحب یا حافظ صاحب گنہگار تو نہیں ہو گا؟ آیا صغیرہ گناہ کا مرتکب ہو گا یا کبیرہ کا؟

۲۔ جو قاری صاحب روزانہ بلا ناغہ قرآن پاک کی تلاوت دیکھ کر پڑھتا ہے، لیکن اس کو زبانی یاد نہیں ہے، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۳۔ جس قاری صاحب کو قرآنِ پاک بالکل یاد نہ ہو اور وہ سستی اور غفلت کی وجہ سے قرآن پاک کی تلاوت بالکل نہیں کرتا، اس کا کیا حکم ہے؟ تینوں سوالوں کا علیحدہ علیحدہ جواب

---

(۱) لما في «الدر المختار» (۱/ ۵۳۸): (وحفظ جميع القرآن فرض كفاية) وسنة عين أفضل من التنفل وتعلم الفقه أفضل منهما (وحفظ فاتحة الكتاب وسورة واجب على كل مسلم) ويكره نقص شيء من الواجب. وفي «الفتاوى البزازية» (٦/ ١٥): «وإن استأجر المعلم لحفظ الصبيان وتعليم الخط والهجاء جاز وإن شرط أن يحذقه في هذا العمل، ذكر في الأصل أنه فاسد. وفي الشروط شرط عليه أو دفع ابنه أو غلامه على أن يعلمه الحساب لا يجوز، ولو شرط عليه أن يقوم عليه مدة معلومة في تعليم هذه الأشياء يجوز... استأجر معلماً لتعليم ولده القرآن أو الحرفة في سنة قضت ستة أشهر ولم يعلم شيئاً له فسخ الإجارة.

کیا حافظِ قرآن گردان کیے بغیر حفظ کے فضائل کا مستحق ہوگا؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر ایک حافظ صاحب، قرآن حفظ کرے اور گردان نہ کرے تو آیا حافظ صاحب قرآنِ پاک کے فضائل کا حقدار ہوگا کہ نہیں؟

اس کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

نوٹ: کیونکہ گردان نہ کرنے کی صورت میں قرآنِ پاک یاد نہیں ہوتا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

حفظِ قرآنِ پاک کے فضائل قرآنِ پاک حفظ یاد کرنے سے ہی حاصل ہو جائیں گے، بشرطیکہ قرآنِ پاک پر عمل بھی کرتا ہو۔ باقاعدہ گردان کرنے، نہ کرنے کے ساتھ اس کا تعلق نہیں، بلکہ حفظِ قرآنِ پاک کی تعلیم کے زمانہ میں سبق، سبقی، منزل کی طرف پوری توجہ دی جائے اور اس کے بعد روزانہ کم از کم ایک پارہ تلاوت کا معمول رکھا جائے تو قرآنِ پاک نہیں بھولتا، بلکہ یاد رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حفظ کے بعد گردان کی ضرورت یا تو حافظہ کے لحاظ سے کمزور حفاظ کے لیے ہوتی ہے، یا ان طلبہ کے لیے ہوتی ہے جن کی سبقی اور منزل کی طرف دورانِ تعلیم پوری توجہ نہ دی گئی ہو، لیکن یہ ضرورت بھی صرف تعلیمی اور انتظامی حیثیت سے ہے، شرعی لحاظ سے صرف اس قدر دہرائی ضروری ہے کہ قرآنِ پاک بھول نہ جائے، خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۲۳/۸/۳۹ھ	۲۳/۸/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید
		۲۳ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۲۷۸/۵۷)

(١) لما في «مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح» (٤/ ١٤٩٥): «عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «تعاهدوا القرآن»، أي: تفقدوه وراعوه بالمحافظة وداوموه بالتلاوة، قال الطيبي: التعاهد المحافظة وتجديد العهد، أي واظبوا على قراءته وداوموا على تكرار دراسته لئلا ينسى.

کیا حافظِ قرآن حفظ بھولنے سے حفظ کے فضائل کا مستحق رہے گا؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک طالبِ علم مکمل حفظ کرے اور اس طالبِ علم کو آدھا قرآنِ پاک یاد ہو اور آدھا یاد نہ ہو تو اس طالبِ علم کو حفاظ کے فضائل جو احادیث میں مذکور ہیں، حاصل ہوں گے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

قرآنِ پاک کے کچھ فضائل تو محض قرآنِ پاک پڑھنے پر وارد ہوئے ہیں، لہذا ایسی صورت میں صرف حفظ بھولنے کے باوجود ناظرہ خوانی کے فضائل کا مستحق ہونا تو ظاہر ہے، اور جو فضائل خاص پورے قرآنِ پاک کے زبانی حفظ سے متعلق ہیں تو وہ بھی ایک مرتبہ حفظ یاد کرنے کے بعد ان شاءاللہ اس وقت تک حاصل رہیں گے جب تک اس کو دوبارہ یاد اور پختہ کرنے کی کوشش جاری رکھی جائے، بشرطیکہ جان بوجھ کر نہ بھلا دیا ہو، اور جان بوجھ کر یا محض غفلت اور لاپرواہی سے بھولنے کی صورت میں دوبارہ مکمل یاد کرنے پر ہی مکمل حفظ کے فضائل کا مستحق ٹھہرے گا۔

البتہ قرآن بھولنے کی وعیدوں کا استحقاق کب ہوگا؟ تو اس بارے میں علماء احناف کے نزدیک اگر ناظرہ خوانی پر بھی قدرت نہ رہے تو مستحقِ وعید ہوگا، جبکہ شوافع کے نزدیک صرف زبانی بھولنے پر بھی مستحقِ وعید ہوگا[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۳۹/۱۰/۲۳ھ	۳۹/۱۰/۲۳ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید
		۲۳ شوال ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۴۸۷/۵۷)

(۱) لما في «مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح» (٤/ ١٥٠٢): وعن سعد بن عبادة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ما من امرئ يقرأ القرآن ثم ينساه»، أي بالنظر عندنا، وبالغيب عند الشافعي، أو المعنى ثم يترك قراءته نسي أو ما نسي (إلا لقي الله يوم القيامة أجذم)، أي: ساقط الأسنان، أو على هيئة المجذوم.... ينكس رأسه بين يدي الله حياء وخجالة من نسيان كلامه الكريم وكتابه العظيم. الخ «الفتاوى الهندية» (٥/ ٣١٧): إذا حفظ الإنسان القرآن ثم نسيه فإنه يأثم، وتفسير النسيان أن لا يمكنه القراءة من المصحف. وفي «مرقاة المفاتيح» (٢/ ٦٠٥): «والنسيان عندنا أن لا يقدر أن يقرأ بالنظر».

حافظ کی کمزوری یا بڑھاپے کی وجہ سے قرآنِ پاک یاد نہ رکھ سکے اور بھول جائے تو اس وعید میں داخل نہ ہو گا[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: محمد عباس شانگلوی
مجم الرحمٰن	قلام الرحمٰن	شریک تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۰۱۸/۱۰/۱۰ء	۱۴۴۰/۲/۱۰ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۳۲/۲۹۷/۳۲۸)

کیا قرآن کا حفظ مکمل کرنا اور بعض حفظ شدہ حصے کا یاد رکھنا ضروری ہے؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں اگر کوئی طالبِ علم پندرہ (۱۵) پارے حفظ کرنے کے بعد حفظ چھوڑ دے، کیا اس سے طالبِ علم گناہگار ہو گا؟ کیا اس طالبِ علم کو قرآن مجید اختتام تک مکمل کرنا ضروری ہے؟ آیا طالبِ علم نے جو پارے حفظ کیے ہیں ان کو یاد رکھنا ضروری ہے؟

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب بعون الملک الوہاب

قرآن مجید کا مکمل حفظ کرنا بڑی خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہے، لیکن مکمل حفظ کرنا ضروری نہیں کہ اگر مکمل حفظ نہیں کیا تو آدمی گناہگار ہو۔ البتہ جتنا حصہ کلام اللہ میں سے کسی شخص نے حفظ کر لیا ہے تو اس پر اس کو یاد رکھنا ضروری ہے ورنہ گناہگار ہو گا[2]۔

لما في «مشكاة المصابيح» (ج١، ص٦٨):

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عرضت علي أجور أمتي حتى القذاة يخرجها الرجل من المسجد، وعرضت علي ذنوب أمتي،

---

(١) لما في «الفتاوى الهندية» (٥/ ٣١٧): إذا حفظ الإنسان القرآن ثم نسيه فإنه يأثم، وتفسير النسيان أن لا يمكنه القراءة من المصحف. وفي «مرقاة المفاتيح» (٢/ ٦٠٥): «والنسيان عندنا أن لا يقدر أن يقرأ بالنظر».

(٢) وفي «مرقاة المفاتيح» (٢/ ٦٠٥): قوله: (ثم نسيها)، قال الطيبي: شطر الحديث مقتبس من قوله تعالى ﴿قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ [طه: ١٢٦] يعني على قول في الآية، وأكثر المفسرين على أنها في المشرك، والنسيان بمعنى ترك الإيمان، وإنما قال: أوتيها دون حفظها إشعارا بأنها كانت نعمة جسيمة أولاها الله ليشكرها، فلما نسيها فقد كفر تلك النعمة. وفي «العالمكيرية» (٥/ ٢١٧): إذا حفظ الإنسان القرآن ثم نسيه فإنه يأثم، وتفسير النسيان أن لا يمكنه القراءة من المصحف.

بیماری کی وجہ سے قرآن پاک بھول جانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:
ایک حافظ صاحب جو بیمار ہو جائے اور حافظ صاحب کی بیماری طویل ہو جائے، جس کی وجہ سے حافظ صاحب سے قرآن پاک بھول جائے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب باسم ملہم الصواب

مسئولہ صورت میں بیماری کی وجہ سے قرآن پاک بھول جانے کی وجہ سے حافظ صاحب کو گناہ نہیں ملے گا، تاہم حافظ صاحب کو چاہیے کہ قرآنِ پاک کو از سر نو یاد کرنے کی کوشش میں لگا رہے[1]۔

الجواب صحیح
بندہ عبید اللہ عفی عنہ
۸/۳/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۸/۳/۱۴۴۰ھ
۱۷/۱۱/۲۰۱۸ء

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد حسن وزیرستانی عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس
۸/۳/۱۴۴۰ھ=۱۷/۱۱/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۳۴/۱۲۶)

بڑھاپے کی وجہ سے قرآنِ پاک بھول جانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
ایک قاری صاحب جو حافظِ قرآن ہو، بڑھاپے کی وجہ سے اس سے حفظِ قرآن بھول جائے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

قرآنِ کریم کو حفظ کرنا بہت بڑی نعمت ہے اور پھر غفلت اور لاپرواہی سے اس کو بھلا دینا اس نعمتِ عظمیٰ کی ناشکری ہے۔ اس وجہ سے قرآنِ کریم بھلا دینے پر حدیث شریف میں وعید آئی ہے، شارحینِ حدیث اور فقہائے کرام کے ہاں یہ وعید ایسے شخص کے بارے میں ہے جو قرآنِ پاک کو ایسا بھلا دے کہ قرآنِ کریم میں دیکھ کر پڑھنے پر بھی قادر نہ ہو، لہٰذا اگر کوئی شخص

---

(۱) لما في «القرآن الكريم» (سورة الفتح، الآية: ۱۷): ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾.

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۵/۱۹ھ

الجواب صحیح
آفتاب احمد
۳۹/۵/۱۹ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۱۸۹۷/۵۷)

والدین کا کُند ذہن طالبِ علم کو حفظ کروانے پر اصرار کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک کُند ذہن طالبِ علم جس کو والدین حفظ کروانا چاہتے ہیں، لیکن قاری صاحب ان کو کُند ذہن ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دیتے، تو والدین کا قاری صاحب کو حفظ کروانے پر اصرار کرنا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ احادیثِ مبارکہ میں قرآنِ کریم حفظ کرنے کے بہت فضائل بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے ابوذر! اگر صبح کو جاکر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو سو (۱۰۰) رکعت نوافل سے افضل ہے "الخ، لہٰذا قرآنِ کریم حفظ کرنے کی بلاشبہ بڑی فضیلت ہے اور شروع میں قاری صاحب کو بھی منع کرنا مناسب نہیں، البتہ اگر چند مہینے گزرنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ اس لڑکے کا حفظ کرنا نہایت مشکل ہے اور بچے پر ناقابلِ برداشت بوجھ پڑتا ہو تو ایسی صورت میں والدین کا اصرار کرنا بھی نامناسب بلکہ درست بھی نہیں، اور ان کے لیے ثواب کی بجائے وبال کا اندیشہ ہے، اور قرآنِ کریم کی بھی ناقدری اور بچے کے وقت کا ضیاع بھی ہے[1]۔

---

(۱) لما في «سنن ابن ماجه» (۱/ ۷۹): عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يا أبا ذر، لأن تغدو فتعلم آية من كتاب الله، خير لك من أن تصلي مائة ركعة، ولأن تغدو فتعلم بابا من العلم، عمل به أو لم يعمل، خير من أن تصلي ألف ركعة». وفي «الدر المختار مع رد المحتار» (۱/ ۵۳۸): وفرض القراءة آية على المذهب ... (وحفظها فرض عين) متعين على كل مكلف (وحفظ جميع القرآن فرض كفاية) وسنة عين أفضل من التنفل...(قوله: وحفظها) أي: الآية (فرض عين) أي: فرض ثابت على كل واحد من المكلفين بعينه.

فلم أر ذنبا أعظم من سورة من القرآن أو آية أوتيها رجل ثم نسيها. [سنن الترمذي (٢٩١٦)].

ترجمہ: اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ـــــ میرے پاس میری امت کے گناہ لائے گئے تو اس میں میں نے اس سے بڑا گناہ نہیں دیکھا کہ ایک آدمی کو قرآنِ پاک کی کسی آیت یا کسی سورت کے یاد کرنے کی توفیق دی گئی پھر اس نے اس کو بھلا دیا۔

محمد حارث
متخصص فی الافتاء بمعہد الخلیل الاسلامی
۱۶/۶/۳۹ھ = ۵/۳۰/۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۱۱۶)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد

ایصالِ ثواب کے لیے مروجہ قرآن خوانی

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر کوئی شخص مکمل قرآن خوانی کا کہے اور استاد طلباء کرام کو کہے کہ آج جو سبق پڑھیں، سب قرآن خوانی والے شخص کو بخش دیں، یا سورۂ اخلاص یا سورۂ یٰس پڑھ کر بخش دیں، یا طلباء کرام کو اختیار دے دیں کہ اپنی خوشی سے جتنا پڑھ سکتے ہو پڑھ لیں، ختم والے شخص کو اس کی اطلاع دینا ضروری ہے کہ نہیں؟ کیونکہ اس نے مکمل قرآن خوانی کا کہا ہوتا ہے جبکہ ہم ایسا نہیں کرتے، کیا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اطلاع دینا ضروری نہیں، لیکن صحیح طریقہ یہ ہے کہ مدرسہ میں پہلے سے کوئی تختی وغیرہ آویزاں کر دیں جس میں اس کی وضاحت ہو کہ "قرآن خوانی کا مروجہ طریقہ چونکہ ثابت نہیں، اور اس میں طلبہ کی تعلیم کا حرج بھی ہے، لہذا یہاں اس قسم کی قرآن خوانی نہیں کی جاتی، بلکہ فرمائش پر روزمرہ کی تلاوت کے بعد ایصالِ ثواب کر دیا جاتا ہے"۔

لیکن یاد رہے کہ ایصالِ ثواب کے لیے کسی بھی طرح (مکمل یا ادھوری) کی جانے والی قرآن خوانی پر کسی بھی (نقدی یا کھانے کی) صورت میں کچھ لینا یا دینا دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔

نابالغ کی تلاوت سے اس بچے پر اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر ایک نابالغ طالبِ علم سجدۂ تلاوت کرے، اس بچے پر سجدہ واجب ہوگا کہ نہیں؟

اگر نابالغ طالبِ علم کی سجدۂ تلاوت کی آواز استاد سنے تو کیا استاد پر سجدہ کرنا لازم ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامدًا و مصلیًا

صورتِ مسئولہ میں نابالغ طالبِ علم نے آیتِ سجدہ پڑھی یا سنی، تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں، اگر استاد صبی ممیز یعنی سمجھدار بچے سے آیتِ سجدہ سنے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے، البتہ صبی غیر ممیز سے سننے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: امین اللہ
ابو بکر سعید الرحمٰن	محمد عبد القادر	المتخصص فی الفقہ الاسلامی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ
	۱۴۳۹/۵/۲۰ھ	علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراتشی/۵
		۱۴۳۹/۵/۲۰ھ=۲۰۱۸/۲/۷ء
		(فتویٰ نمبر: ۳۵۹۳)

ناظرہ کے طلبہ کو سورت کی آخری آیت سے پڑھانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب ،ناظرہ والے طلباء کرام کو الٹ ترتیب سے پڑھائے، جیسے کوئی سورت ہو اس کو الٹا یاد کروائیں، یعنی آیت نمبر ۴، ۵، ۳، ۲، ۱، وغیرہ، اس طرح پڑھانے سے طلباء کرام کو یاد بھی رہتا ہے اور جس جگہ سے امتحان لے، آسانی سے یاد رہتا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طریقے سے پڑھانے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (۲/ ۱۰۷): (فلا تجب على كافر وصبي ومجنون وحائض ونفساء قرءوا أو سمعوا) لأنهم ليسوا أهلا لها (وتجب بتلاوتهم) يعني المذكورين (خلا المجنون). (قوله خلا المجنون) .... ذكر شيخ الإسلام أنه لا يجب بالسماع من مجنون أو نائم أو طير؛ لأن السبب سماع تلاوة صحيحة وصحتها بالتمييز، ولم يوجد وهذا التعليل يفيد التفصيل في الصبي، فليكن هو المعتبر إن كان مميزا وجب بالسماع منه وإلا فلا اهـ واستحسنه في الحلبة.

والله اعلم بالصواب
بندہ محمد ہیواد خان عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۸/۵/۷ھ = ۳۹/۸/۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: ۹۵/۱۱۸)

الجواب صحیح
بندہ محمد مفیض الرحمٰن عفا اللہ عنہ
۱۴۳۹/۸/۲۰ھ
۲۰۱۸/۵/۷ء

ایک ہی آیتِ سجدہ کا درس گاہ میں بار بار تکرار کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر استاد طالبِ علم کو سجدہ کی آیت پڑھائے، استاد سنے، وہ طالبِ علم اپنی جگہ پر بیٹھ کر پڑھے، استاد سنے، پھر وہ طالبِ علم اٹھ کر دوسرے طالبِ علم کو یاد کیا ہوا سبق سنائے اور استاد سنے، پھر وہ طالبِ علم سجدہ کی آیت والا سبق استاد کو سنائے، تو اس طرح چار مجلسیں ہو گئیں، آیا اس طرح پڑھنے سے استاد اور طالبِ علم پر کتنے سجدے لازم ہوں گے؟ مکمل وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر آیتِ سجدہ اور مجلسِ تلاوت ایک ہو تو ایک ہی سجدۂ تلاوت سب پر لازم ہوتا ہے، اگرچہ کئی بار سنا اور پڑھا جائے، لہٰذا جب تک استاد یا طالبِ علم درس گاہ میں موجود ہوں اور درس گاہ میں تعلیم موقوف کرکے کسی غیر متعلقہ کام میں مشغول نہ ہو جائیں اس وقت تک استاد اور تمام طلبہ کی مجلس ایک ہی شمار ہوگی، لہٰذا ایک آیت سجدہ کئی بار سننے اور پڑھنے سے سب پر ایک ہی سجدۂ تلاوت لازم ہوگا[1]۔

والله سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دارالافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۱۸۹۹/۵۷)

الجواب صحیح
آفتاب احمد
۳۹/۵/۱۹ھ

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۵/۱۹ھ

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (۲/ ۱۱٤): (ولو كررها في مجلسين تكررت وفي مجلس) واحد (لا) تتكرر بل كفته واحدة وفعلها بعد الأولى أولى. قنية. وفي «البحر»: التأخير أحوط، والأصل أن مبناها على التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الآية والمجلس ..إلخ.

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۵/۱۹ھ

الجواب صحیح
آفتاب احمد
۳۹/۵/۱۹ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۱۹۰۰/۵۷)

قرآن پاک پختہ کرنے کے لیے طلبہ سے نوافل پڑھوانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

قاری صاحب کا حفاظ طلباء کرام کو نوافل میں کھڑا کر کے قرآنِ پاک پختہ کرنے کے لیے نوافل پڑھانا کیسا ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسمہِ الرحمٰن

اگر استاد صاحب کو اس طریقہ میں بچوں کی زیادہ بہتری معلوم ہو تو یہ طریقہ اختیار کرسکتے ہیں، البتہ بالغ افراد بچوں کے ساتھ شریک نہ ہوں اور نہ ہی بچوں کی کوئی بڑی جماعت ہو، بس ایک دو طلباء پیچھے ہوں[1]۔

الجواب صحیح
ابوبکر سعید الرحمٰن

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف
۱۴۳۹/۴/۲ھ

فقط واللہ اعلم
کتبہ: عبد الحمید
دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۱۴۳۹/۳/۳ھ=۲۰۱۷/۱۲/۲۱ء
(فتویٰ نمبر: ۲۳۶۲)

قاری صاحب کا قرآن خوانی کی رقم طلبہ سے معاف کرواکر خود رکھ لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک شخص قاری صاحب سے قرآن خوانی کا کہے (نئے مکان، نئی دکان، نئی فیکٹری کے

---

(۱) لما في «حاشية ابن عابدين» (۱/ ۵۷٦): (ولا يصح اقتداء رجل بامرأة) وخنثى (وصبي مطلقا) ولو في جنازة. (قوله ونفل على الأصح) قال في الهداية: وفي التراويح والسنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ ولم يجوزه مشايخنا، ... والمختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها. اهـ. وفيه أيضا (۲/ ٤۹): (قوله أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا يكره، وثلاثة بواحد فيه خلاف. بحر عن الكافي.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

سورتوں کو تعلیم کے لیے خلافِ ترتیب پڑھنا جائز ہے، البتہ آیتوں کا اس طرح پڑھنا جائز نہیں ہے[1]۔

فقط واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عارف
المتخصص فی الفقہ الاسلامی بالجامعۃ الفاروقیۃ
۲۲/۴/۱۴۳۹ھ=۱۰/۱/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر ۶۱/۱۴۶)

الجواب صحیح
عبد الباری غفرلہ
۲۳/۴/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۲۳/۴/۱۴۳۹ھ

استاد اور شاگرد کا آیتِ سجدہ کا تکرار

اگر استاد طالبِ علم کو سجدہ کی آیت پڑھائے اور طالبِ علم پڑھے اور استاد بھی سنے تو استاد اور طالبِ علم پر کتنے سجدے واجب ہوں گے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

دونوں پر ایک ایک سجدۂ تلاوت ہی واجب ہوگا، نیز نابالغ بچے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں، اور بچے سے سننے پر سجدہ واجب ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ بچہ ممیز یعنی سمجھدار ہو تو سامع پر سجدہ واجب ہوتا ہے اور اس سے چھوٹے بچے سے سننے پر واجب نہیں۔(احسن الفتاویٰ: ج۴، ص۶۲)

---

(۱) لما في «رد المحتار على الدر المختار»: ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسا. (قوله وأن يقرأ منكوسا) بأن يقرأ الثانية سورة أعلى مما قرأ في الأولى لأن ترتيب السور في القراءة من واجبات التلاوة؛ وإنما جوز للصغار تسهيلا لضرورة التعليم. (كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۲/ ۳۳۰، ط: مكتبة رشيدية)، وفي «الإتقان في علوم القرآن»: «قال وأما قراءة السورة من آخرها إلى أولها فمتفق على منعه لأنه يذهب بعض نوع الإعجاز ويزيل حكمة الترتيب. قلت: وفيه أثر أخرج الطبراني بسند جيد عن ابن مسعود أنه سئل عن رجل يقرأ القرآن منكوسا، قال: «ذاك منكوس القلب». (النوع الخامس والثلاثون في آداب تلاوته وتاليفه: ۱/ ۱۵۵، ط: دار الفكر)، ولما في «مناهل العرفان»: انعقد إجماع الأمة على أن ترتيب آيات القرآن الكريم على هذا النمط الذي نراه اليوم بالمصاحف كان بتوقيف من النبي صلى الله عليه وسلم عن الله تعالى، وأنه لا مجال للرأي والاجتهاد فيه. بل كان جبريل ينزل بالآيات على الرسول صلى الله عليه وسلم ويرشده إلى موضع كل آية من سورتها. ثم يقرؤها النبي صلى الله عليه وسلم على أصحابه ويأمر كتاب الوحي بكتابتها معينا لهم السورة التي تكون فيها الآية وموضع الآية من هذه السورة. (البحث التاسع في ترتيب آيات القرآن وسوره، ترتيب آيات القرآن: ۱/ ٤٤=٤٥، دار الفكر).

اور اگر قرآن خوانی گھر یا دوکان وغیرہ کی برکت کے لیے ہو اور اس شخص نے قاری صاحب کو یہ کہہ کر رقم دی تھی کہ طلبہ پر خرچ کریں، تو اس صورت میں قاری صاحب بمنزلۂ وکیل کے ہے اور وکیل امین ہوتا ہے، اس لیے ان کے پیسوں کو اپنے ذاتی تصرف میں لانا جائز نہیں، بلکہ دینے والے کی منشاء کے مطابق طلبہ پر خرچ کرنا ضروری ہے (۱)۔

تنبیہ:

یہ نفسِ مسئلہ کا جواب ہے، ورنہ اجتماعی قرآن خوانی سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ عوام فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے اور ناجائز کام میں پڑ جاتے ہیں۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
سمیع اللہ	عبد الباری غفرلہ	کتبہ: العبد بلال عفی عنہ
۱۱/۷/۱۴۴۰ھ	۱۱/۷/۱۴۴۰ھ	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
		بالجامعۃ الفاروقیہ، کراتشی
		۵/۷/۴۰ھ = ۱۳/۳/۱۹ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۵۵/۲۱۴)

درس گاہ میں طلبہ سے قرآن خوانی کرانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر کوئی شخص قرآن خوانی کا کہے اور استاد طلباء کرام کو، دو دو پارے پڑھنے کا کہے تو یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ طلباء صحیح نہیں پڑھتے، دو دو پارے دینا جبراً حکم میں تو نہیں آئے گا؟ مکمل وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مروجہ قرآن خوانی کے طریقہ کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ قرآن خوانی کا مطلب قرآنِ پاک پڑھانا ہے، لہٰذا سبق کے اوقات میں جس قدر تلاوت روز ہو جاتی ہے، اس میں ایصالِ ثواب کی نیت کر لینا کافی ہے۔ سبق کے اوقات میں طلبہ کو سبق کے علاوہ کسی ایسے غیر متعلقہ تلاوت یا کام میں لگانا درست نہیں، جس سے ان کی تعلیم میں حرج ہو۔

(۱) لما في «رد المحتار» (٦/ ٥٦): فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال؛ فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر! ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة إلى جمع الدنيا...إلخ...

افتتاح کے موقع پر، گھر میں خیر وبرکت کے لیے، دنیاوی مصالح ومقاصد، مریض کے علاج ومعالجہ کے لیے، یا گھریلو پریشانی کے لیے) قاری صاحب کو وہ شخص رقم دے دیں کہ ختم القرآن کے بعد طلباء میں تقسیم کرنا، لیکن ختم القرآن کے بعد قاری صاحب بالغ، نابالغ طلباء سے وہ رقم اپنے حق میں معاف کروادیں۔ ان طلباء کو کچھ نہ دیں، اس مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں۔ طلباء کو قرآن خوانی کے لیے مقررہ ومطلوبہ جگہ لے جایا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

مریض کے علاج معالجے کے لیے یا دنیوی مقاصد کے لیے قرآن پاک پڑھنے پر اجرت لینا جائز ہے۔ اگر قاری صاحب نے بچوں سے رقم کا ذکر کر کے ان کو قرآنِ کریم پڑھنے کا کہا ہو تو ان کو رقم دینا لازم ہے، اور نابالغ بچوں کے معاف کرنے سے بھی ان کا حق معاف نہیں ہوتا۔ اور بالغ طلبہ بھی عام طور پر دل سے معاف نہیں کرتے، اس لیے ان کا حصہ ان کو دینا لازم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ دار العلوم کراچی
۲/۸/۱۴۴۰ھ=۸/۴/۲۰۱۹ء

سید حسین احمد
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۲/شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ
۸/اپریل ۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۲۰۶۸/۱۰)

قاری صاحب کا قرآن خوانی کی رقم اپنے لیے رکھ لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک شخص قاری صاحب سے قرآن خوانی کا کہے اور استاد کو وہ شخص طلباء کرام کے کھانے کے لیے رقم دے دیں۔ قاری صاحب طلباء کرام سے ختم کروا کر کھانا کھلانے کی بجائے وہ رقم اپنے لیے رکھ لے، شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن خوانی اگر کسی کے ایصالِ ثواب کے لیے کی جائے، تو اس پر پیسے لینا جائز نہیں، اس لیے جو رقم وصول کی ہے اسے مالک کی طرف لوٹانا ضروری ہے۔

مکتب کے طلبہ سے تیجے، ساتویں، گیارہویں اور چالیسویں کے لیے قرآن خوانی کرانا اور کھانا کھلانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں ایک شخص اپنے والد، والدہ، دادی، دادا کے لیے تیجے (تیسرے دن)، ساتویں، گیارہویں اور چالیسویں کے لیے استاد اور طلباء کرام سے قرآن خوانی کروائیں، اساتذہ اور طلباء کرام کو کھانا کھلائیں، تو ایسی صورت میں شرعاً استاد کا اپنے طلباء سے تیجہ، ساتویں وغیرہ کے لیے قرآن خوانی کروانا اور اس کا کھانا کھانا کیسا ہے؟

الجواب: بسم اللہ حامداً ومصلیاً

کسی کی وفات پر تیجے، ساتواں، گیارواں، چالیسواں کرنا بدعت ہے، اور بدعت کے موقع پر استاد کا اپنے طلباء سے قرآن خوانی کروانا اور کھانا کھانا جائز نہیں، کیونکہ ایسا کرنے میں بدعت کی ترویج (بدعت کا رواج دینا) ہے۔

لما في «حاشية ابن عابدين» (٢/ ٢٤٠):

وفي «البزازية»: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره.

"فتاویٰ محمودیہ" (۳/۸۹) میں ہے:

"کچھ مسلمان ماہانہ یا ہفتہ وار ایک مقام پر یا مختلف مقامات پر قرآن شریف پڑھ کر اپنے احباب اور اعزہ اور تمام اہل اسلام کی روح کو ثواب بخشتے ہیں اور صاحبِ خانہ اخلاقاً چائے وغیرہ پیش کرتے ہیں، تو اس صورت میں سب کو مل کر قرآن پڑھانا اور چائے وغیرہ کا استعمال کرنا کیسا ہے، جبکہ یہ پروگرام گاہ بگاہ ترک کر دیا جاتا ہے؟

الجواب: ۱۔ناجائز ہے۔

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۵/۱۹ھ

الجواب صحیح
آفتاب احمد
۳۹/۵/۱۹ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
ثواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر ۶۱۸۹۸/۵۷)

قاری صاحب کا قرآن خوانی کا ذمہ لے کر بھول جانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر ایک شخص قاری صاحب سے قرآن خوانی کا کہے (استاد کہے کہ ٹھیک ہے) اور استاد بھول جائیں، یا قصداً قرآن خوانی نہ کروائیں بوجہ پڑھانے میں مشغولیت کی وجہ سے، کیا قاری صاحب ایسا کرنے سے گناہگار ہوگا کہ نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ وعدہ کرنے کے بعد جان بوجھ کر اس کے خلاف کرنا گناہ ہے، صورتِ مسئولہ میں اگر قاری صاحب نے وعدہ کر لیا تھا تو ان کا وعدہ خلافی کرنا ہی غلط ہے، البتہ اگر وعدہ کرنے کے بعد بھول گئے تو عند اللہ مؤاخذہ نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی عذر ہو تو پھر وعدہ کرنے والے شخص کو مطلع کر دینا چاہیے، تاہم بہتر صورت اس مسئلہ میں یہ ہے کہ ابتداءً وعدہ نہ کیا جائے، کیونکہ اس طرح کی مروجہ قرآن خوانی اور اس کے لیے طلبہ کو بلانا کئی شرعی مفاسد کی وجہ سے قابلِ ترک ہے[1]۔

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد سلمان عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

کتبہ: محمد رمضان
متخصص فی الافتاء بمعہد الخلیل الاسلامی
۱۴۳۹/۵/۲۹ھ = ۲۰۱۸/۲/۱۶ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۳۸۱)

(۱) لما في سنن أبي داود (٧/ ٧٤، ت: الأرنؤوط): عن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أربع من كن فيه فهو منافق خالص، ومن كانت فيه خلة منهن كان فيه خلة من نفاق حتى يدعها: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر». وفي فقه البيوع (١/ ٨٩): الذي يتخلص من القرآن والسنة أن الوعد إذا كان جازما يجب الوفاء به ديانة، ويأثم الإنسان بالإخلاف فيه، إلا إذا كان لعذر مقبول. أما لزوم الوفاء قضاء فالأصل فيه أن مجرد الوعد لا يحكم به في القضاء؛ لأن المواعيد متنوعة، وليس من مهام القضاء أن يتداخل في كل ما يجري بين الناس من كلام.

عمل شریعت کے مطابق ہو، شریعت سے ہٹ کر اپنی مرضی کے بنائے ہوئے طریقوں پر کرنے سے نہ صرف وہ عمل ضائع ہو جاتا ہے، بلکہ آخرت میں وبال کا ذریعہ بنتا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص مروجہ بدعات تیجہ، چالیسواں، سوئم، وغیرہ سے بچتے ہوئے میت کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے لیے چند امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ جو لوگ قرآنی خوانی میں شریک ہوں ان کا مطمح نظر محض رضائے الٰہی ہو، اہلِ میت کی شرم اور دکھاوے کی وجہ سے مجبور نہ ہوں۔

۲۔ شریک نہ ہونے والوں پر کوئی نکیر نہ کی جائے، بلکہ انفرادی تلاوت کو اجتماعی قرآن خوانی پر ترجیح دی جائے، کہ اس میں اخلاص زیادہ ہے۔

۳۔ قرآنِ کریم کی تلاوت صحیح تلفظ کے ساتھ کی جائے، غلط سلط نہ پڑھا جائے۔ قرآن شریف صحیح نہ پڑھنے والوں کے بارے میں حدیث میں وعید آئی ہے، بہت سے قرآنِ پاک پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآنِ پاک ان پر لعنت کرتا ہے۔

۴۔ قرآن خوانی کسی معاوضہ پر نہ ہو، لہٰذا قرآن خوانی کے بعد جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ ایک اعتبار سے دعوت اور مہمان داری ہے جبکہ دوسرے اعتبار سے اجرت ہے کہ قرآنِ پاک پڑھنے کی وجہ سے کھانا کھلایا جا رہا ہے، اس لیے ایسی دعوت سے بچنے میں ہی عافیت ہے، البتہ فقراء میں کھانا تقسیم کر کے مزید ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔

۵۔ اجتماعی قرآن خوانی کو ضروری اور شریعت کا حصہ نہ سمجھا جائے کہ اس کے بغیر نہ ثواب پہنچے گا، نہ میت کا حق ادا ہو گا۔

صورتِ مسئولہ میں ان قباحتوں سے بچتے ہوئے قرآن خوانی کا اہتمام صحیح اور درست ہے۔

۶۔ جمعرات یا کوئی اور دن اپنی اور عزیز و اقارب کی آسانی کے لیے انتظامی طور پر تو متعین کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کو شریعت کا حصہ سمجھنا اور ضروری سمجھنا ناجائز اور بدعت ہے۔

"فتاویٰ شامی" میں ہے:

والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره.

(كتاب الجنائز: ٢/ ٢٤٠، سعيد)

۲۔اس طرح اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی کے ذریعے ایصالِ ثواب کرنا ثابت نہیں،اس سے بچنا چاہیے انفرادی طور پر مضائقہ نہیں اور اختتام پر چائے وغیرہ کرنا صورۃً معاوضہ ہے اس سے بچنا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وسیم طفیل
دار الافتاء والتحقیق
جامعہ دار التقویٰ چوبرجی پارک،لاہور
۲۲جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
۲۹جنوری ۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر ۶۴۴۸)

الجواب صحیح
محمد شعیب
۲۳/۵/۴۰ھ

الجواب صحیح
محمد رفیق
۲۹/۱/۱۹ء

چالیسویں کی مدت گزرنے کے بعد طلبہ کو قرآن خوانی کے لیے بلانے اور کھانا کھلانے کی مختلف صورتوں کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔اگر ایک شخص کا کوئی رشتہ دار فوت ہو جائے اور تیجے (تیسرے دن)،گیارہویں اور چالیسویں کی مدت گزرنے کے بعد وہ شخص اپنے عزیز واقارب اور محلہ کی مسجد یا مکتب کے طلباء کرام کو جمع کریں ایصالِ ثواب کے لیے، ختمِ قرآن یا قرآن خوانی کے بعد عزیز واقارب اور طلباء کرام کو کھانا کھلائیں،تو ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

۲۔اگر ایک شخص کا کوئی رشتہ دار فوت ہو جائے اور تیجے (تیسرے دن)،گیارہویں اور چالیسویں کی مدت گزرنے کے بعد وہ شخص جمعرات کے دن کو متعین کر کے اپنے عزیز واقارب اور محلہ کی مسجد یا مکتب کے طلباء کرام کو ایصالِ ثواب کی نیت سے ختمِ قرآن کے لیے جمع کریں،عزیز واقارب اور طلباء کرام کو کھانا کھلائیں،تو اس میں اس شخص کا قرآن خوانی کے لیے جمعرات کے دن کو متعین کرنا شرعاً کیسا ہے یعنی جمعرات کے دن کو ضروری سمجھے۔ان دونوں صورتوں کی علیٰحدہ علیٰحدہ حکم ضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ نیک اعمال کر کے میت کو پہنچانے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور یہ میت کا حق ہے کہ اس کے عزیز واقارب ،اولاد واحفاد نیک اعمال کر کے اس کو ثواب پہنچاتے رہا کریں،لیکن کسی عمل کے صحیح ہونے اور اس پر ثواب مرتب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ

ہر طرح تصرف کی صراحتاً یا دلالۃً اجازت ہو تو استاد اس میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے۔

لیکن اگر معطی کی جانب سے استاد کے لیے ہر طرح تصرف کی صراحت نہ ہو تو پھر جیسا کہ معروف ہے کہ کھانا عموماً طلباء، اساتذۂ کرام اور مکتب کے متعلقین کے لیے ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں استاد کے لیے کھانا اپنے گھر لے جانا، اپنے دوستوں کو بھجوانا جائز نہیں ہے۔

اس لئے اجازت نہ ہونے کی صورت میں بقیہ کھانے کو طلبہ میں تقسیم کر دینا یا ان کے لیے آئندہ وقت کے لیے رکھ دینا اس طرح کہ وہ خراب نہ ہو، لازم ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
اطہر علی
متخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد
۱۷/۶/۳۹ھ = ۶/۳/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۴۰۲)

الجواب صحیح
محمد سلمان عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

معلم کا طلبہ سے ایصالِ ثواب کے لیے مکمل قرآن پڑھوانے کی بجائے سورۂ یٰس یا سورۂ اخلاص پڑھوانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک شخص قرآن خوانی کے لیے پورے قرآن پاک پڑھنے کا کہے اور استاد شاگردوں سے سورۂ یٰس یا سورۂ اخلاص پڑھوا کر ثواب بخش دیں، ایسا کرنا جائز ہوگا؟ وضاحت فرمائیں۔

کیونکہ ایک شخص نے مکمل قرآن کا کہا ہوا ہوتا ہے، کیا سورۂ اخلاص یا سورۂ یٰس شریف سے پورے قرآنِ پاک کا ثواب مل جائے گا؟ کیا استاد محترم پورے قرآنِ پاک کی بجائے سورۂ اخلاص یا سورۂ یٰس شریف پڑھوانے کی صورت میں گناہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ مکمل قرآنِ پاک کی تلاوت کر کے میت کو ثواب بخشنا ضروری نہیں، ایصالِ

---

(۱) لما في «الدر المختار» (٦/ ٢٠٠، ط: سعيد): لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. وفي «خلاصة الفتاوى» (٤/ ٤٢٢): «رجل قال: جعلت حجرتي لدهن سراج المسجد ولم يزد على هذا، صارت الحجرة وقفا على المسجد إذا سلمها إلى المتولي وليس للمتولي أن يصرف غلتها إلى غير الدهن.

"فتاویٰ بزازیہ" میں ہے:

ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعياد، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره.

(بزازية على هامش الهندية، كتاب الجنائز: ٤/ ٨١، ماجدية)

فقط واللہ اعلم

کتبہ: محمد مطہر

المتخصص فی الفقہ الاسلامی بجامعۃ العلوم الاسلامیہ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵

۱۴۳۹/۸/۱۱ھ=۲۰۱۸/۴/۲۸ء

(فتویٰ نمبر: ٦٢٢٨)

الجواب صحیح

ابو بکر سعید الرحمٰن

الجواب صحیح

محمد عبد القادر

۱۴۳۹/۸/۱۱ھ

معلم قرآن کا قرآن خوانی کے چاول اپنے یا دوست کے گھر بھجوانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں اگر کوئی شخص طلباء کے لیے قرآن خوانی کے موقع پر یا طالبِ علم کے ختم القرآن کے موقع پر یا طلباء کے اکرام کے لیے کوئی دیگ مسجد میں لائے تو استاد طلباء کو چاول کھلانے کے بعد باقی جو چاول رہ جائے اس چاول کو استاد اپنے گھر یا اپنے کسی دوست کے گھر بھجوا سکتا ہے؟

یا کھانے کے بعد جو چاول بچ جائیں وہ طلباء کے گھر بھجوائے جائیں؟

آیا جس شخص نے دیگ لائی ہے، استاد کو اس شخص سے اجازت لینا ضروری ہے؟

استاد صاحب وہ چاول اپنے دوست کو کھلا سکتا ہے؟ اور چاول قاری صاحب خود بھی کھا سکتا ہے؟ کیا قاری صاحب وہ چاول اپنے دوست کے گھر بھجوا سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

کسی شخص نے مکتب کے طلبۂ کرام کے لیے جو کھانا بھیجا ہو تو اگر معطی کی جانب سے استاد کو

نوٹ: یہ تمام ٹافیاں طلباء کرام میں تقسیم کی جائیں گی، یا دوستوں یا گھر والوں کو بھی کھلا سکتے ہیں؟ اسی طرح قاری صاحب بھی کھا سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اگر بچے کے والدین ٹافیاں صرف بچوں ہی میں تقسیم کرنے کے ارادے سے بھیجتے ہیں، ایسی صورت میں ٹافیاں صرف بچوں ہی میں تقسیم کیے جائیں، قاری صاحب کا لینا اور گھر لے جانا درست نہیں۔

اور اگر بچوں کے والدین ٹافیاں صرف اس ارادے سے بھیجتے ہیں کہ بچوں اور قاری صاحب میں تقسیم کیا جائے، ایسی صورت میں بچوں کا حصہ بچوں میں تقسیم کیا جائے اور قاری صاحب کو اپنے حصے میں اختیار ہے کہ وہ خود کھالیں یا گھر لے جائیں یا دوستوں میں تقسیم کریں۔

اور اگر بچوں کے والدین ٹافیاں اس ارادے سے بھیجتے ہیں کہ بچوں اور دیگر لوگوں میں تقسیم کی جائیں، اس صورت میں بچوں میں تقسیم کرنے کے بعد جو بچ جائے قاری صاحب کے لئے خود کھانا، دوستوں کو کھلانا یا گھر لے جانا سب جائز ہے۔

لہذا بچوں کے والدین سے پوچھا جائے وہ جیسے جواب دیں اس کے مطابق عمل کریں [1]۔

الجواب صحیح
ابو بکر سعید الرحمٰن

الجواب صحیح
محمد داود
۱۴۳۹/۵/۲۸ھ

الجواب صحیح
محمد انعام الحق
۱۴۳۹/۵/۲۹ھ

کتبہ: ظہور اللہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بجامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراتشی
۱۴۳۹/۵/۲۸ھ = ۲۰۱۸/۲/۱۵ء
(فتویٰ نمبر: ۳۵۹۶)

(۱) لما في «الفتاوى الهندية» (۵/ ۳۱۱): وكذلك لو كان هذا الصغير أراد أن يهب ما أتى به من رجل أو يتصدق به عليه فينبغي لذلك الرجل أن لا يقبل هديته ولا صدقته حتى يسأل عنه، فإن قال: إنه مأذون في الهبة والصدقة فالقابض يتحرى ويبني الحكم على ما يقع تحريه عليه، فإن لم يقع تحريه على شيء يبقى ما كان على ما كان قبل التحري ..إلخ.

ثواب کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ میت کے عزیز و اقارب اپنے طور پر قرآنِ پاک کی تلاوت کا اہتمام کریں اور جس سے جتنا ہو سکے اس کا ثواب بخش دے۔

نیز مکمل قرآنِ پاک کی تلاوت کا ثواب اور قرآن کے برابر ثواب والی مخصوص سورتوں کا اجر و ثواب برابر نہیں ہو سکتا، کیونکہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے کی صورت میں ہر ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جن سورتوں کے فضائل وارد ہیں ان کا اضافی ثواب بھی شامل ہوتا ہے، لہذا دونوں میں برابری کیسے ہو سکتی ہے۔

باقی فضائل والی مخصوص سورتوں کو پڑھ کر یہ کہنا کہ پورا قرآنِ پاک پڑھ لیا ہے یہ سراسر غلط بیانی اور دھوکہ دہی ہے، لہذا دوسروں سے قرآن خوانی کی بجائے خود اہلِ میت سے جو تلاوتِ قرآنِ پاک، ذکر و اذکار اور درود شریف، استغفار وغیرہ اعمالِ صالحہ ہو سکے، اس کا ایصالِ ثواب کر دیا جائے، یہ بہتر ہوگا[1]۔

فقط واللہ اعلم
کتبہ
محمد حسن
المتخصص فی الفقہ الاسلامی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی
۸/۷/۱۴۳۹ھ=۲۶/۳/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۳۵۹۴)

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف
۸/۷/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح
ابو بکر سعید الرحمٰن

قاعدہ ختم ہونے پر تقسیم ہونے والی شیرینی گھر لے جانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک بچہ جس کا قاعدہ ختم ہو جائے تو وہ اپنی خوشی سے ٹافیاں لاتا ہے اور قاری صاحب وہ ٹافیاں بچوں میں تقسیم کرتا ہے اور دوستوں میں تقسیم کر کے باقی قاری صاحب اپنے ساتھ گھر لے جاتا ہے، آیا وہ ٹافیاں جو بچ گئیں دوستوں کو دینا اور گھر والوں کو کھلانا کیسا ہے؟ مکمل وضاحت فرمائیں۔

---

(۱) لما في «رد المحتار» (۲/ ۲۴۳): «ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي، وآمن الرسول، وسورة يس وتبارك الملك...، ثم يقول: اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان... في الخبر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابه إليهم عند أهل السنة والجماعة.

نواں باب: تراویح سے متعلق مسائل

تراویح پر قاری وسامع کے مروجہ لین دین کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

جس جگہ تراویح میں قرآنِ پاک سنانے والے حافظِ قرآن (قاری) کو یا سننے والے (سامع) کو کپڑے، مٹھائی یا نقدی (رقم) دینے کا رواج ہو، مذکورہ چیزوں کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز آیا ان مذکورہ چیزوں کے ناجائز ہونے کی صورت میں واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

تراویح میں قرآنِ پاک سننے یا سنانے پر نقدی وغیرہ کے لینے دینے کی مروجہ رسم جائز نہیں۔

اور ایسی وصول شدہ چیزیں مالک کو واپس لوٹانا ضروری ہیں، اور جہاں مالک معلوم نہ ہو وہاں فقراء پر تصدق کرنا ضروری ہے۔

اور اگر خود فقیر ہو تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے، لیکن لینے دینے کے اس عمل پر توبہ واستغفار کے ساتھ آئندہ کے لیے نہ کرنے کا عزم بھی ضروری ہے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۲۳/۸/۳۹ھ	۲۳/۸/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید
		۲۳ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۳۲۸۲)

نابالغ اور بے ریش بالغ کی تراویح میں قرآن سنانے یا سننے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔ ایسا طالبِ علم جو نابالغ ہو، تراویح میں قرآنِ پاک سنا سکتا ہے یا سن سکتا ہے؟

۲۔ ایسا طالبِ علم جو بالغ ہو، لیکن بے ریش ہو تو تراویح میں قرآنِ پاک سنا سکتا ہے یا صرف سن سکتا ہے؟

دونوں کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

معلم کا ختمِ قرآن کے موقع پر طلبہ کے والدین کی اجازت کے بغیر اپنے دوستوں کو دعوتِ طعام کے لیے بلانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب کے پاس کسی شاگرد کا ختم القرآن کے موقع پر دعوتِ طعام ہو تو قاری صاحب کا شاگرد کے والدین کی اجازت کے بغیر اپنے دوستوں کو طعام کے لیے بلانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ کی رو سے بغیر بلائے کسی کی دعوت میں شریک ہونا ناجائز ہے، ہاں اگر دعوت دینے والے کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہو، تو ایسی دعوت میں شریک ہونے کی گنجائش ہے۔

چنانچہ صورتِ مسئولہ میں اگر قاری صاحب ختمِ قرآن کے موقع پر شاگرد کے والدین کی اجازت کے بغیر دعوت طعام میں اپنے دوستوں کو بلائے، تو اگر دعوت کرنے والے کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہو، تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اگر ان کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہ ہو تو پھر قاری صاحب کے لیے اپنے دوستوں کو دعوت کے لیے بلانا جائز نہ ہوگا[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کاتب: کاشف خان عثمانی
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ والافتاء
۲۰۱۸/۱۰/۲۳ء	۱۴۴۰/۲/۱۳ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۴۶/۲۹۷/۳۲۸)

(۱) لما في «سنن أبي داود» ت الأرنؤوط (٥/ ٥٦٩): عن نافع، قال: قال عبد الله بن عمر: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من دعي فلم يجب فقد عصى الله ورسوله، ومن دخل على غير دعوة دخل سارقا وخرج مغيرا". وفي «الهداية في شرح بداية المبتدي» (٤/ ٢٨٧): ثم الإذن كما يثبت بالصريح يثبت بالدلالة.

"فتاویٰ شامی" میں ہے:

فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال؛ فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر، ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة إلى جمع الدنيا. (رد المحتار: ٦/ ٥٦، سعيد)

"تنقیح الفتاوی الحامدیہ" میں ہے:

وقال في الهداية: الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليها عندنا؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: «اقرؤوا القرآن ولا تأكلوا به» إلخ فالاستئجار على الطاعات مطلقا لا يصح عند أئمتنا الثلاثة.... ولا شك أن التلاوة المجردة عن التعليم من أعظم الطاعات التي يطلب بها الثواب، فلا يصح الاستئجار عليها؛ لأن الاستئجار بيع المنافع وليس للتالي منفعة سوى الثواب ولا يصح بيع الثواب. (٢/ ١٣٨).

"فتاویٰ شامی" میں ہے:

أما إذا كان بلا شرط لكن يعلم يقينا أنه إنما يهدي ليعينه عند السلطان فمشايخنا على أنه لا بأس به. (رد المحتار: ٥/ ٣٦٢، سعيد)

وفيه أيضا:

والاستئجار على التلاوة وإن صار متعارفا فالعرف لا يجيزه؛ لأنه مخالف للنص...والعرف إذا خالف النص يرد بالاتفاق فاحفظ ذلك. (رد المحتار: ٦/ ٦٩١، سعيد)

"کفایت المفتی" میں ہے:

حفاظ کے لیے اجرت ومعاوضہ . ئز ہے یا نہیں---الخ

جواب: قرآن پاک اور علومِ دینیہ کی اجرت متاخرین حنفیہ رحمہم اللہ کے فتویٰ کے بموجب جائز ہے، حنفیہ کا اصل مسلک عدمِ جواز کا تھا، جواز کا فتویٰ

قرآن تراویح میں

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۔ اگر بلوغت کی خاص علامات ظاہر نہ ہوں تو ۱۵ سال سے کم عمر کا حافظِ قرآنِ پاک خود نہیں سنا سکتا۔ البتہ دوسرے کا سن سکتا ہے۔

۲۔ سنا سکتا ہے اور دوسرے کا بھی سن سکتا ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دارالافتاء جامعۃ الرشید
۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۵۷/۱۹۷/۶۳)

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۳۹/۸/۹ھ

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۸/۹ھ

تراویح کے موقع پر بخوشی دیے جانے والے کپڑے اور رقم لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک حافظ صاحب یا قاری صاحب کو مسجد، فیکٹری، گھر یا شادی ہال میں تراویح کے لیے لے جاتے ہیں، ختم القرآن کے موقع پر ان کو رقم اور کپڑے خوشی سے دیے جاتے ہیں، پہلے سے طے نہیں کیے جاتے ہیں؟

اس طرح اپنی خوشی سے یا طے کر کے دینا کیسا ہے؟

ان دونوں صورتوں میں ایسا کرنا کیسا ہے؟ سننے اور سنانے والے دونوں کا حکم بیان کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں تراویح کی نماز میں قرآنِ پاک سنا کر اجرت لینا اور لوگوں کا اجرت دینا جائز نہیں ہے، لینے اور دینے والے دونوں ثواب سے محروم اور گناہگار ہوتے ہیں۔ نیز اگر پہلے سے باقاعدہ اجرت طے نہ کی جائے، لیکن دستور کے موافق تراویح پر کچھ لینے دینے کا رواج ہو تو "المعروف کالمشروط" کے تحت یہ صورت بھی طے کرنے کے حکم میں ہو کر ناجائز ہوگی، اگر بغیر اجرت کے سنانے والا کوئی نہ ملے تو "الم ترکیف" سے تراویح پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

ہاں! اگر بلا تعیین کچھ دے دیا جائے، بشرطیکہ وہاں نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت بھی نہ ہو، اس صورت میں اگر کوئی شخص اپنے طور پر کچھ دے دے تو اس کا لینا جائز ہوگا۔ پھر بھی اس موقع پر دینا لینا کسی طرح مناسب نہیں، مت لیں۔

کمیٹی والوں کا حافظ صاحب سے تراویح کی اجرت طے کرنا

[illegible] مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

[illegible] میں رمضان میں مسجد کمیٹی کے حضرات قاری صاحب سے حافظ [illegible] لیکن کمیٹی والے حافظ صاحب کے ساتھ طے کرتے ہیں کہ آپ کو [illegible] اتنا معاوضہ یا انعام دیں گے، آیا ایسا کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی [illegible]

الجواب باسمہ الرحمٰن

[illegible] مسئولہ میں تراویح کے لیے حافظ فراہم کرکے ختم قرآنِ پاک کے موقع پر [illegible] درست نہیں ہے۔

[illegible] فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

"اصل یہ ہے کہ عبادت پر اجرت لینا حرام ہے۔ مگر فقہائے متأخرین نے بذریعہ اجتہاد بعض مصالحِ شرعیہ معلوم کرکے امامت اور تعلیمِ قرآن شریف پر اجارہ کی اجازت دے دی۔ اور یہ مصالحِ شرعیہ رمضان شریف میں قرآن سنانے میں موجود نہیں، لہٰذا اس کی اجرت ناجائز ہے"۔ (۶۹/۱۷، ط: فاروقیہ)

فقط واللہ اعلم

کتبہ: عبدالمجید

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

۱۵/۴/۱۴۳۹ھ = ۲۴/۱۲/۲۰۱۷ء

(فتویٰ نمبر: ۲۳۶۴)

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف
۱۴۳۹/۴/۵ھ

الجواب صحیح
ابوبکر سعید الرحمٰن

انہوں نے ضرورت کی بنیاد پر دیا ہے۔۔۔ مگر صرف تلاوتِ قرآنِ پاک (بغرض ایصالِ ثواب) کی اجرت کو اصل مسلک کے موافق ناجائز ہی رکھا گیا، کیونکہ اگر عدمِ جواز اجرت کی وجہ سے تلاوتِ قرآن بغرض ایصالِ ثواب متروک ہو جائے تو کسی ضرورتِ دینیہ میں کمی نہیں آتی۔

اس لیے قرآنِ پاک تراویح میں سنانے کی اجرت بھی ناجائز قرار دی گئی کہ اس کے ترک سے کسی ضرورتِ دینیہ میں کمی نہیں آتی۔ سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھ کر سنت قیامِ رمضان ادا کرسکتے ہیں۔ بلا تعیین دے دیا جائے اور نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج اور حدِ جواز میں داخل ہو سکتی ہے۔ (۲/۴۱، ط: دار الاشاعت)

"فتاویٰ محمودیہ" میں ہے:

جواب: تراویح میں قرآنِ پاک کی اجرت لینا جائز نہیں، اگر پہلے سے باقاعدہ اجرت طے نہ کی جائے لیکن دستور کے موافق امام کے ذہن میں بھی ہے کہ مجھے ملے گا اور نمازیوں کے ذہن میں بھی ہے کہ امام کو دیا جائے گا تو "المعروف کالمشروط" کے تحت یہ صورت بھی طے کرنے کے حکم میں ہو کر ناجائز ہے۔

وفيه أيضا:

جواب: محض تراویح میں قرآن شریف سنانے پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں، لینے والے اور دینے والے دونوں گنہگار ہوں گے اور ثواب سے محروم رہیں گے۔ اگر بلا اجرت سنانے والا نہ ملے تو "الم ترکیف" سے تراویح پڑھیں۔

(۶۶/۱۷، ۷۴، ط: ادارہ الفاروق، کراچی) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد شفیق عارف	ابو بکر سعید الرحمٰن	بشارت دین
۱۴۳۹/۵/۲۸ھ		متخصص فی الفقہ الاسلامی
		جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی
		۱۴۳۹/۵/۲۸ھ = ۲۰۱۸/۲/۱ء
		(فتویٰ نمبر: ۳۵۹۵)

چھوڑ دے تو بھی پوری فیس لی جائے گی تو ایسی صورت میں اگر بچہ داخل ہونے کے چند دن بعد نہ آئے تو پھر حسبِ ضابطہ پورے مہینے کی فیس اپنے پاس رکھنا درست ہے۔

(۲) اگر قاری صاحب نے یہ ضابطہ نہ رکھا ہو یا بچوں کو پڑھانے کا کوئی خاص وقت مقرر نہ کیا ہو تو جتنے دن قاری صاحب بچے کو پڑھائیں اتنے دن کی فیس وصول کریں اس سے زیادہ وصول کرنا درست نہیں (۱)۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	محمد نبیل عفا اللہ عنہ
بندہ محمد یونس عفی عنہ	بندہ مفیض الرحمن چاٹگامی عفی عنہ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۸/۰۸/۱۴۳۹ھ-۰۵/۰۵/۲۰۱۸ء	۱۸/۰۸/۱۴۳۹ھ-۰۵/۰۵/۲۰۱۸ء	۱۸/۰۸/۱۴۳۹ھ-۰۵/۰۵/۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر:۱۱۸/۳۷)

"اقرأ" طرز کے مکاتب میں جون جولائی کی فیس کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

"اقرأ" اسکول اور اس طرح کے دیگر اسکول جن میں اسکول اور قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے، اس طرح کے اسکولوں میں جون، جولائی کی چھٹیاں دی جاتی ہیں، جس کی طلبۂ کرام فیس بھی جمع کرتے ہیں اور اس فیس سے اساتذہ کی تنخواہ ادا کی جاتی ہے، حالانکہ چھٹیوں میں نہ طلبہ پڑھتے ہیں اور نہ ہی اساتذہ کرام پڑھاتے ہیں، یہ فیس جمع کرنا اور اس سے تنخواہ دینا کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

کسی بھی دینی ادارے کے ماتحت کام کرنے والے اساتذہ چونکہ اجیر خاص ہیں، یعنی انہوں نے اپنا وقت اسی کام کے لیے فارغ کر کے ادارے کے حوالے کیا ہے، ادارے اور اساتذہ کے درمیان اس معاہدہ کا سالانہ ہونا ہی معروف ہے، لہٰذا جب تک اس کے خلاف تصریح نہ ہو، اساتذہ پورے سال کی تنخواہ کے مستحق ہوں گے۔ باقی ان ایام (جون، جولائی) میں تعطیل چونکہ طلبہ ہی کی ضرورت اور سہولت کے پیشِ نظر دی جاتی ہے، لہٰذا ادارہ ان ایام کی فیس لے کر اس

---

(۱) لما في «درر الحكام في شرح مجلة الأحكام» (۱/ ٤٥٧): «الأجير المشترك لا يستحق الأجرة إلا بالعمل. أي: لا يستحق الأجرة إلا بعمل ما استوجر لعمله؛ لأن الإجارة عقد معاوضة فتقتضي المساواة بينهما فما لم يسلم المعقود عليه للمستاجر لا يسلم له العوض والمعقود عليه هو العمل، أوأثره على ما بينا؛ فلا بد من العمل. وفي «الهندية» (٤/ ٤٤٨): ومشايخ بلخ جوزوا الاستجار على تعليم القرآن إذا ضرب لذلك مدة وأفتوا بوجوب المسمى وعند عدم الاستجار أصلا أو عند الاستجار بدون المدة أفتوا بوجوب أجر المثل.

دسواں باب: فیس اور ہدیہ سے متعلق مسائل

درمیانِ سال میں مدرسہ چھوڑنے پر طلبہ سے ایڈوانس وصول کردہ فیس واپس کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

جب کوئی طالب علم مکتب میں داخلہ لے تو قاری صاحب اس طالب علم سے داخلہ فیس اور ایڈوانس فیس دونوں وصول کرے، اور طالب علم مہینے کے درمیان مکتب چھوڑ دے تو اس صورت میں آدھے مہینے کی فیس قاری صاحب کا طالب علم کو واپس کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟

(۱) اگر قاری صاحب وہ بقیہ فیس نہ دیں تو قاری صاحب پر کوئی گناہ لازم ہوگا؟

(۲) اگر قاری صاحب داخلہ کے موقع پر وضاحت کردیں کہ آپ مہینہ مکمل ہونے سے پہلے چھوڑ جائیں تو فیس ناقابلِ واپسی ہوگی۔

(۳) اگر قاری صاحب وضاحت نہ کریں اور وہ فیس رکھ لیں تو یہ فیس حلال ہوگی یا حرام؟ قاری صاحب گناہگار تو نہیں ہوں گے؟ اس مسئلہ میں اجیر خاص اور اجیر عام۔

(۱) مکتب میں اگر ضابطہ موجود ہو۔

(۲) مکتب میں اگر ضابطہ موجود نہ ہو۔

(۳) اگر ذاتی کلاس ہو ان تینوں صورتوں کے حکم کی علیٰحدہ علیٰحدہ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

۱۔ مسئولہ صورت میں اگر مکتب میں یہ ضابطہ ہو کہ طالب علم داخلہ لینے کے بعد چند دن آئے اور پھر مکتب چھوڑ دے تو پھر فیس واپس نہیں کی جائے گی تو اس صورت میں فیس رکھ لینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر مکتب میں یہ ضابطہ نہیں تو پھر فیس واپس کرنی چاہیے۔

۲۔ ذاتی کلاس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ اگر قاری صاحب کسی متعین وقت میں بچوں کو پڑھا رہے ہیں اور اس صورت میں یہ ضابطہ طے کیا ہو کہ اس کلاس کی ماہانہ فیس اتنی لوں گا اور اگر کوئی بچہ مہینے کے درمیان میں

فیس میں تاخیر پر طلبہ سے مالی جرمانہ کی وصولی

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کی کلاس میں بعض طلبۂ کرام فیس کئی ماہ تک لیٹ کر کے دیتے ہیں اور بروقت نہیں دیتے، اسکول میں جرمانہ لیا جاتا ہے، کیا مکتب میں اس طرح کا قانون بنا سکتے ہیں تاکہ طلبۂ کرام فیس جمع کرنے میں وقت کی پابندی کریں؟ اگر قاری صاحب نے طلبۂ کرام سے جرمانہ لے لیا تو واپس کرنا ضروری ہوگا یا قاری صاحب اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں؟

الجواب باسم ملهم الصواب

مالی جرمانہ تو جائز نہیں، اس کا واپس لوٹانا ضروری ہے، البتہ اگر مدرسہ کا ضابطہ یہ بنالیا جائے کہ فیس میں ایک مخصوص مدت کی حد اور مقدار سے زیادہ تاخیر کی صورت میں مدرسہ طالبِ علم کا داخلہ منسوخ کرسکے گا اور اس کے بعد نیا داخلہ نئی فیس کی بنیاد پر ہوگا پھر خواہ نئی اضافی فیس کے ساتھ داخلہ مستقل ہو یا چند مہینوں کے لیے، دونوں جائز ہوں گے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	ثواب الدین
۹/۸/۳۹ھ	۹/۸/۳۹ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید
		۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/ ۶۳۱۸۴)

معلم کا نئے داخل ہونے والے طلبہ کا نام اندراج کیے بغیر ان کی فیس خود رکھ لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جو ادارے کے ماتحت ہو اور ان کے پاس نئے بچے داخل ہوتے ہیں، قاری صاحب نئے داخلے والے بچوں کے نام رجسٹر میں درج نہیں کرتے اور ان کی فیس خود وصول کرتے ہیں، ادارے کو نئے بچوں کی فیس نہیں دی جاتی، جس کا ادارے کو علم نہیں ہوتا، تو نئے بچوں کا نام رجسٹر میں درج نہ کرنے اور ان کی فیس قاری صاحب کا خود رکھنے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

سے اساتذہ کی تنخواہیں ادا کر سکتا ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دینی تعلیم پر اجرت یا فیس لینے کے بارے میں اصل مذہب امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ یہ جائز نہیں، البتہ متاخرین فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے پیش نظر اس کی اجازت دی ہے، لہذا دینی تعلیم بالخصوص قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت یا فیس کی مقدار کی تعیین صرف ضرورت کی حد تک ہی ہونی چاہیے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۱۹۶۲/۵۷)

الجواب صحیح
آفتاب احمد
۳۹/۵/۲۰ھ

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۵/۲۰ھ

طلبہ سے سند وصولی کی فیس لینے کی مختلف صورتوں کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔ ایک قاری صاحب طلبۂ کرام کے لیے سند بنوائے تو ان سے اسناد کی رقم لینا (جو رقم سند پر لگی ہو) کیسا ہے؟

۲۔ ایک قاری صاحب کو مخیر حضرات سند کی رقم دیں جس سے سند بنوائے تو قاری صاحب سند کی رقم طلبہ سے وصول کر سکتا ہے؟

ایک قاری صاحب طلبۂ کرام کے لیے سند بنوائے تو ان سے سند کی رقم منافع کے ساتھ لینا کیسا ہے؟ تینوں صورتوں کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۔ جائز ہے۔

۲۔ جائز نہیں، جبکہ رقم طلبہ کے لیے دی گئی ہو۔

۳۔ اپنی رقم سے یا اپنے لیے اسناد چھپوا کر اضافی رقم لینا درست ہے، لیکن طلبہ کے لیے اسناد خرید کر یا ان کی رقم سے خرید کر ان سے زائد رقم لینا درست نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید
۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر ۶۳۱۹۶/۵۷)

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۳۹/۸/۹ھ

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۸/۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر درست ہے تو سالانہ جلسہ کے لیے طلبہ سے جو رقم وصول کی جاتی ہے وہ اگر جبراً وصول کی جاتی ہے یعنی حفظ مکمل کرنے والے طلبہ کے ذمہ سالانہ جلسہ کے لیے لازمی طور پر رقم جمع کرانا ضروری ہوتا ہے تو اس طریقے سے رقم لینا جائز نہیں ہے، پھر جلسہ کے نام پر لی جانے والی رقم سے جو رقم بچ جائے، استاد کے لیے اسے اپنے ذاتی استعمال میں لانا مزید گناہ ہے، لہٰذا ان دونوں کاموں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

ہاں! مدرسہ کی انتظامیہ / کمیٹی تعلیم دینے کے عوض اگر طلبہ سے ماہانہ یا سالانہ فیس وصول کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، پھر اس فیس کے ذریعہ سالانہ جلسہ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، لیکن اس صورت میں داخلہ کے وقت ہی یہ فیس طے کرنا اور طالبِ علم یا اس کے سرپرست کو اس کی وضاحت کر دینا ضروری ہے (۱)۔

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف عفا اللہ عنہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۱۹/ ربیع الاول/ ۱۴۳۸ھ
۱۹/ دسمبر/ ۲۰۱۶ء

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
محمد یعقوب عفا اللہ عنہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۱۹/ ربیع الاول/ ۱۴۳۹ھ
۱۹/ دسمبر/ ۲۰۱۶ء
(فتویٰ نمبر: ۱۸۵۰/ ۲۷)

معلم کا امتحانی خرچہ جات کے لیے طلبہ سے امتحانی فیس لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کی کلاس میں سال میں تین امتحان (سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ) کا اہتمام ہوتا ہے طلباء کرام سے مناسب امتحانی فیس وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امتحان

(۱) لما في «السنن الكبرى» للبيهقي (٦/ ١٦٦، رقم: ١١٥٤٥، ط: دار الكتب العلمية): «عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه». و في «الدر المختار» (٨/ ٥٦٨، دار المعرفة) وشرائط صحتها في الواهب، العقل والبلوغ والملك فلا تصح هبة صغير. وفي «الدر المختار و حاشية ابن عابدين» (٩/ ٦٩٧، دار المعرفة): معلم طلب من الصبيان أثمان الحصر فجمعها فشرى ببعضها وأخذ بعضها: له ذلك؛ لأنه تمليك له من الآباء . قوله: (من الآباء) والدليل عليهم أنهم لا يتأملون منه أن يرد الزائد على ما يشتري به مع علمهم به مع علمهم غالبا بأن ما يأخذه يزيد، والحاصل أن العادة محكمة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱)۔۔۔ صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب جو ادارے کے ماتحت ہیں، کا نئے بچوں کا رجسٹر میں اندراج کیے بغیر ان سے فیس وصول کرنا اور ادارہ کو دینے کی بجائے از خود رکھ لینا شرعاً ناجائز ہے، اس عمل سے قاری صاحب کو اجتناب کرنا لازم ہے، نیز آئندہ اور اب تک جتنی فیس وصول کی ہیں وہ ادارہ والوں کو دینا لازم ہے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ عبید اللہ عفی عنہ	بندہ محمد یونس بخاری عفی عنہ	بندہ ثناء اللہ وزیر عفی عنہ
۱۱/۳/۱۴۴۰ھ	۱۱/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس
	۲۰/۱۱/۲۰۱۸ء	۱۱/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
		۲۰/۲۲/۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۲۶/۶۹)

سالانہ جلسہ اور دستار بندی کے لیے طلبہ سے تین ہزار روپے لینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

جو طلباء استاد سے حفظ مکمل کرے، استاد حفظ مکمل کرنے والے طلباء سے سالانہ پروگرام کے لیے تین ہزار روپے وصول کرے، یعنی شعبان میں سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے، فی طالبِ علم سے تین ہزار روپے وصول کرنا کیسا ہے؟

بچوں سے جلسہ کے لیے وصول کی گئی رقم سے اگر کچھ رقم بچ جائے تو اس رقم کو استاد اپنے ذاتی استعمال میں لا کر استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ تسلی بخش جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

(۱) لما في «تنوير الأبصار مع الدر المختار» (٦/ ٦٩-٧٠): (الخاص)... (وهو من يعمل لواحد عملا موقتا بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة...إلا إذا شرط أن لا يخدم غيره، ولا يرعى لغيره: فيكون خاصا، تحقيقه في «الدرر والغرر»، وليس للخاص أن يعمل لغيره ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل».

غریب طالبِ علم کی فیس میں کمی کرنا

کیا غریب طالبِ علم سے قاری صاحب ضابطہ سے کم فیس وصول کر سکتا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر معلم (استاد) کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ خود ہی منتظم یا بااختیار ہو، یا کسی ادارے کے ماتحت ہو لیکن فیس کی مد میں کوئی خاص شرائط کے ساتھ (مثلاً عمدہ کارکردگی کے حامل ہونا، یا اچھے امتحانی نتائج کا حامل ہونا) طلبہ سے فیس کی مد میں کمی کا اختیار ہو تو طے شدہ حد تک کمی کر سکتا ہے، ورنہ معلم کو غریب طلبہ کی فیس کم یا معاف کرنے کا اختیار نہیں، البتہ ایسی صورت میں یا تو استاد ایسے طلبہ کی منتظم سے سفارش کروا کر فیس میں باضابطہ کمی، یا اپنی جیب سے اس کی کلی یا جزوی فیس کی ادائیگی بھی کر سکتا ہے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
محمد حسین خلیل خیل	سعید احمد حسن	نواب الدین
۱/۴/۴۰ھ	۱/۴/۴۰ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۲۹/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۴۸۴۷/۵۸)

اسکولوں کی چھٹیوں میں دو وقت پڑھنے کے لیے آنے والوں سے دگنی فیس وصول کرنا

جون جولائی میں اسکول کی چھٹیاں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے طلبۂ کرام دو وقت پڑھنے آتے ہیں، کیا ان طلبۂ کرام سے دو وقت کی فیس وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مکمل وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر دونوں اوقات کی الگ الگ فیس طے شدہ ہو تو ایسی صورت میں اضافی وقت کی پڑھائی کی اضافی فیس لینا جائز ہے اور جہاں طے شدہ فیس کل مجموعی وقت کی ہو، لیکن طالبِ علم کسی عذر سے یا رخصت کی وجہ سے حاضری سے مستثنیٰ تھا تو ایسی صورت میں دوسرے وقت کی اضافی فیس لینا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	نواب الدین
محمد حسین خلیل خیل	سعید احمد حسن	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۱/۴/۴۰ھ	۱/۴/۴۰ھ	(فتویٰ نمبر ۶۴۸۴۵/۵۸)

کے لیے قریب یا دور سے ممتحنین کو بلایا جاتا ہے، ان کے لیے چائے، کھانا اور کچھ رقم وغیرہ دینے کا اہتمام ہوتا ہے، طلباء کرام سے مناسب امتحانی فیس کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟

نوٹ: اگر قاری صاحب کی ذاتی کلاس ہو قاری صاحب کسی کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اس کی اپنی ذاتی درس گاہ ہو جو مسجد یا گھر میں پڑھاتا ہو، قاری صاحب بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

جاننا چاہیے کہ مدارس میں طلبۂ کرام سے ماہانہ یا امتحانی فیس لینا یہ اجارہ کے حکم میں ہے اور اجرۃ علی تعلیم القرآن وغیرہ کی قبیل سے ہے لہذا بچوں سے مناسب امتحانی فیس لے کر امتحانی انتظامات کے لیے استعمال کرنا درست ہے، خواہ ذاتی درس گاہ ہو یا کسی کے ماتحت ہو[1]۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ: سید ضیاء الدین
متخصص جامعہ یاسین القرآن
(فتویٰ نمبر: ۱۳۸۷۲)

الجواب صحیح
سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ یاسین القرآن
۲۰۱۸/۱۲/۴ء

امیر طالبِ علم سے زیادہ فیس طلب کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان مسائل کے بارے میں کہ:

مکتب میں قاری صاحب امیر (مالدار) طالبِ علم کے والدین سے فیس طے کر کے ضابطہ سے زیادہ فیس لے سکتے ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

طے شدہ ضابطہ سے زیادہ مطالبہ کا حق نہیں، لہذا اضافی فیس وصول کرنا جائز نہیں، البتہ اگر والدین از خود رضاکارانہ طور پر دلی خوشی سے فیس میں اضافہ کرنا چاہیں، یا کسی خاص موقع پر زیادہ دینا چاہیں تو لینے میں حرج بھی نہیں۔ (فتویٰ نمبر: ۶۴۸۲۶/۵۸)

---

(۱) لما في «الهداية» (۳/ ۳۰۶، كتاب الإجارات،، ط: إسلامي كتب خانه): «وبعض مشايخنا استحسنوا الاستيجار على تعليم القرآن اليوم؛ لأنه ظهر التواني في الأمور الدينية... وعليه الفتوىٰ».

سختی مفید ہو اور استاد نرمی پر مجبور ہو، وغیرہ وغیرہ۔

اور آپ جو رمضان المبارک کے مہینے میں اخراجات کی زیادتی کے مدنظر ڈبل فیس لینا چاہتے ہیں تو شرعاً تو اس میں کوئی قباحت نہیں، لیکن ڈبل فیس کا عنوان ہمارے معاشرے میں لوگوں کی طبیعت پر بوجھ ہوتا ہے اس لیے اس سے احتراز ہی بہتر ہے۔

اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر سال تجدید داخلہ کیا جائے اس میں ایک ماہ کی فیس داخلہ فیس کے عنوان سے الگ لی جائے اور مہینہ گزرنے پر ماہانہ فیس لے لی جائے اور اس کو رمضان کے اخراجات کے لیے محفوظ کر کے رکھ لیا جائے تاکہ کسی کو کسی قسم کی تشویش نہ ہو اور آپ کے لیے بھی آسانی ہو جائے، یہ تجدید داخلہ آپ جس مہینے میں چاہیں طے کریں[1]۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم
کتبہ: عبد اللہ بن عبد الحمید
دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن، کراچی
(فتویٰ نمبر ۱۳۸۶۹)

الجواب صحیح
سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ یاسین القرآن
۲۰۱۸/۱۲/۳ء

مالدار طلبہ سے زیادہ فیس لے کر خصوصی توجہ دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک مکتب میں طلباء کرام کی فیس ۲۰۰ روپے ہیں اور بعض طلباء کرام بڑے اسکولوں میں پڑھتے ہیں، جن کی فیس بھاری / زیادہ ہوتی ہے، آیا ان طلباء کرام کو خصوصی توجہ کے ساتھ پڑھا کر ان سے خصوصی فیس لینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

ایک ہی درس گاہ کے طلبہ مساوی توجہ کے حق دار ہیں، نیز اس سے غریب طلبہ میں احساس کمتری پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، نیز اس عمل سے غریب طلبہ کی تعلیم متاثر ہونے اور ان کی حق تلفی کا بھی اندیشہ ہے، لہٰذا ایک ہی درس گاہ میں یہ طبقاتی تقسیم کا عمل درست نہیں، متبادل طریقہ یہ ہے کہ ایسے طلبہ کی درس گاہ الگ قائم کر دی جائے، یا اوقات تعلیم الگ کر دیے

---

(۱) لما في «الهندية» (٤/ ٤٤٨، كتاب الإجارة، الباب الخامس عشر): «ومشايخ البلخ جوّزوا الاستئجار على تعليم القرآن إذا ضرب لذلك مدة، وأفتوا الوجوب المسمّى، وعند عدم الاستئجار أصلاً، أو عند الاستئجار بدون المدة اختلفوا بوجوب أجر المثل.

معلم کا رمضان المبارک میں طلبہ سے ڈبل فیس لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب جس کی ذاتی کلاس ہو کسی کے ماتحت نہ ہوں، بلکہ وہ گھر یا مسجد میں پڑھاتا ہو، قاری صاحب بچوں سے فیس لیتا ہو اور بچوں کی فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، رمضان میں اخراجات بڑھ جاتے ہیں، اگر قاری صاحب رمضان میں طلباء کرام سے ڈبل فیس لینا چاہے تو لے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر قاری صاحب نے ضابطہ بنایا ہو کہ رمضان میں ڈبل فیس لانی ہے تو کیا ڈبل فیس لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا طلبۂ کرام کو اختیار دے کر ڈبل فیس وصول کی جائے؟ شرعاً اس مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل تو یہ ہے کہ تعلیم قرآن للہ فی اللہ یعنی بلا معاوضہ ہو، تاکہ تعلیمِ قرآن سے جو مقصود ہے یعنی رضائے الٰہی وہ بطریق اتم حاصل ہو سکے، لیکن فقہاء کرام نے اساتذہ کی بشری ضروریات (جن کا تعلیم قرآن بلا معاوضہ کی صورت میں پورا ہونا مشکل ہے) کے مد نظر اس پر تنخواہ لینے کو جائز قرار دیا ہے، لہٰذا اساتذہ کرام کے لیے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ وہ اس فریضہ کو کسی مدرسہ کی ماتحتی میں سر انجام دیں، تاکہ رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ ضروریات بھی پوری ہو سکیں اور مدرسہ کی ماتحتی میں پڑھانے میں کئی مصلحتیں ہیں، مثلاً سب طالبِ علم بچوں پر برابر نظر ہوگی اور جلد از جلد بچوں کو آگے بڑھانے اور پچھلا یاد رکھوانے کی فکر رہے گی، تاکہ مہتمم اور ناظم صاحب کی نظر میں بھی اپنی کلاس کا معیار بلند رہے اور دوسری کلاسوں پر اپنی کلاس فائز ہو، اور اس میں طلباء کا بھی فائدہ ہے کہ وہ جلدی پکے حافظ بنیں گے، وغیرہ وغیرہ۔

بخلاف اس کے کہ اپنی ذاتی درس گاہ ہو اور طلباء سے خود تنخواہ وصول کی جائے، اس میں مذکورہ مصلحتوں کا حصول تو بہت مشکل ہے بلکہ دیگر مفاسد کا خطرہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جو طالبِ علم تیزی سے آگے بڑھ رہا ہو اس کو بھی سست کر دیا جائے، اس خطرہ کی بنا پر کہ اگر یہ جلدی سے پڑھ کر چلا گیا تو اس کی فیس بند ہو جائے گی اور جس بچے کی فیس وقت پر آئے گی اور جس کی فیس میں تاخیر ہوگی تو استاد کی فیس والے پر توجہ زیادہ ہوگی بنسبت اس کے جس کی فیس میں تاخیر ہوگی، اس طرح جس بچے کے والدین استاد کو فیس کے علاوہ ہدایا وغیرہ دیں گے تو اس بچے کی بہت رعایت رکھنی ہوگی اور ان پر نرمی کرنی ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ بجائے نرمی کے اس کے لیے

مسجد میں اجرت کے ساتھ قرآن پاک کی تعلیم دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے کہ:

مسجد میں قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کی مستقل کلاسیں لگتی ہیں، طلباء کرام سے معقول فیس لی جاتی ہے اور اساتذۂ کرام کو معقول تنخواہ دی جاتی ہے، کیونکہ مکتب کے لیے مسجد کے علاوہ کوئی متبادل جگہ نہیں ہے۔ مسجد میں مستقل اجرت کے ساتھ متبادل جگہ نہ ہونے کی صورت میں پڑھانے کی گنجائش ہوگی؟

کیا مسجد میں مستقل فیس وغیرہ کے لین دین کا معاملہ کاروبار کے زمرے میں تو نہیں آئے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ مکتب کے لیے دوسری جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دینا جائز ہے، اور ضرورت کے وقت اس پر اجرت بھی لے سکتے ہیں، نیت اشاعت دین کی ہو، محض اجرت کا حصول نہ ہو، نیز مسجد کی طہارت ونظافت اور ادب واحترام کا پورا خیال رکھا جائے۔

لما في «البحر الرائق»:

ويجوز الدرس في المسجد وإن كان فيه استعمال اللبود والبواري المسبلة لأجل المسجد، لو علم الصبيان القرآن في المسجد لا يجوز ويأثم، وكذا التأديب فيه، أي: لا يجوز التأديب فيه إذا كان بأجر، وينبغي أن يجوز بغير أجر، وأما الصبيان: فقد قال النبي صلى الله عليه وسلم: «جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم». (كتاب الوقف، فصل في أحكام المساجد: ٥/ ٤١٩، ط: رشيدية)

وفي «الأشباه والنظائر»:

وتكره الصناعة فيه من خياطة وكتابة بأجر وتعليم صبيان بأجر لا بغيره، إلا لحفظ المسجد في رواية. (الفن الثالث:

جائیں۔

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۵/۱۹ھ

الجواب صحیح
آفتاب احمد
۳۹/۵/۱۹ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
ثواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۱۸۹۶)

بلا ضابطہ متعدد اوقاتِ تعلیم کی متعدد فیسیں لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب کے پاس ایک طالبِ علم پڑھنے ایک وقت آتا ہو، اس کی فیس دو سو روپے ہو، وہ طالبِ علم دوسرے وقت بھی پڑھنے آجائے اور قاری صاحب کی طرف سے ضابطہ مقرر نہ ہو تو قاری صاحب اس سے دو وقت کی فیس وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟ ضابطہ کے بغیر جو دوسرے وقت کی فیس وصول کی گئی ہو، وہ واپس کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟

۱۔ جو قاری صاحب کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں ضابطہ موجود نہ ہو۔

۲۔ یا قاری صاحب جو کسی کے ماتحت نہ ہو، بلکہ مسجد یا گھر میں ذاتی کلاس پڑھاتا ہو، فیس ہی قاری صاحب کی تنخواہ ہو، اس کا بھی ضابطہ مقرر نہ ہو۔

نوٹ: ضابطہ کے بغیر فیس لے سکتے ہیں یا ضابطہ کے بعد فیس کی وصولی کی جا سکتی ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

متعدد اوقات میں متعدد فیسوں کا اگر باقاعدہ ضابطہ ہو یا پہلے سے بتا دیا گیا ہو تو صرف ایسی صورت ہی میں متعدد فیسوں کی وصولی جائز ہے، پہلے سے تصریح کے بغیر خلافِ ضابطہ دگنی وصول کی گئی فیس کی واپسی لازم ہے۔

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۳۹/۸/۹ھ

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۳۹/۸/۹ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
ثواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید
۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۳۱۹۵)

(كتاب الكراهية، الفصل: في المسجد والقبلة وغيرهما، ١٨/ ٦٦، فاروقية، كويته)

الجواب صحیح	الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم بالصواب
عطاء الرحمٰن	عبد الباری غفرلہ	کتبہ: محمد زکریا بن گل نواز
۱۴۴۰/۷/۱۶ھ	۱۴۴۰/۷/۱۶ھ	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
		بالجامعۃ الفاروقیہ، کراتشی
		۱۴۴۰/۷/۱۳ھ=۲۰۱۹/۳/۲۱ء
		(فتویٰ نمبر:۱۵۵/۲۰۶)

معلم کا طلبہ سے ادارے کی طرف سے مقرر کردہ فیس سے زیادہ رقم مانگنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں ایک قاری صاحب ایک ادارے کے ماتحت ہو،ادارے کی طرف سے بیس(۲۰)روپے فیس مقرر ہو، معلم قرآن طلباء کرام سے کہے کے ادارے کی فیس بیس(۲۰) روپے ہیں آپ جتنا اپنی خوشی سے چاہیں تعاون کریں، میرے گھریلو حالات ٹھیک نہیں ہیں، معلم قرآن کا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

اس کا ادارے کو علم نہ ہو، معلم قرآن طلباء کو یہ کہے کہ ادارے کی فیس بیس(۲۰)روپے ہیں اگر ادارے والوں نے پوچھ لیا تو ادارے والوں کو صرف بیس(۲۰)روپے فیس کا بتانا، تعاون کا تذکرہ نہیں کرنا۔ اگر قاری صاحب مستحق ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں کا حکم علیحدہ علیحدہ درج فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوهاب

واضح رہے کہ کسی ادارے میں فیس کے علاوہ دوسری طرح طلباء سے مدد لینے کی اجازت نہ ہو، یا طلبہ نابالغ ہوں تو ان سے امداد کا مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں، لیکن اگر کہیں پابندی نہ ہو اور سارے لڑکے بالغ ہوں پھر بھی ایک صحیح سالم آدمی کا دستِ سوال دراز کرنا جائز نہیں، خصوصاً جو آدمی خدمت دین میں مصروف ہو، اس سے اہل علم کی تذلیل بھی لازم آتی ہے، اگر گھر کی صورتحال درست نہ ہو تو اپنے ہاتھ سے رزق حلال کمائے[1]۔

---

(١) لما في «الأحاد والمثاني» (٣/ ١٦٨): عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه، فذكر حديثه عن رسول الله ﷺ

(حاشیہ جاری ہے۔۔۔)

الجمع والفرق، القول في أحكام المسجد: ٣٢٠، رشيدية)

وفي «فتح القدير»:

والذي يكتب إذا كان بأجر يكره، وبغير أجر لا يكره، هذا إذا كتب العلم والقرآن لأنه في عبادة، أما هؤلاء المكتبون الذين تجتمع عندهم الصبيان واللغط فلا لو لم يكن لغط، لأنهم في صناعة لا عبادة، إذ هم يقصدون الإجادة ليس هو لله بل للارتزاق، ومعلم الصبيان القرآن كالكاتب إن كان لأجر لا، وحسبة لا بأس به...وسكت عن كونه بأجر أو غيره وينبغي حمله على ما إذا كان حسبة، فأما إن كان بأجر فلا شك في الكراهة.

(كتاب الصلاة، فصل: ويكره استقبال القبلة بالفرج في الخلاء: ١/ ٤٣٥، دار الكتب العلمية- بيروت)

وفي «الخانية»:

ويكره أن يخيط في المسجد؛ لأنه أعد للعبادة دون الاكتساب، وكذا الوراق والفقيه إذا كتب بأجرة أو معلم إذا علم الصبيان بأجرة، وإن فعلوا بغير أجر فلا بأس به.

(كتاب الصلاة، فصل في المسجد: ١/ ٢٣٥، رشيدية)

وفي «البزازية»:

معلم الصبيان بأجر لو جلس فيه لضرورة الحرّ لا بأس به، وكذا التعليم إن بأجر، كره إلا لضرورة، وإن حسبة لا.

(كتاب الصلاة، الباب السادس والعشرون: في حكم المسجد: ١/ ٥٥، دار الفكر، بيروت)

وفيها أيضا:

وتعليم الصبيان فيه بلا أجر وبالأجر يجوز.

(كتاب الكراهية، الفصل الثاني في العبادات، نوع: في المسجد: ٣/ ٢٠١، دار الفكر، بيروت)

وفي «التاتارخانية»:

وعلى هذا الفقهاء إذا كانوا يكتبون الفقه في المسجد يكره، وإن كان بغير أجر لا، وفي كراهية «العيون»: معلم جلس في المسجد أو وراق كتب في المسجد، فإن كان المعلم يعلم بالأجر، والوراق يكتب لغيره بأجر، يكره لهما إلا أن يقع لهما الضرورة.

الجواب صحیح
محمد یونس
۱۴۴۰/۳/۱۱ھ
۲۰۱۸/۱۱/۱۹

الجواب صحیح
بندہ عبید اللہ عفی عنہ
۱۴۴۰/۳/۱۳ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب
رضاء اللہ وزیرستانی عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴۴۰/۳/۱۱ھ=۲۰۱۸/۱۱/۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۶/۹۱)

معلم کا اپنی ذاتی کلاس کے لیے ماہانہ، ایڈوانس اور تجدید داخلہ فیس کا قانون بنانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر ایک مکتب کا قانون تین دن یا سات دن بغیر اطلاع کے چھٹی کرنے پر اخراج کا ہو تو ایسی صورت میں اس طالبِ علم سے نئے داخلے پر از سر نو داخلہ فیس اور ایڈوانس فیس اکٹھے لینا شرعاً کیسا ہے؟

۲۔ مکتب میں داخلہ فیس ماہانہ فیس کی مقدار میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

۱) اگر استاد کی اپنی ذاتی کلاس ہو جس میں استاد کسی کا بھی ماتحت نہ ہو، استاد از خود فیس کے حوالہ سے کوئی ضابطہ یا قانون بنا سکتا ہے یا نہیں؟

۲) یا استاد کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں اس سے متعلق قانون موجود ہو۔

۳) یا استاد کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں اس سے متعلق قانون موجود نہ ہو۔

ان تینوں صورتوں میں مکمل وضاحت فرمائیں۔

براہِ کرم! تین دن یا سات دن چھٹی کا قانون اور داخلہ فیس ماہانہ فیس کے مقدار میں لینے کے قانون کی علیٰحدہ علیٰحدہ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

۱) واضح رہے کہ اگر کسی مکتب کا قانون یہ ہے کہ بغیر اطلاع کے تین دن یا سات دن چھٹی کرنے پر اخراج ہو گا، تو ایسا قانون بنانا درست ہے، اور دوبارہ سے داخلہ لینے کی صورت میں داخلہ کاروائی (جس میں فارم بھرنا اور امتحان وغیرہ شامل ہو) کی فیس لینا، اور ماہانہ فیس ایڈوانس میں لینا

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۸/۸/۳۹ھ=۵/۵/۱۸ء

الجواب صحیح
بندہ مفیض الرحمن چاٹگامی عفی عنہ
۱۸/۸/۳۹ھ=۵/۵/۱۸ء

واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد میواو خان عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۸/۸/۱۴۳۹ھ=۵/۵/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۶۲/۱۱۸)

رمضان المبارک میں ڈبل فیس لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

میرا مکتب کا ادارہ ہے، طلباء کرام کی فیس سے ہی قرّاء حضرات کو تنخواہ دی جاتی ہے، میں خود بھی پڑھاتا ہوں اور میرے ماتحت دو قرّاء حضرات بھی پڑھاتے ہیں، آمدن کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، کیا رمضان مبارک میں طلباء سے ڈبل فیس منگوا سکتے ہیں تاکہ قرّاء حضرات کو ڈبل تنخواہ رمضان مبارک میں دی جاسکے؟ رمضان میں طلبہ کرام سے ڈبل فیس لینا جائز ہے یا نہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدًا ومصلیًا

اگر مکتب کے ذمہ دار حضرات نے داخلے کے وقت باقاعدہ یہ ضابطہ بنادیا ہو کہ طلباء کرام سے ہر مہینے ایک مخصوص فیس وصول کی جائے گی اور رمضان یا کسی خاص مہینے میں باقی مہینے کے اعتبار سے دُگنی فیس وصول کی جائے گی، اور مکتب میں پڑھنے والے بچوں کے والدین اور سرپرست حضرات نے اس پر آمادگی ظاہر کی ہو، تو پھر یہ دُگنی فیس لینا جائز ہے، لیکن اگر داخلے کے وقت مکتب والوں نے یہ قانون نہیں بنایا ہو، بلکہ مطلقاً ہر مہینے کی ایک مخصوص فیس مقرر کی ہو، تو ایسی صورت میں رمضان یا کسی بھی مہینے کا اپنی طرف سے دُگنی فیس لینا جائز نہیں ہے[1]۔

(بقیہ حاشیہ)

قال: «لا یحل مال امرئ مسلم إلا عن طیبة نفس». و في «شرح المجلة» لرستم باز (١/ ٢٣٦، ط: حنیفیة): الأجیر علی قسمین: الأول الأجیر الخاص، وهو الذي استؤجر علی أن یعمل للمستاجر فقط، کالخادم مشاهرة، عملا موقتا بمدة معلومة لیخرج نحو الحائط... الخ.

(١) لما في «الدر المختار مع رد المحتار» (٦/ ٥٥/ ٧٤، مط: ایچ ایم سعید): لا تصح الإجارة لأجل الطاعات مثل الأذان والحج والإمامة وتعلیم القرآن والفقه ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة والأذان..إلخ.

بغیر طے کر کے فیس لینا کیسا ہے یا پہلے طے کرنا ضروری ہے؟ مکمل تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسمہٖ الرحمٰن

صورتِ مسئولہ میں داخلہ کے وقت ہی فیس کا طے کرنا ضروری ہے۔

اگر فیس طے نہیں کی تو اب اس طرح کے ادارے میں جو فیس ہوتی ہے، وہ دینی ہوگی[1]۔

فقط واللہ اعلم
کتبہ: عبد الحمید
دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد بنوری ٹاؤن
(فتویٰ نمبر: ۶۲۳۶)

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف
۱۴۳۹/۸/۱۱ھ

الجواب صحیح
ابو بکر سعید الرحمٰن

تکمیلِ قرآنِ پاک کے موقع پر طلبہ یا اساتذہ کو پھولوں کے یا پیسوں کے ہار پہنانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

بعض مساجد میں مکتب کی کلاسیں مسجد میں لگتی ہیں اور بعض مدارس میں مکتب کی کلاسیں مسجد سے باہر علیحدہ درس گاہوں میں لگتی ہیں۔ تکمیلِ قرآنِ پاک کے موقع پر والدین یا اہلِ محلہ، تکمیلِ قرآنِ پاک والے بچوں کو یا ان کے اساتذہ کو پھولوں والے یا پیسوں والے ہار پہناتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا یہ عمل بدعت تو نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ خوشی کے موقع پر کسی کے گلے میں ہار ڈالنا فی نفسہ جائز اور مباح عمل ہے، لیکن چونکہ یہ بہت سی قباحتوں پر مشتمل ہے، مثلاً: اس میں بہت زیادہ اسراف سے کام لینا، اور مساجد کے تقدس کا خیال نہ رکھنا وغیرہ، اس لیے اس سے احتراز بہتر ہے[2]۔ واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) لما في «مصنف عبد الرزاق»: من استأجر أجيرا فليس له أجرته. وفي «الفتاوى التاتارخانية» (۱۵/ ۱۶۱): الإجارة إذا كانت فاسدة: وجب أجر المثل.

(۲) لما في «رد المحتار» (۶/ ۱۴۷): وأصل المسامحات في التصرفات والبر والإحسان مشروع إلا أن الإسراف حرام كالإسراف في الطعام والشراب قال تعالى ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا﴾ [الفرقان: ۶۷]، «كفاية». وفي «العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية» (۲/ ۳۶۷، رشيدية): كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه كتعيين السورة للصلاة وتعيين القراءة لوقت ونحوه صرح بذلك في «القنية».

شرعاً جائز ہے، البتہ فیس اتنی زیادہ نہ ہو کہ بچوں کے والدین کے لیے بچوں کو تعلیم دلوانا مشکل ہو جائے۔

۲) داخلہ فیس، ماہواری فیس کے برابر لینا درست ہے۔

۳) اگر استاد کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو تو فیس کے حوالے سے ضابطہ / قانون بنا سکتا ہے۔

اگر استاد کسی ادارے کے ماتحت ہو اور اس ادارے میں فیس کے حوالے سے قانون موجود ہو تو استاد از خود کوئی ضابطہ نہیں بنا سکتا، استاد ادارے کے اصول وضوابط پر عمل کا پابند ہوتا ہے۔

اور اگر ادارے میں فیس کے حوالے سے ضابطہ موجود نہیں، تو استاد انتظامیہ سے مشورہ کر کے ان کی اجازت سے قانون بنا سکتا ہے[1]۔

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۴/جمادی الثانیہ/ ۳۹ھ
۳/۳/۱۸ء

الجواب صحیح
بندہ مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ
۱۴/جمادی الثانیہ/ ۳۹ھ
۳/۳/۱۸ء

واللہ اعلم بالصواب
محمد بلال قریشی
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴/جمادی الثانیہ/ ۱۴۳۹ھ = ۳/۳/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۴/۴۸)

طالبِ علم سے طے کیے بغیر فیس لینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب کے پاس کوئی طالبِ علم داخلہ لینے آجائے اور قاری صاحب فیس طے نہ کرے اور کلاس میں طالبِ علم کو بٹھا کر کہے فیس بعد میں دیکھیں گے۔

آیا قاری صاحب کا فیس طے نہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

اگر کوئی طالبِ علم ایسا آجائے جو جاننے والا ہو یا جاننے والا نہ ہو، اس کے ساتھ فیس طے نہ کرے اور ایک ماہ کے بعد اس طالبِ علم سے کہے کہ اتنی فیس لے آؤ۔

(۱) لما في «الفتاوى الهندية» (٤ / ٤٤٨): «ويجوز الاستجار على تعليم اللغة والأدب بالإجماع. كذا في «السراج الوهاج». ومشايخ بلخ جوزوا الاستجار على تعليم القرآن إذا ضرب لذلك مدة وأفتوا بوجوب المسمى، وعند عدم الاستجار أصلا أو عند الاستجار بدون المدة أفتوا بوجوب أجر المثل. كذا في «المحيط»، وقد استحسنوا جبر والد الصبي على المبرة المرسومة.

ٹیوشن کی فیس دینے والے اور مکتب کی فیس معاف کرانے والے طالبِ علم سے فیس کا مطالبہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں ایک یتیم طالبِ علم داخلہ لے کر قاری صاحب سے اپنی فیس معاف کروا کر پڑھتا رہے، لیکن اسکول اور ٹیوشن کی فیس برابر دیتا رہے، جو مکتب کی فیس کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے، کیا ایسے یتیم طالبِ علم سے مکتب کے قاری صاحب فیس کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ مکمل وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ ادارہ قاری صاحب کے ماتحت ہو اس طور پر کہ قاری صاحب اس کی ضروریات وغیرہ کا خود انتظام کرتے ہوں، تو قاری صاحب کو بچوں سے فیس لینے اور معاف کرنے کا اختیار ہے، لہٰذا اگر اس نیت سے کسی یتیم بچے سے فیس وصول نہ کرے کہ قرآن و حدیث میں یتیموں کی کفالت اور حسن سلوک کا حکم ہے، تو ان شاء اللہ اس کو یتیم کی کفالت کا اجر و ثواب ملے گا، البتہ اگر قاری صاحب خود محتاج اور ضرورت مند ہوں تو وہ فیس کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ اعلم بالصواب
بندہ عبید اللہ عفی عنہ	بندہ محمد یونس عفی عنہ	سجاد علی سواتی عفی عنہ
۱۴۴۰/۳/۱۱ھ	۱۰/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
	۲۰۱۸/۱۱/۱۹ء	۱۰/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
		۲۰۱۸/۱۱/۱۹ء
		(فتویٰ نمبر: ۱۳۶/۵۷)

(۱) لما في «صحيح مسلم» (٤/ ٢٢٨٧، رقم: ٢٩٨٣): قال رسول الله ﷺ: «كافل اليتيم له أو لغيره أنا وهو كهاتين في الجنة» وأشار مالك بالسبابة والوسطى. وفي «الدر المختار» (٦/ ٥٥): «ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان».

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۵/ محرم الحرام/ ۱۴۴۰ھ=۱۶/ ستمبر/ ۲۰۱۸ء

الجواب صحیح
احسان اللہ عفی عنہ
۱۴۴۰/۱/۵ھ

محمد عاشر عباسی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۵/ محرم الحرام/ ۱۴۴۰ھ=۶/ ستمبر/ ۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۲/۳۷)

تکمیلِ قرآنِ پاک کے موقع پر طالبِ علم کا قاری صاحب کو مٹھائی، کپڑے اور رقم دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

طالبِ علم جب قرآنِ پاک کا ختم کرے اور اس کی خوشی میں قاری صاحب کے لیے طالبِ علم مٹھائی، کپڑے اور رقم دیتے ہیں۔ اس کے لینے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

صورتِ مسئولہ میں قرآنِ پاک کی تکمیل کی خوشی میں اگر طالبِ علم اپنے استاد کو کوئی ہدیہ یا تحفہ دیتا ہے، بشرطیکہ اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اسے لازم سمجھا جاتا ہے، خوشی اور رضامندی سے دیا جاتا ہے تو اس کی اجازت ہے بشرطیکہ طالبِ علم عاقل بالغ ہو[1]۔

الجواب صحیح
ابوبکر سعید الرحمٰن

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف
۱۴۳۹/۴/۱۳ھ

فقط واللہ اعلم
کتبہ: عبدالکریم دین پوری
دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۱۴۳۸/۴/۱۳ھ=۲۰۱۷/۱/۱۲ء
(فتویٰ نمبر: ۲۷۱۷)

(۱) لما في "رد المحتار": ولو قضى حاجته بلا شرط، ولا طمع، فأهدى إليه بعد ذلك فهو حلال لا بأس به. وما نقل عن ابن مسعود من كراهته فورعٌ. (كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية: ٥/ ٣٦٢، ط: سعيد).

اپنے فرائضِ منصبیہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا شرعاً درست نہیں، اور تاخیر کے بقدر اجرت کا یہ مستحق بھی نہیں۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہ کسی ادارے کے ماتحت نہ ہو، ورنہ اگر وہ کسی ادارے کے ماتحت ہو تو تاخیر کی صورت میں ادارے میں جو ضابطہ ہو اسی کے مطابق عمل کیا جائے[1]۔

کتبہ: محمد افنان عفی عنہ
المتخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی
١١/ محرم الحرام ١٤٣٩ھ = ٢/ اکتوبر/ ٢٠١٧ء
(فتوی نمبر: ٣٣-١٠٢٣٢)

الجواب صحیح
محمد سلمان عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

طالبِ علم کا مدرس کو بخوشی مقررہ فیس سے زیادہ رقم دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

طالبِ علم کی فیس مقرر کردہ دو سو (٢٠٠) روپے ہو، اگر طالبِ علم اپنی خوشی سے استاد کے ساتھ طے شدہ فیس کے علاوہ مزید تعاون کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی اگر اپنی خوشی سے مقررہ فیس سے زیادہ فیس ادا کرے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ استاد کے لیے مقررہ فیس سے زیادہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اگر طالبِ علم بالغ ہو اور رقم اس کی اپنی ذاتی ملکیت ہو، یا بالغ تو نہ ہو مگر والدین کی رقم والدین ہی کی اجازت سے استاد صاحب کو دی جائے، تو زائد رقم کا دینا درست ہے۔

اور اگر طالبِ علم نابالغ ہو اگرچہ سمجھ بوجھ رکھتا ہو اور رقم اس کی ذاتی ملکیت ہو، یا بالغ ہو

---

(١) لما في «الفتاوى الهندية» (٤/ ٤١٦): وإن آجر دارا، كل شهر بدرهم صح العقد في شهر واحد وفسد في بقية الشهور، وإذا تم الشهر الأول فلكل واحد منهما أن ينقض الإجارة لانتهاء العقد الصحيح، ولو سمى جملة الشهور جاز، وفي ظاهر الرواية لكل واحد منهما الخيار في الليلة الأولى من الشهر الداخل ويومها، هكذا في الكافي والفتوى على ظاهر الرواية. وفي «درر الحكام في شرح مجلة الأحكام» (١/ ٤٥٤): فلو عمل الأجير الخاص بإنسان عملا لغيره فقصر في عمل مستأجره الأول لاشتغاله بعمل المستأجر الثاني في المدة المستأجر فيها للأول خاصة فللمستأجر الأول أن ينقص من أجر الأجير بقدر تقصيره في عمله.

طلبہ کی فیس بڑھانے اور معلم کے دیر سے آنے پر اس کی تنخواہ کاٹنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) معلم قرآن مکتب میں جو طلباء پڑھتے ہیں اگر ان کی سال مکمل ہونے کے بعد فیس بڑھائے تو کیا حکم ہے؟

(۲) مدرسہ کا ٹائم صبح ۸ بجے اور دوپہر ۲ بجے ہو اور قاری صاحب دیر سے کلاس میں حاضر ہوتے ہوں تو ان کا دیر سے آنا کیسا ہے؟ اور اس کی وجہ سے فیس پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ استاد گناہگار ہوگا یا نہیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

استاد ادارے کے ماتحت نہ ہو، بلکہ اس کی اپنی ذاتی کلاس ہو، یعنی اپنے گھر میں پڑھاتا ہو، یا مسجد میں کمیٹی یا امام کے ماتحت نہ ہو، اس کا حکم قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرما کر ممنون فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱)۔۔۔ قرآنی مکاتب میں فیس لے کر قرآن کریم کی تعلیم دینا درحقیقت یہ اجرت کا معاملہ ہے جو کہ فی نفسہ درست ہے، جہاں تک فیس بڑھانے کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ باہمی رضامندی سے جو بھی فیس مقرر کرلی جائے وہ شرعاً درست ہے، لہذا اگر ایک سال یا مہینہ کے لیے معاہدہ کرکے فیس مقرر کرلی گئی ہو تو پھر سال کے دوران بچوں کے والدین کی اجازت کے بغیر اس میں اضافہ کرنا درست نہیں، لیکن اگر نئے تعلیمی سال کی ابتدا میں یا نیا عقد کرتے وقت فیس میں عُرف کے مطابق اضافہ کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اس صورت میں بچوں کے والدین کو اختیار ہوگا کہ وہ فیس کے اضافہ کے ساتھ پڑھائی کو برقرار رکھیں یا ختم کردیں، تاہم بہتر یہ ہے کہ فیس وغیرہ اتنی رکھی جائے کہ عام آدمی کے لیے دینا ممکن ہو، خاص طور پر دینی ادارے کو حتی الامکان بھاری فیسوں سے بچنا چاہیے۔

(۲)۔۔۔ استاد یا قاری صاحب کا فیس لے کر مقررہ وقت میں پڑھانا درحقیقت اجارہ کا معاملہ ہے، اور اس صورت میں قاری صاحب یا استاد پر لازم ہے کہ وہ مقررہ وقت پر پہنچ کر پڑھانے کا اہتمام کریں، تاہم اگر کبھی کسی معتبر عذر کی وجہ سے بلا قصد وعادت دو چار منٹ کی تاخیر ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن بلا عذر مقررہ وقت پر نہ آنا اور اس کی عادت بنالینا، اور

الجواب صحیح
نجم الرحمن
۲۰۱۸/۱۰/۲۴ء

الجواب صحیح
غلام الرحمن
۱۴۴۰/۲/۱۷ھ

کتبہ: شاہ زمان
متخصص فی الفقہ والافتاء الاسلامی
جامعہ عثمانیہ، پشاور
(فتویٰ نمبر: ۲۳۵۶/۲۹۷/۳۲۸)

نابالغ بچے کی دعوت قبول کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر کوئی نابالغ بچہ اپنے استاد کے لیے دعوت کرے، قاری صاحب کا دعوت قبول کرنا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ نابالغ بچہ اگرچہ وہ سمجھدار ہو، اس کی دعوت قبول کرنا جائز نہیں، نیز اس کے مال سے خریدا ہوا کھانا، کھانا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اگر دعوت ولی کی اجازت سے ولی کے مال سے ہو، تو فی نفسہ ایسی دعوت کو قبول کرنا جائز ہے، تاہم نابالغ بے ریش بچے کے ساتھ خلوت میں دعوت کا کھانا کھانے سے احتراز لازم ہے[1]۔

الجواب صحیح
بندہ حمزہ بن عبد الرزاق عفا اللہ عنہما
۱۴۳۹/۱۲/۲۵ھ

الجواب صحیح
احقر سلیم اللہ عفا اللہ عنہ
۱۴۳۹/۱۲/۲۸ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ عفی عنہ
۱۴۳۹/۱۲/۳۰ھ

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
عبد القیوم عفی عنہ
المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث
مسجد عثمان بن عفان، ۳۶-بی، لانڈھی، کراچی
۱۴۳۹/۱۲/۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: ٦٧/٦)

(بقیہ حاشیہ)

الهبة، وكونه من أهلها أن يكون حرا عاقلا بالغا مالكا للموهوب حتى لو كان عبدا أو مكاتبا أو مدبرا أو أم ولد أو من في رقبته شيء من الرق أو كان صغيرا أو مجنونا أو لا يكون مالكا للموهوب لا يصح، هكذا في «النهاية».

(١) لما في «البحر الرائق»: قال رحمه الله: (فلا يصح تصرف صبي وعبد بلا إذن ولي وسيد)؛ لأن الصبي عديم العقل إذا كان غير مميز، وإن كان مميزا فعقله ناقص لعدم الاعتدال وهو البلوغ، فيحتمل فيه الضرر، فلا يجوز إلا إذا أذن له المولى، فيصح حينئذ لترجيح جانب المصلحة للمولى. (كتاب الحجر: ٨/ ٦٤٢، ط: دار الكتب العلمية).

مگر رقم اس کی اپنی ملکیت نہ ہو، بلکہ یہ رقم والدین کی ہو، مگر والدین کی طرف سے دینے کی اجازت نہ ہو تو استاد کو زائد رقم دینا درست نہیں[1]۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد ذوالقرنین
المتخصص فی الافتاء بمعہد الخلیل الاسلامی
۹/ربیع الثانی/۱۴۳۸ھ=۱۰/جنوری/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر ۸۲۴۶)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

معلم کا طلبہ کی رضامندی سے ان کا ہدیہ قبول کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک نابالغ طالبِ علم مکتب کے کلاس میں قاری صاحب کو کھانے پینے کی چیزیں، مثلاً کوئی کیک، بسکٹ وغیرہ اپنی خوشی سے دیں اور یہ چیزیں والدین کے علم میں ہوں اور ان کو کوئی اعتراض نہ ہو، مذکورہ چیزیں نابالغ طالبِ علم نے اپنے خرچے کے رقم سے خرید کر قاری صاحب کو دیے ہو، قاری صاحب کے لیے مذکورہ چیزیں لینے کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ کی رو سے نابالغ کے مال تصرف کرنا جائز نہیں، نابالغ کی اجازت معتبر نہیں ہے، اور اس کی دلداری کی وجہ سے ناجائز کام جائز نہیں ہوتا۔

صورتِ مسئولہ میں طالبِ علم اگر اپنی رضامندی اور خوشی سے مذکورہ چیزیں قاری صاحب کو دیتا ہے، اور والدین کی طرف سے اجازت پائی جاتی ہے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، تاہم اگر بچوں سے ہدایا قبول کرنے کے اثرات اچھے نہ ہوں، یا مدرسہ کے ضابطے کے خلاف ہو تو اس کے لینے سے احتراز کرنا چاہیے، خاص کر جب ان ہدایا سے مفاسد کے دروازے کھلنے کا احتمال ہو[2]۔

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٦/ ١٧٣): «(وتصرف الصبي والمعتوه) الذي يعقل البيع والشراء (إن كان نافعا) محضًا (كالإسلام، والاتهاب صح بلا إذن، وإن ضارا كالطلاق والعتاق) والصدقة والقرض (لا، وإن أذن به وليهما...)». وفي «الفتاوى الهندية، كتاب الهبة» (٤/ ٣٧٤، كتاب الهبة): «أما تفسيرها شرعًا: فهي تمليك عين بلا عوض كذا في «الكنز» ...ومنها أن يكون مملوكا للواهب، فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه؛ لاستحالة تمليك ما ليس بمملوك للواهب، كذا في «البدائع».

(۲) لما في «الفتاوى الهندية» (٤/ ٣٧٢): وأما ما يرجع إلى الواهب فهو أن يكون الواهب من أهل
(حاشیہ جاری ہے---)

گیارھواں باب: چندہ اور دیگر مطالبات سے متعلقہ مسائل

قاعدہ، ناظرہ قرآن اور حفظِ قرآن کے ختم پر معلم کا طلبہ سے ٹافیاں وغیرہ لانے کا مطالبہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔ مکتب میں بعض قاری صاحبان کے پاس جب طلباء قاعدہ مکمل کرتے ہیں تو قاری صاحبان طلباء سے مطالبہ کرتے ہیں کہ میرے لیے اور سارے طلباء کے لیے ٹافیاں لے آو، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

۲۔ بعض قاری صاحبان کے پاس جب طلباء ناظرہ قرآن یا حفظ مکمل کرتے ہیں تو قاری صاحب ناظرہ یا حفظ والے طلباء سے مٹھائی کپڑے اور رقم لانے کا مطالبہ کرتے ہیں شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

دونوں صورتوں کے حکم کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

(۱،۲) واضح رہے کہ قاعدہ، ناظرہ یا حفظ قرآن کریم مکمل کرنے والا طالبِ علم اگر بالغ ہے اور مطالبہ کیے بغیر قاری صاحب کو اپنی دلی رضامندی سے کچھ ہدایا وغیرہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے، لیکن اگر وہ طالبِ علم نابالغ ہے اور اپنی ملکیت کی کوئی چیز قاری صاحب کو بطورِ ہدیہ پیش کر رہا ہے تو قاری صاحب کے لیے اس سے وہ چیز قبول کرنا جائز نہیں، اگرچہ وہ اپنی خوشی و رضامندی سے ہی کیوں نہ پیش کر رہا ہو، کیونکہ نابالغ بچے کی اجازت و رضامندی کا شرعاً اعتبار نہیں، البتہ اگر طالبِ علم (چاہے وہ بالغ ہو یا نابالغ) کے گھر والے قاری صاحب کے مطالبہ کے بغیر اپنی دلی رضامندی سے ان کو کوئی چیز بطورِ ہدیہ دے دیں، خواہ وہ بچے کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن قاری صاحب کا طالبِ علم سے (چاہے وہ بالغ ہو یا نا بالغ) کسی چیز کا مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں، کیونکہ نابالغ بچے سے تو ویسے ہی کوئی چیز قبول کرنا جائز نہیں، جیسا کہ اوپر مذکور ہے، اور بالغ طالبِ علم سے بھی مطالبہ اس لیے درست نہیں کہ شریعت نے بلاوجہ کسی سے کوئی چیز مانگنے سے منع فرمایا ہے، مزید اس میں خرابی یہ ہے کہ معلوم

طالبِ علم سے فیس گم ہو جائے تو معلم مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں: مکتب کے قاری صاحب طلباء سے فیس جمع کرنے کے لیے ایک بالغ، سمجھدار طالبِ علم کو مقرر کریں اور اس طالبِ علم کی لاپرواہی، غفلت سے جمع شدہ فیس گم ہو جائے تو کیا قاری صاحب اس طالبِ علم سے گم شدہ رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

وکیل کے پاس مؤکل کا مال وغیرہ امانت ہوتا ہے اور امانت میں یہ شرعی اصول ہے کہ اگر تعدی اور تقصیر کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو اس کی وجہ سے ضمان آتی ہے، لیکن اگر امانت بغیر کسی تعدی وتقصیر کے ہلاک ہو جائے تو کوئی ضمان نہیں ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طلباء سے فیس جمع کرنے والے طالبِ علم کے پاس یہ رقم امانت ہوتی ہے، اگر اس نے قصداً عمداً اس کو ضائع کیا ہو، یا اس کی حفاظت میں لاپرواہی کی ہو تو پھر وہ ضامن ہوگا اور اگر اس نے اپنی طرف سے محفوظ کیا ہو اور کسی نے چرا لیا ہو تو پھر اس پر ضمان نہیں[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کاتب: حکمان الحق
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ
۲۰۱۸/۱۰/۱۰ء	۱۴۴۰/۱/۲ھ	جامعہ حقانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۳۵/۲۹۷/۳۲۸)

(۱) لما في «شرح المجلة» ص٧٨٤: «المال الذي قبضه الوكيل والشراء وإيفاء الدين واستيفائه وقبض العين من جهة الوكالة في حكم الوديعة في يده فإذا تلف بلا تعد وتقصير لا يلزم الضمان».

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

واللہ اعلم بالصواب
کتبہ العبد: اشرف علی غفرلہ
المتخصص فی الافتاء بمعہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد
۴/۴/۱۴۳۸ھ=۴/۱/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۸۱۷۰)

طلبہ سے پیسے اکھٹے کرکے کولر خریدنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں اگر کوئی استاد (بالغ اور نابالغ) طلباء سے کولر کے لیے پیسے اکھٹے کرے، جس سے استاد اور تمام طلباء پانی پئیں۔ استاد کا طلباء سے پیسے اکھٹے کرنا شرعاً کیسا ہے؟

۱۔ استاد طلباء کو اختیار دے جو جتنا چاہے خوشی سے تعاون کرے۔

۲۔ استاد طلباء میں سے پچاس (۵۰) روپے ہر طالبِ علم پر لازم کرے کہ لانا ہے، یہ جبراً کے حکم میں تو نہیں آئے گا؟

الجواب باسمہٖ الرحمٰن

صورتِ مسئولہ میں نابالغ بچوں سے چندہ لینا تو کسی صورت جائز نہیں، نہ جبراً نہ اختیاری، ہاں! ان کے والد / سرپرست مدرسہ کے لیے ان کے ہاتھ بھجوائیں تو درست ہے، لیکن بچے کا اپنی رقم سے چندہ دینا اگرچہ خوشی سے ہو، جائز نہیں۔

اور بالغ بچوں کا اپنی خوشی سے اپنی طاقت کے بقدر دینا درست ہے، لیکن ان پر لازم کردینا، نہ دینے پر لعن طعن کرنا درست نہیں، جبراً لینا جائز نہیں۔

طلبہ اور اساتذہ کے لیے سہولیات فراہم کرنا ادارے کی ذمہ داری ہوتی ہے طلبہ کی نہیں، اس لئے اس طرح ان سے چندہ کرنا بہر صورت مناسب نہیں ہے[1]۔

---

(۱) لما في «رد المحتار» (۸/ ۵۱۰): «الصبي إذا تصرف بماله لا يصح». وفيه أيضا (٦/ ٢٤٥): «قال في المنح بأن قال عبد أو جارية أو صبي: هذه هدية أهداها إليك سيدي أو أبي... وإنما يقبل قول هؤلاء فيها؛ لأن الهدية تبعث عادية على أيدي هؤلاء.

نہیں وہ طالبِ علم اپنی خوشی سے ہدیہ دے رہا ہے یا استاد کے حکم پر دلی رضامندی کے بغیر محض ان کی ناراضگی سے بچنے کی خاطر دے رہا ہے، جبکہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے[1]۔

الجواب صحیح
بندہ عبید اللہ عفی عنہ
۱۴۴۰/۳/۲۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۴۴۰/۳/۲۲ھ
۲۰۱۸/۱۲/۱ء

واللہ اعلم بالصواب
عبد الخالق رحمانی کان اللہ لہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴۴۰/۳/۲۲ھ
۲۰۱۸/۱۲/۱ء
(فتویٰ نمبر: ۱۲۷/۴۳)

بالغ یا نابالغ طلبہ کا استاد کو تحفہ اور ہدیہ دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

بالغ یا نابالغ طالبِ علم استاد کو گفٹ، تحفہ یا ہدیہ دینا چاہے تو استاد اس تحفہ، گفٹ یا ہدیہ کو لے سکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً خوشبو یا کھانے کی چیز، یا رومال وغیرہ۔

الجواب بعون الملک الوھاب

واضح رہے کہ ہدیہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ہدیہ دینے والا بالغ ہو، نابالغ کا ہدیہ شرعاً درست نہیں ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں یہ تحائف اگر نابالغ بچے کی طرف سے ہوں اور اس نے اپنی ملک سے ہدیہ اور تحفہ دیا ہو تو اس کا لینا شرعاً جائز نہیں ہے، اور اگر بچوں کے والدین کی طرف سے ہو اور وہ بچوں کو عادی بنانے کے لیے ان کے ہاتھوں سے دیتے ہوں تو پھر لینا جائز ہے۔ اور بالغ کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، خصوصاً جبکہ وہ معمولی چیزوں کا ہو[2]۔

---

(۱) لما في «الآحاد والمثاني» (۳/ ۱۶۸): عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه، فذكر حديثه عن رسول الله ﷺ قال: «لا يحل مال امرئ مسلم إلا عن طيبة نفس». وفي «المبسوط» للسرخسي (۱۱/ ۵۳): «...فثبت أن الفعل عدوان محرم في المال كما في النفس». وكذا في «البحر الرائق» (۷/ ۴۸۳).

(۲) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (۵/ ۶۸۷): «(وشرائط صحتها في الواهب: العقل والبلوغ والملك): فلا تصح هبة صغير ورقيق، ولو مكاتبا. وفيه أيضا (۵/ ۶۸۸): وفي «خزانة الفتاوى»: إذا دفع لابنه مالا فتصرف فيه الابن يكون للأب إلا إذا دلت دلالة التمليك. «بيري».

۴۔نابالغ طلبہ کی رقم سرپرست حضرات سے لی جائے۔

۵۔اگر طلبہ نے قاری صاحب کو رقم کا مالک بنادیا ہو کہ جیسے خرچ کرنا چاہیں کریں، تو قاری صاحب باقی ماندہ رقم اپنے ذاتی استعمال میں لاسکتے ہیں۔اور اگر صرف جلسے کے مصارف پر خرچ کرنے کے لیے رقم دی ہو تو قاری صاحب کے ذمہ لازم ہوگا کہ بقیہ رقم طلبہ کو لوٹادیں[1]۔

الجواب صحیح
محمد سلمان عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

کتبہ: محمد حارث
المتخصص فی الافتاء بمعہد الخلیل الاسلامی
۱۴۳۸/۵/۳۰ھ=۲۰۱۷/۲/۲۸ء
(فتویٰ نمبر: ۸۹۷۹)

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

کسی صاحبِ خیر کا قاری صاحب کے اخراجات اٹھانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک صاحبِ خیر شخص نے اپنا مکان مدرسہ (مکتب) کے طور پر قاری صاحب کو دیا کہ قرآن پاک، ڈیسک، الماری، بجلی، گیس کا بل اور استاد کی تنخواہ سب (صاحبِ خیر) شخص اٹھائے گا۔اب پوچھنا یہ ہے کہ جس قاری صاحب کو مدرسہ دیا گیا وہ استاد رکھ لے اور فیس جمع کرکے اپنے پاس رکھے قاری صاحب کا ایسا کرنا شرعاً کیسا ہوگا؟ یہ فیس کی رقم جو استاد پڑھاتے ہیں اس میں ان کا کوئی حق ہے؟ کیونکہ صاحبِ خیر شخص کی طرف سے تنخواہ وغیرہ مقرر ہیں۔

ان دونوں صورتوں کی قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

جواب تنقیح: صاحبِ خیر شخص نے فیس جمع کرنے اور اپنے پاس رکھنے کا اختیار قاری صاحب کو دیا ہے۔

---

(۱) لما في «السنن الكبرى» للبيهقي: عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه، أن رسول الله ﷺ قال: «لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه». (٦/ ١٦٦، رقم: ١١٥٤٥، دار الكتب العلمية)، وفي «الدر المختار» (٨/ ٥٦٨): «وشرائط صحتها في الواهب: العقل والبلوغ والملك، فلا تصح هبة صغير. وفي «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٩/ ٦٩٧): معلم طلب من الصبيان أثمان الحصر، فجمعها، فشرى ببعضها وأخذ بعضها له ذلك؛ لأنه تمليك له من الآباء. قوله: (من الآباء) والدليل عليه أنهم لا يتأملون منه أن يرد الزائد على ما يشتري به مع علمهم غالبا، بأن ما يأخذه يزيد، والحاصل أن العادة محكمة، فافهم.اهـ.

الجواب صحیح
ابو بکر سعید الرحمٰن

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف
۱۴۳۹/۸/۱۱ھ

فقط واللہ اعلم
کتبہ
عبد الحمید
دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی
۱۴۳۹/۸/۱۱ھ=۲۰۱۸/۴/۲۸ء
(فتویٰ نمبر: ۶۲۲۵)

جلسہ اور دستار بندی کے لیے طلبہ یا ان کے والدین سے رقم لینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

جو طلباء استاد سے حفظ مکمل کرے، استاد حفظ مکمل کرنے والے طلباء سے دستار بندی کے جلسے کے لیے متعین رقم اکھٹی کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو رقم بچ جائے تو کیا وہ قاری صاحب اپنی ذات پر استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ نیز جلسے کے لیے ماں باپ سے کس طریقے سے رقم اکھٹی کرے؟ شرائط درج فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً

عموماً جلسہ دستار بندی کے لیے طلبہ یا ان کے والدین سے رقم لینا ہمارے بزرگوں سے منقول نہیں، بلکہ اس جلسے کا مقصد مدرسہ کا تعارف اور اس کی تشہیر ہوتی ہے، جس کے لیے متعلقین و محبین مدرسہ سے تعاون لیا جائے۔

البتہ اگر طلبہ سے دستار بندی کی مد میں رقم لی جائے تو اس کے لیے چند شرائط کو ملحوظِ خاطر رکھنا لازم ہو گا:

۱۔ رقم لینے میں زبردستی نہ کی جائے، بلکہ اُسی سے رقم لی جائے جو اپنی خوشی سے رقم دے، اسی طرح رقم نہ دینے والے کو بُرا بھلا نہ کہا جائے۔

۲۔ جو جتنی رقم خوشی سے دے، قبول کر لی جائے، زیادتی کا مطالبہ نہ کیا جائے اور کمی پر باز پرس نہ کی جائے۔

۳۔ اجتماعی طور پر رقم جمع نہ کی جائے کیونکہ اس میں خدشہ ہے کہ شرما شرمی میں جو رقم نہ دینا چاہے اس کو بھی دینی پڑ جائے۔ یا جو کم رقم دینا چاہے اس کو زیادہ دینی پڑے، جس سے خوشی سے دینے کی شرط مفقود ہو جائے۔

استاد کا ختمِ قرآن کے موقع پر مٹھائی وغیرہ لینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ختمِ قرآن کے موقع پر طلبۂ کرام قاری صاحب کے لیے مٹھائی کپڑے، رومال اور ٹوپی وغیرہ لاتے ہیں۔ جس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ قاری صاحب طلبۂ کرام کو مٹھائی، کپڑے وغیرہ لانے کی ترغیب دیں۔

۲۔ قاری صاحب طلبۂ کرام کو ترغیب دے کر کہے کہ مٹھائی وغیرہ کی جگہ اس کی رقم مجھے عنایت کی جائے، تاکہ اپنی ضروریات پوری کر سکوں۔

۳۔ قاری صاحب کے لیے طلبۂ کرام اپنی خوشی سے مٹھائی، کپڑے اور رقم عنایت کریں۔

ان تینوں صورتوں کا الگ الگ حکم واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

۱۔ اس بارے میں ازخود ترغیب دینا درست نہیں، بلکہ اگر کوئی ازخود بھی دے تو جب تک دلی رضامندی اور خوشی کا یقین نہ ہو جائے اس موقع پر کوئی چیز کسی بھی نام سے لینا درست نہیں۔ نیز دلی خوشی کا یقین ہونے کی صورت میں بھی یہ معاملہ حتی الوسع پوشیدہ طور پر کیا جائے تاکہ غریب طلبہ کی دل شکنی نہ ہو، نیز اس کی وجہ سے پڑھائی وغیرہ میں دینے والوں کے ساتھ خصوصی رعایت بھی شامل نہ ہو۔

۲۔ جو ازخود دلی خوشی اور رضامندی سے دینے پر آمادہ ہو تو اس کو اس طرح بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں خطابِ عام کے ذریعہ طلبہ کو سمجھا دیا جائے۔

۳۔ دلی خوشی کا یقین یا ظنِ غالب ہو تو لینا اور دینا دونوں جائز ہیں۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	نواب الدین
۹/۸/۳۹ھ	۹/۸/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید
		۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۲۰۲/۵۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱)۔۔۔۔۔۔۔صورتِ مسئولہ میں مستفتی کی زبانی وضاحت کی روشنی میں اگر صاحبِ خیر شخص نے قاری صاحب کو ایک واجبی سی تنخواہ دینے کے ساتھ اس بات کی اجازت بھی دی ہے کہ وہ بچوں سے فیس بھی لے سکتا ہے اور دوسرے قاری صاحب کو بھی رکھ سکتا ہے، تو قاری صاحب کے لئے بچوں سے مناسب حد تک فیس لینا اور دوسرے قاری صاحب کو پڑھائی کے لیے رکھنا جائز ہے، اور دوسرے قاری صاحب کو تنخواہ دینے کے بعد جو رقم بچتی ہے اس کو صاحبِ خیر کی طرف سے اجازت ہونے کی وجہ سے اپنے پاس رکھنا شرعاً جائز ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔۔جو استاد پڑھائی کے لئے رکھا گیا ہے اس کا حق صرف اپنی تنخواہ میں ہے جو اس کے لیے مقرر کی گئی ہے، اس کے علاوہ جو رقم بچتی ہے اس میں اس پڑھانے والے قاری صاحب کا کوئی حق نہیں ہے، اس لئے کہ اصل وکیل اور ذمہ دار پہلے والے قاری صاحب ہیں اور یہ دوسرے پڑھانے والے قاری صاحب ان کے مقرر کردہ اجیر ہیں[1]۔ واللہ اعلم

کتبہ: حق نواز
المتخصص بمعہد الخلیل الاسلامی، کراچی
۲۰/۱۲/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۶۱/۱۱۲۶)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دارالافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

---

(۱) وفي «مجلة مجمع الفقه الإسلامي» (۲/ ۹٦۰): أنه يجوز من الناحية الشرعية أخذ الأجر على الوكالة. وفي «مجلة مجمع الفقه الإسلامي» (٥/ ۲۳۷۹) قالوا في شروط الاجتهاد أنه لا بد فيه من معرفة عادات الناس، فكثير من الأحكام تختلف باختلاف الزمان لتغير عرف أهله، أو لحدوث ضرورة، أو لفساد أهل الزمان بحيث لو بقي حكم على ما كان عليه أولًا للزم منه المشقة والضرر بالناس ،ولخالف قواعد الشريعة المبنية على التخفيف والتيسير ودفع الضرر والفساد لبقاء العالم على أتم نظام وأحسن أحكام؛ولذا ترى مشايخ المذهب خالفوا ما نص عليه المجتهد في مواضع كثيرة بناها على ما كان في زمنه، لعلمهم بأنه لو كان في زمنهم لقال بما قالوا به أخذا من قواعد مذهبه، فمن ذلك إفتاؤهم بجواز الاستجار على تعليم القرآن ونحوه، لانقطاع عطايا المعلمين التي كانت في الصدر الأول، ولو اشتغل المعلمون بالتعليم بلا أجرة يلزم ضياعهم وضياع عيالهم، ولو اشتغلوا بالاكتساب من حرفة وصناعة يلزم ضياع القرآن. والذين فأفتوا بأخذ الأجرة على التعليم وكذا على الإمامة والأذان كذلك مع أن هذا مخالف لما اتفق عليه أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد من عدم جواز الاستجار وأخذ الأجرة عليه كبقية الطاعات من الصوم والصلاة والحج وقراءة القرآن ونحو ذلك. وكذا في «رد المحتار» (٤/ ٤۱۷).

کا ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اگر قاری صاحب غریب مستحق ہو یا مالدار ہو، یعنی غیر مستحق ہو، ان دونوں صورتوں میں وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص کے پاس دو وقت کا کھانا موجود ہو، اس کے لیے کسی سے سوال کرنا جائز نہیں، البتہ اگر دو وقت کا کھانا نہ ہو تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر قاری صاحب کے پاس دو وقت کے کھانے کے بقدر بھی مال نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے بچوں سے اپنے لیے صدقۂ فطر اور قربانی کی کھالوں کا مطالبہ کرنا جائز ہے، بصورتِ دیگر ان کے لیے مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر بچے از خود صدقۂ فطر، قربانی کی کھالیں یا ان کی رقم لا کر دے دیں تو اس میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے:

(۱) قربانی کی کھال کو خود بھی استعمال میں لایا جاسکتا ہے اور اگر کسی کو دینا چاہے تو یہ بھی درست ہے، چاہے لینے والا مالدار ہو یا غریب، البتہ اگر اس کو فروخت کیا جائے تو اس کی رقم غرباء کو دینا ضروری ہے، مالدار کو دینا جائز نہیں۔

لہٰذا اگر قاری صاحب، صاحبِ نصاب نہ ہو تو ان کو کھال یا اس کی رقم دینا دونوں شرعاً درست ہیں، البتہ اگر وصول کرنے والا (قاری صاحب) مالدار ہو تو صرف کھال وصول کر سکتا ہے، کھال کے پیسے نہیں[1]۔

(۲) جو شخص مالدار (صاحب نصاب) ہو اس کو صدقۃ الفطر دینا اور اس کے لیے لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر قاری صاحب مذکورہ بالا چیزیں مدرسہ کے حوائج وضروریات کے لیے وصول کرلے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے[2]۔

(۱) لما في «بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع» (۲/ ۴۹): وأما الغنى الذي يحرم به السؤال فهو أن يكون له سداد عيش بأن كان له قوت يومه... فإن لم يكن له قوت يومه ولا ما يستر به عورته يحل له أن يسأل؛ لأن الحال حال الضرورة وقد قال الله تعالى: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة: ۱۹۵]، وترك السؤال في هذا الحال إلقاء النفس في التهلكة وإنه حرام، فكان له أن يسأل بل يجب عليه ذلك. وكذا في «الدر المختار» (۶/ ۳۲۸).

(۲) كما في «القرآن الكريم»: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة:

(حاشیہ جاری ہے۔۔۔)

مدرسہ یا مکتب کے بجلی یا گیس کے بل میں طلبہ سے تعاون کا مطالبہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر قاری صاحب کا ذاتی مکتب ہو اور اس پر بجلی یا گیس کا بل زیادہ آجائے، اگر قاری صاحب طلباء کرام سے خوشی سے تعاون کرنے کا مطالبہ کرے، اس کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

استاد کی عزت اور عظمت اسی میں ہے کہ وہ اپنے شاگرد اور طالبِ علم سے اپنی ذاتی ضروریات کے لیے دستِ سوال بالکل دراز نہ کرے۔ لہٰذا اگر کوئی قاری صاحب اپنے ذاتی مکتب میں ہی پڑھاتا ہو تو حتی الامکان بجلی گیس کے بلوں کی زیادتی کی صورت میں بھی طلبہ سے کوئی مطالبہ نہ کرے، لیکن اگر مذکورہ قاری صاحب واقعتاً ایسے محتاج ہوں کہ ان میں ان بلوں کو بھرنے کی استطاعت نہ ہو اور بجلی گیس وغیرہ کا استعمال بھی ضرورت کے دائرہ میں ہی ہو، تو اس صورت میں صرف بالغ طلبہ کے سامنے جو بلا کسی دباؤ اور تناؤ کے قاری صاحب کے ساتھ تعاون کرسکتے ہوں، قاری صاحب کا مطالبہ کرنا درست ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ تعاون نہ کرنے والے طلبہ کے ساتھ بعد میں کسی طرح کی کوئی کمی نہ کی جائے[1]۔

الجواب صحیح سعید احمد ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی	الجواب صحیح محمد سلمان عفی عنہ	کتبہ: محمد باسط المتخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی ۱۳ ربیع الثانی/۱۴۳۹ھ = ۰۱ جنوری/۲۰۱۸ء (فتویٰ نمبر: ۱۰۷۲۹)

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

معلم کا عید الفطر کے موقع پر فطرہ اور عید الاضحیٰ کے موقع پر کھال کا مطالبہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

اگر ایک قاری صاحب کی کلاس جس میں (قاعدہ، ناظرہ اور حفظ) کے طلباء ہوں اور قاری صاحب ان سے رمضان میں فطرہ اور عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی کھال کا مطالبہ کرے تو ان

(۱) لما في «الآحاد والمثاني» (۳/ ۱٦٨): عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه، فذكر حديثه عن رسول الله ﷺ قال: «لا يحل مال امرئ مسلم إلا عن طيبة نفس».

معلم کا طلبہ سے مدرسہ کے لیے برف منگوانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱)۔۔ ایک مکتب کی کلاس میں قاری صاحب طلباء کرام سے پوچھے کہ فریج کن کن کے گھر میں ہے۔ تو قاری صاحب ان طلباء کرام کو حکم دیں کہ جاؤ گھر سے برف لے کر آؤ۔

(۲)۔۔ دوسری صورت یہ کہ قاری صاحب طلباء کرام سے کہے کہ جو طالبِ علم اپنی خوشی سے برف لا سکتے ہیں تو لے آئیں۔

ان دو صورتوں میں ایک میں حکم اور دوسرے میں اختیار ہے، اس پانی کو طلباء کرام کے علاوہ قاری صاحب، قاری صاحب کے دوست، مہمان یا کوئی عام آدمی پی سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ اساتذہ کا اپنے شاگردوں سے وقتاً فوقتاً خدمت لینا تربیت کا حصہ ہے، اور اسی طرح اگر کوئی طالبِ علم دلی رضامندی اور خوشی سے اساتذہ کی دعوت کرے یا ہدیہ پیش کرے تو اس کا قبول کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ ہدیہ دینے والا بالغ ہو اور ہدیہ کا مقصد اساتذہ کا اکرام ہو۔ البتہ نابالغ بچوں سے کام کروانا (خواہ ذاتی ہو یا مدرسہ کا ہو) مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱)۔۔۔ تعلیم میں حرج واقع نہ ہو۔

۲)۔۔۔ استطاعت وطاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔

۳)۔۔۔ والد یا سرپرست کی رضامندی ہو۔

۴)۔۔۔ کام خلاف شرع نہ ہو۔

۵)۔۔۔ فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو۔

لہذا صورتِ مسئولہ میں جس شاگرد کے گھر میں فریج موجود ہے اور ان کے گھر والے بھی خوشی ورضامندی سے بچے کے استاد کے لیے پانی دیتے ہوں، اور بچے کے گھر والوں پر بھی کسی قسم کی تنگی نہ ہوتی ہو تو استاد کا ایسے شاگرد کو پانی لانے کا حکم دینا اور پانی منگوانا اور اس کا خود یا

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۷/جمادی الاولی/۱۴۳۹ھ
۰۴/۰۲/۲۰۱۸ء

الجواب صحیح
بندہ محمد مفیض الرحمن چاٹگامی عفی عنہ
۱۷/جمادی الاولی/۱۴۳۹ھ
۰۴/۰۲/۲۰۱۸ء

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ مشتاق خان عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۷/جمادی الاولی/۱۴۳۹ھ ۴/۲/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۲۹/۱۱۲)

عید الاضحیٰ کے موقع پر طلبہ سے گوشت لانے کا مطالبہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

قاری صاحب طلبہ سے عید الاضحیٰ کے موقع پر گوشت لانے کا مطالبہ کریں، اگر قاری صاحب غریب (مستحق) یا مال دار (غیر مستحق) ہو تو دونوں صورتوں کی وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوهاب

قربانی کا گوشت مستحق اور غیر مستحق دونوں کے لیے لینا اور کھانا جائز ہے، البتہ قاری صاحب یا کسی اور شخص کے لیے بہتر نہیں ہے کہ وہ خود کسی طالبِ علم سے یا کسی اور سے گوشت کا مطالبہ کریں۔

نیز اس طرح گوشت کا مطالبہ کرنا قاری صاحب کے بھی شان کے خلاف ہے۔ لہذا قاری صاحب خود گوشت کا مطالبہ نہ کریں[۱]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

کتبہ: عبد البصیر
المتخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی
۱۸/۵/۱۴۳۸ھ=۵/۱/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۰۸۴۷)

(بقیہ حاشیہ)

۶۰].وفي الدر المختار (۲/ ۳٦۸): (وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف). وفي «الدر المختار ورد المحتار» (۲/ ۳٦۹): (قوله في المصارف) أي المذكورة في آية الصدقات إلا العامل الغني فيما يظهر ولا تصح إلى من بينهما أولاد أو زوجية ولا إلى غني أو هاشمي ونحوهم ممن مر في باب المصرف....إلخ. وكذا في «البحر الرائق» (۲/ ۲۵۸). وفيه أيضا (۲/ ۲۷۵): وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف اهـ.

(۱) لما في «البحر الرائق» (۲/ ۲٦۹): (قوله: ولا يسأل من له قوت يومه) أي لا يحل سؤال قوت يومه لمن له قوت يومه لحديث الطحاوي: «من سأل الناس عن ظهر غنى فإنه يستكثر من جمر جهنم. قلت: يا رسول الله! وما ظهر غنى؟ قال: أن يعلم أن عند أهله ما يغذيهم وما يعشيهم».

مکتب کے لیے کسی سے تعاون کا مطالبہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب کا طلبۂ کرام کے لیے مخیّر حضرات سے قرآن پاک، نورانی قاعدے، نماز کی کتابیں اور ڈیسک وغیرہ منگوانا شرعاً کیسا ہے؟ حکم وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عام لوگوں (جن سے بے تکلفی کا تعلق نہ ہو) سے خطاب خاص کی صورت میں اس طرح کا تعاون طلب کرنا مناسب نہیں، البتہ خطاب عام کی صورت میں کوئی آمادہ ہو جائے یا از خود کوئی کسی قسم کے تعاون کی پیشکش کر دے تو ان دونوں صورتوں میں مذکورہ تعاون حاصل کرنا جائز ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دارالافتاء جامعۃ الرشید
۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۳۲۰۰)

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۹/۸/۳۹ھ

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۹/۸/۳۹ھ

مہمانوں کو پلانا جائز ہے، البتہ ایسی چھوٹی چیزوں کا از خود مطالبہ کرنا مناسب نہیں (۱)۔

واللہ اعلم بالصواب
بندہ سید نور محمد عفا اللہ عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۹/۰۸/۱۴۳۹ھ=۰۶/۰۵/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۵۲/۱۱۸)

الجواب صحیح
بندہ مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ
۱۹/۸/۳۹ھ=۵/۵/۱۸ء

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۹/۸/۳۹ھ=۵/۵/۱۸ء

قاری صاحب کا طلباء سے عید کے لیے کپڑے یا دیگر اشیاء کا مطالبہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر معلم قرآنِ پاک طلباء کرام سے عید کے لئے عطر یا کپڑوں کا مطالبہ کرے تو ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ قاری صاحب مستحق ہو یا غیر مستحق ہو، دونوں صورتوں میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ عام حالات میں کسی سے ہدیہ وغیرہ کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے، لہذا صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کے لیے اپنے شاگردوں سے عید کے لیے عطر یا کپڑوں کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے، اگرچہ قاری صاحب مستحق کیوں نہ ہو، جب کہ ان کے پاس دو وقت کا کھانا موجود ہو، البتہ طلباء از خود اپنی خوشی سے کوئی چیز قاری صاحب کو بطورِ ہدیہ وغیرہ دیں تو قاری صاحب کے لیے اس کا لینا درست ہے (۲)۔

بندہ ارسلان بشیر گلگتی عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۸/۲/۲۰۱۸ء = ۲۱/۵/۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۵۱/۱۱۲)

الجواب صحیح
بندہ مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ
۲۱/۵/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۲۱/۵/۱۴۳۹ھ

---

(۱) لما في «الدر المختار مع رد المحتار» (٦/ ٧١٢): «لو أجره الأب أو الجد أو الوصي صح؛ إذ لهم استعماله بلا عوض للتهذيب والرياضة، فبالعوض أولى. وفيه أيضا (٦/ ٦٢٦): وفي فوائد صاحب «المحيط»: له إعارة الولد إذا كان لخدمة الاستاد لتعلم الحرفة ولغير ذلك لا يجوز. وفيه أيضا: (٨/ ٤٢٣): « وأما ما يرجع إلى الواهب فهو أن يكون الواهب من أهل الهبة وكونه من أهلها أن يكون حرا عاقلا بالغا مالكا للموهوب حتى لو كان عبدا أو مكاتبا أو مدبرا أو أم ولد أو من في رقبته شيء من الرق أو كان صغيرا أو مجنونا أو لا يكون مالكا للموهوب لا يصح، هكذا في «النهاية».

(٢) لما في «الآحاد والمثاني» (٣/ ١٦٨): عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه، فذكر حديثه عن رسول الله ﷺ قال: «لا يحل مال امرئ مسلم إلا عن طيبة نفس». وفي «بدائع الصنائع» (٤/ ١٤٩): فلا يصح مع الكراهة، والهزل والخطأ؛ لأن هذه العوارض تنافي الرضا.

مکتب و مدرسہ میں ممنوعہ اشیاء استعمال کرنا / انتظامی امور کے تحت طلبہ کی تلاشی لینا اور اشیاء ضبط کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) ماوا، رتن، جے ایم (JM)، سٹی، چھالیہ، میٹھا پان، پتی والا پان استعمال کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) مکتب کی انتظامیہ کی طرف سے اوپر ذکر کردہ چیزوں کو درس گاہ میں لانے پر پابندی ہو اور مکتب کی انتظامیہ کی طرف سے اعلان کو باقاعدہ نوٹس بورڈ وغیرہ پر نشر بھی کر دیا ہو، تو کیا قاری صاحب انتظامی امور کے پیشِ نظر طلباء کی جیب کی تلاشی لے سکتا ہے؟

(۳) قاری صاحب نے (بالغ یا نابالغ) طلباء کرام کی جیب سے کچھ چیزیں ضبط کر لی، مثلاً: ماوا، رتن، جیم (JM)، سٹی، چھالیہ، میٹھا پان، پتی والا پان، نسوار، گٹکا، مین پوری، وغیرہ، مذکورہ چیزیں ضبط کرنے کے بعد قاری صاحب ان مذکورہ چیزوں کو خود ضائع کریں؟ یا جن طلباء کی جیب سے چیزیں برآمد ہوتی ہیں ان کے ہاتھ سے ضائع کروائے؟ یا ان کے والدین کے حوالے کی جائیں۔

ان تینوں سوالوں کا جواب علیحدہ علیحدہ وضاحت فرمائیں۔
بالغ یا نابالغ کی وضاحت بھی فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

۱۔۔۔ واضح رہے کہ ہر وہ چیز جس میں نشہ ہو حرام ہے، اور سوال میں ذکر کردہ چیزوں میں چونکہ نشہ نہیں ہے، بلکہ تیزی اور حدت ہے، لہذا اس کا استعمال جائز ہے، البتہ مذکورہ چیزوں میں سے جن پر حکومت کی طرف سے پابندی ہے، اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

۲۔۔۔ مکتب کی انتظامیہ ایسا قانون اور ضابطہ بنا سکتی ہے، جس میں طلباء کے اخلاق وغیرہ کی اصلاح ہو، کیونکہ انتظامیہ کی ذمہ داری صرف اسباق کی حد تک محدود نہیں، بلکہ اخلاق کی ذمہ داری بھی انتظامیہ کی ہے، لہذا اس قانون پر عمل درآمد کے لیے انتظامیہ طلباء کے جیبوں کی تلاشی لے سکتی ہے۔

بارھواں باب: جرمانہ اور ضبط سے متعلق مسائل

بچوں کی حاضری یقینی بنانے کے لیے مالی جرمانہ لینا اور اس کی رقم کو مدرسہ میں استعمال کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں بالغ یا نابالغ طلباء کی حاضری یقینی بنانے کے لیے مالی جرمانہ لینا کیسا ہے؟

جرمانے کو استاد اگر اپنی ذات پر خرچ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر جرمانے کو استاد مدرسہ کی مد میں، مثال کے طور پر رجسٹر یا بلیک بورڈ وغیرہ پر استعمال کرے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ یا جرمانے کو سال کے آخر میں بچوں کو واپس کیا جائے؟ اگر جرمانہ لینا جائز ہے تو کس مد میں استعمال کیا جائے؟

دلائل شرعیہ سے جواب عنایت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

صورتِ مسئولہ میں کسی بھی صورت میں طلباء کی حاضری کو یقینی بنانے کے لیے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں، اس سے اجتناب اور احتراز کیا جائے، کوئی دوسری مناسب کاروائی کی جائے۔ اگر کسی طالب علم سے مالی جرمانے کی مد میں کوئی رقم لی گئی تو وہ رقم مذکورہ طالبِ علم کو واپس کرنا ضروری ہے، اس کو مدرسہ کے کسی مصرف میں یا استاد اپنے مصرف میں استعمال نہیں کر سکتا۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحاصل: أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال.

(رد المحتار على الدر المختار، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال: ٤/ ٦٢، ط: سعيد). فقط واللہ تعالیٰ أعلم

کتبہ: عبد الکریم دین پوری
دار الافتاء، جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۱۳/۴/۱۴۳۸ھ = ۱۲/۱/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۱۶/۲۷)

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف
۱۳/۴/۳۸ھ

الجواب صحیح
ابو بکر سعید الرحمٰن

سبق کے دوران بچوں سے لی ہوئی چیز کا لوٹانا ضروری ہے

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں دورانِ تعلیم اگر طالبِ علم بالغ ہو یا نابالغ، کوئی چیز کھا رہا ہو، مثلاً: بسکٹ، چاکلیٹ، ٹافی، وغیرہ، اگر استاد ضبط کرلے، تو تعلیم کے آخر میں یعنی جب طلبہ کی چھٹی ہو جائے، تو استاد کے لیے ذکر کردہ چیزیں واپس کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟

اگر استاد نے طلبہ کی چیزوں کو کھالیا تو استاد کے لیے اس کی رقم ادا کرنا ضروری ہوگا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ شریعت مقدسہ میں کسی کی چیز اس کی رضامندی کے بغیر ضبط کرلینا یا استعمال کرنا جائز نہیں، چاہے وہ بالغ ہو یا نابالغ، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں سبق کے دوران اگر طالبِ علم سے کوئی چیز لے لی جائے، تو بعد میں اس کو واپس کرنا ضروری ہے، طالبِ علم کی اجازت کے بغیر اس چیز کا استعمال کرنا یا کھانا جائز نہیں، اور اگر استاد اس کو کھالے، تو اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے، اور اگر بچہ نابالغ ہو تو اجازت بھی معتبر نہیں ہے، اس لیے استاد کو مذکورہ طرزِ عمل سے اجتناب کرنا چاہیے اور اصلاح وتربیت کے لیے مفید اور مناسب طریقہ اختیار کرنا چاہیے[1]۔

والله اعلم بالصواب
انوار الحق بن فیض الحق
المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث
معہد عثمان بن عفان
۱۴۳۸/۵/۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: ۷۸/۴۲)

الجواب صحیح
احقر سلیم اللہ عفا اللہ عنہ
۳۸/۵/۱۶ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ عفی عنہ
۱۴۳۸/۵/۱۶ھ

---

(١) لما في «سنن الدار قطني»: عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: «لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه». (كتاب البيوع: ٣/ ٤٢٤، رقم الحديث: ٢٨٨٥، ط: مؤسسة الرسالة)، وفي «البحرالرائق»: والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (فصل في التعزير: ٥/ ٤٤، ط: دارالكتب العربية الكبرى)

۳۔۔۔۔۔ سوال میں ذکر کردہ چیزیں اگر طلباء کی جیبوں سے برآمد ہو جائیں تو قاری صاحب کو ان چیزوں کو ضائع کرنا درست نہیں ہے، چاہے طلباء بالغ ہوں یا نابالغ، اور نہ ہی ان سے ضائع کروائے، تنبیہ نہ ہونے کی صورت میں والدین کو اطلاع دے دے۔

لما في «الدر» مع «الرد»:

وفي «الأشباه» في قاعدة: الأصل الإباحة أو التوقف، ويظهر أثره فيما أشكل حاله كالحيوان المشكل أمره والنبات المجهول سمته اهـ.

قلت: فيفهم منه حكم النبات الذي شاع في زماننا المسمى بالتتن فتنبه.

وقوله: (فيفهم منه حكم النبات) وهو الإباحة على المختار أو التوقف، وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكار وتفتيره و إضراره، وإلا لم يصح إدخاله تحت القاعدة المذكورة ولذا أمر بالتنبه. (كتاب الأشربة: ١٠/ ٥١، ط: دار المعرفة)

وفي «مجموعة رسائل اللكنوي»:

استفسار: هل يجوز أكل النورة في الورق المأكول في أمصار الهند، وهو التنبول؟

استبشار: نعم، في «نصاب الاحتساب»: وذكر الحلواني: أن أكل الطين إن كان يسيرا يكره......وقال العبد ـ أصلحه الله شأنه ـ ويقاس على هذا أنه يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند؛ لأنه قليل نافع...فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها وهو الخمرة.... (ما يتعلق باللبس والاستعمال: ٤/ ١٤٨، إدارة القرآن) فقط

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
سمیع اللہ	عبدالباری غفرلہ	کتبہ: صدام حسین غفرلہ
۱۴۴۰/۷/۱۲ھ	۱۴۴۰/۷/۱۲ھ	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
		بالجامعۃ الفاروقیہ، کراتشی
		۱۴۴۰/۷/۹ھ=۲۰۱۹/۳/۱۷ء
		(فتویٰ نمبر: ۲۰۵-۲۰۳/۱۵۵)

ہو گا[1]۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
عبد الرحمٰن خضر غفر لہ ولوالدیہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۳۰/جمادی الاولیٰ/۱۴۳۸ھ
۲۸/فروری/۲۰۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۱۸۶۶/۵۸)

الجواب صحیح
محمد عبد المنان عفی عنہ
نائب مفتی جامعہ دار العلوم کراچی
۳۰/جمادی الاولیٰ/۱۴۳۸ھ
۲۸/فروری/۲۰۱۷ء

(١)لما في «الآحاد والمثاني» (٣/ ١٦٨): عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه، فذكر حديثه عن رسول الله ﷺ قال: «لا يحل مال امرئ مسلم إلا عن طيبة نفس». وفي «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٤/ ٤١): (لا بأخذ مال في المذهب). قال في «الفتح»: وعن أبي يوسف: يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة: لا يجوز. اهـ... وظاهره: أن ذلك رواية ضعيفة عن أبي يوسف...وأفاد في «البزازية»: أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شيء من ماله عنه مدة لينزجر، ثم يعيده الحاكم إليه، لا أن يأخذه الحاكم لنفسه، أو لبيت المال، كما يتوهمه الظلمة؛ إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي.... والحلصل: أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال..». وفي «مجمع الضمانات» (الفصل التاسع من الباب التاسع: ص ٢٥٣، دار الكتب العلمية): «غصب من صبي شيئا، ثم دفعه إليه، فإن كان الصبي من أهل الحفظ بأن كان يعقل الأخذ والإعطاء صح وإلا فلا يكون بمنزلة ما لو رفع السرج عن ظهر دابة الغير، ثم أعاده إلى ظهر الدابة: لا يصح...اهـ

طالبِ علم سے مضرِ صحت اشیاء ضبط کرنے اور ان کو ضائع کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔ پتّی والا پان، چورن، چیونگم، یہ چیزیں صحت کے لیے مضر ہیں یا نہیں؟

۲۔ اگر معلم قرآن، طالبِ علم سے، چاہے بالغ ہو یا نابالغ، مدرسہ کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی کرنے پر ان مذکورہ اشیاء کو ضبط کر کے ضائع کر لے تو ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

۳۔ استاد گنہگار ہوگا یا نہیں؟

۴۔ اوپر ذکر کردہ چیزیں اگر استاد ضائع کر دے تو استاد اس کی رقم طالبِ علم کو ادا کرے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔۔۔ اگر مستند ڈاکٹر حضرات ان چیزوں کو مضرِ صحت قرار دیتے ہوں تو یہ مضرِ صحت کہلائیں گی۔

۲۔۔۔ اگر مدرسہ کی انتظامیہ کی طرف سے ان چیزوں کو درس گاہ میں لانے پر پابندی ہو اور مدرسہ کی انتظامیہ کی طرف سے اس اعلان کو باقاعدہ (نوٹس بورڈ وغیرہ پر) نشر بھی کر دیا گیا ہو، تو استاد ان چیزوں کو ضبط کر سکتا ہے۔

۳،۴۔۔۔ جہاں تک ان چیزوں کے ضائع کرنے اور اس کی رقم کی ادائیگی کا تعلق ہے تو استاد کے لیے نابالغ اور ناسمجھ بچوں کی اشیاء ضائع کرنے کا اختیار نہیں ہے، بلکہ استاد کو چاہیے کہ ضبط کرنے کے بعد ان اشیاء کو ضائع کیے بغیر بچے کے والد یا سرپرست کے سپرد کر دے، ضائع کرے گا تو ضامن ہوگا۔

پھر اگر بچہ ناسمجھ ہو تو اشیاء کی مالیت خود بچے کو بھی واپس کرنے سے یہ واپسی شرعاً درست نہیں ہوگی، بلکہ اس کی قیمت بچے کے والد یا سرپرست ہی کے سپرد کرنا ضروری ہوگا۔

اور اگر بچے بالغ ہوں، اور ان کی اشیاء کو ان سے اجازت لے کر ضائع کیا ہو تو رقم کی ادائیگی تو ضروری نہ ہوگی، البتہ مالِ حلال ضائع کرنے کا گناہ ہوگا، اور اگر بغیر اجازت ضائع کیا تو بطورِ ضمان رقم کی ادائیگی ضروری ہوگی۔ مال ضائع کرنے کے بعد بالغ طلبہ کا معاف کرنا بھی معتبر نہیں

طالبِ علم کو سُرین پر مارنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب بالغ یا نابالغ طالبِ علم کو پکڑ کر مخصوص جگہ پر اس طالبِ علم کو ربڑ کے پائپ یا ڈنڈے سے شرعی حدود سے زیادہ مارے، شرعاً مارنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قاری صاحب کا بالغ یا نابالغ طالبِ علم کو پکڑ کر مخصوص جگہ پر ربڑ کے پائپ یا ڈنڈے سے زور زور سے مارنا یا کثرت سے مارنا بالکل درست نہیں، قاری صاحب سخت گناہگار ہوں گے (۱)۔

والله سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب
عبد الباسط
جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۲۴/۷/۱۴۴۰ھ = ۱/۶/۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۴۲۷۶)

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۲۴/۷/۱۴۴۰ھ

غفلت یا شرارت کرنے پر طلبہ کی پٹائی کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر معلم قرآن ناظرہ، قاعدہ کے بچوں یا حفظ کے چھوٹے بچوں کو بغیر اجازت چھٹی کرنے پر، یا دیر سے آنے پر، یا سبق، سبقی، منزل یاد نہ کرنے پر، یا نماز نہ پڑھنے پر، یا آپس میں جھگڑا کرنے پر، ان کی پٹائی کرے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

تعلیم وتربیت کے حوالے سے استاد کسی غفلت اور کوتاہی پر طالبِ علم کی تادیباً پٹائی کر سکتا ہے، لیکن اس بارے میں اول زبانی تنبیہ ہونی چاہیے اور اگر اس پر بھی نہ مانے تو غفلت اور کوتاہی کی نوعیت اور طالبِ علم کی طبیعت اور تحمل اور برداشت کے مناسب کوئی سزا دی جا سکتی ہے، البتہ اس بارے میں سزا کی دیگر حدود وشرائط کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ جو کہ اس سلسلۂ سوالات میں سے ایک سوال کے جواب میں تفصیل سے لکھی جا چکی ہیں۔ (فتویٰ نمبر: ۶۲۳۹۲/۵۷)

---

(۱) لما في «حاشية الطحطاوي» (كتاب الصلاة، ۱/ ۱۷۰، رشيدية): «والمنصوص أنه يجوز للمعلم أن يضرب بأذن أبيه فهو ثلاث ضربات ضربًا وسطًا سليمًا... لا بخشبة فلأن الضرب بها ورد في جناية صادرة من المكلف ولا جناية من الصغير».

تیرھواں باب: سزا اور ضمان کے متعلق مسائل

بالغ یا نابالغ طالبِ علم کو شرعی حدود سے زیادہ مارنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر قاری صاحب بالغ یا نابالغ طالب علم کو بطور سزا شرعی حدود سے تجاوز کر کے زیادہ مارے۔ شرعی حدود سے زیادہ مارنے کی صورت میں بالغ یا نابالغ طالب علم سے معافی کی کیا صورت ہوگی؟ کیا شرعاً قاری صاحب گناہگار ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ شاگرد کو سزا دینے میں شرعی حدود سے تجاوز کرنے پر استاد گناہگار اور ماخوذ ہوتا ہے، لہٰذا اگر استاد نے بالغ طلبہ کو مارا ہے اور وہ زندہ ہیں تو ان سے معافی مانگے، اور اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو ان کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرتا رہے اور استغفار کی کثرت کرے۔ اور اگر وہ نابالغ ہیں اور زندہ ہیں تو ان سے بھی معافی مانگے اور انہیں خوش کرے، اگرچہ نابالغ کی معافی کا اعتبار نہیں ہے بلوغ کے بعد ان کی معافی معتبر ہے، تاہم ان کے لیے دعاءِ خیر اور ایصالِ ثواب کرتا رہے، اور خود بھی استغفار کی کثرت رکھے، ان شاء اللہ مؤاخذہ نہیں ہوگا[1]۔ فقط

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۴۴۰/۹/۳ھ

الجواب صحیح
عبدالباری
۱۴۴۰/۹/۳ھ

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ: عبدالحکیم بن محمد نبی غفرلہما
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیۃ، بکراتشی
۱۴۴۰/۸/۳ھ=۲۰۱۹/۵/۸ء

---

(۱) لما في «الدر المختار» مع «رد المحتار»: (وإن وجب، ضرب ابن عشر عليها بيد لا بخشبة وكذا المعلم ليس له أن يجاوزها...وظاهره أنه لا يضرب بالعصا في غير الصلاة أيضا. قوله: (إلا بخشبة) أي: عصا، ومقتضى قوله: (بيد) أن يراد بالخشبة ما هو الأعم منها ومن السوط، أفاد «ط». (كتاب الصلاة: ٦/ ٧، رشيدية، كويته).

طلبہ کی طرف بطورِ سزا ڈنڈا یا پائپ پھینکنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کی کلاس میں پڑھائی کے دوران طالبِ علم کی شرارت کرنے پر، یا سبق نہ سنانے پر، یا باتیں کرنے پر، قاری صاحب کا طالبِ علم کی طرف ڈنڈا یا پائپ پھینکنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز قاری صاحب کا طالبِ علم کی طرف تنبیہ کے لیے ڈنڈا یا پائپ پھینکنا چاہیے، یا اس طالبِ علم کو اپنے پاس بلا کر اس کو تنبیہ کرے؟ وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ کی رو سے معلم کو طالبِ علم کی تعلیم اور تادیب کا حق حاصل ہے۔ تادیب کا بنیادی مقصد طالبِ علم کی اصلاح ہوتی ہے۔ اگر اس سے کوئی نامناسب فعل سرزد ہو جائے تو اس کی سرزنش کی جاتی ہے۔ لیکن بعض اوقات یہ سرزنش زبان سے کافی نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لیے مار پیٹ کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ لیکن اس میں بھی یہ لحاظ ضروری ہے کہ مار پیٹ اس حد تک نہ پہنچے جو تعذیب کی شکل اختیار کرے۔

تاہم حالات کے بدلنے سے تادیب کے مفہوم میں تبدیلی آتی ہے، آج کل کے حالات میں مارنے کو تعذیب سمجھا جاتا ہے، اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے، بلکہ اصلاح کے لیے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس میں طالبِ علم کا فائدہ ہو اور بدنامی کا ذریعہ نہ بنے۔

صورتِ مسئولہ میں مکتب کی کلاس میں پڑھائی کے دوران طالبِ علم کی شرارت کرنے پر، یا سبق نہ سنانے پر، طالبِ علم کی طرف دور سے ڈنڈا یا پائپ پھینکنے یا قریب بلا کر مار پیٹ کرنے سے قاری صاحب کا احتراز کرنا ضروری ہے، کیونکہ قاری صاحب کو بطورِ معلم صرف طالبِ علم کی تادیب کا حق حاصل ہے، جب کہ مار پیٹ کے ذریعے تادیب کو معاشرے میں ناپسند کیا جاتا ہے اور تعذیب سمجھا جاتا ہے، اس لیے مار پیٹ سے مکمل احتراز کر کے تادیب واصلاح کے لیے دیگر متبادل طریقے اختیار کرنے چاہئیں[1]۔

---

(۱) لما في «الدر المختار»: (وإن وجب: ضرب ابن عشر عليها بيد لا بخشبة)؛ لحديث «مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر». وفي «شرحه»: قوله: (بيد) أي: ولا يجاوز الثلاث، وكذلك المعلم ليس له أن يجاوزها.

سزا میں بچوں کے درمیان تفریق

حفظ کے بڑے بچوں کو سوال بالا میں مذکور چیزوں پر نہ مارا جائے، بلکہ ان پر صرف غصہ کیا جائے یا ان کو پیار محبت سے سمجھایا جائے تو کیا یہ امتیاز اور تفریق زیادتی میں تو نہیں آئے گی؟

الجواب باسم ملہم الصواب

نہیں، لیکن کوتاہی پر بچوں کو بھی حتی الوسع مار پیٹ سے بچانا چاہیے، انہیں بھی بار بار پیار سے سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے، مار پیٹ کا معمول نہ ہو تو کبھی کبھار مار سے بچے امتیازی سلوک کا تاثر نہیں لیں گے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ اعلم بالصواب
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۱۶/۶/۳۹ھ	۱۵/۶/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۲۳۹۳)

سزا کی مختلف صورتوں کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

سزا میں کھڑا کرنا، مرغا بنانا، اٹھک بیٹھک کروانا کیسا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

شرعاً سزا کی کوئی حد یا صورت مقرر نہیں، لہٰذا مذکورہ صورتوں میں بھی سزا دی جا سکتی ہے، لیکن کوئی بھی ایسی سزا جو شرف انسانیت یا عزت نفس کے منافی ہو، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ مثلاً: مرغا بنانا[1]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	نواب الدین
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۱۰/۶/۳۹ھ	۱۰/۶/۳۹ھ	۱۰/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۵۷/۶۲۲۷۸)

---

(١) لما في «الدر المختار ورد المحتار» (٦/ ٤٣٠): (قوله: والأب يأمر)...أي: لا يجوز ضرب ولد الحر بأمر أبيه، أما المعلم: فله ضربه؛ لأن المأمور يضربه نيابة عن الأب لمصلحته، والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك أبيه لمصلحة التعليم، وقيده الطرسوسي بأن يكون بغير آلة جارحة.

تعذیب کا پہلو غالب معلوم ہوتا ہے۔ ہاتھ کے علاوہ تقریباً ایک بالشت کی چھڑی وغیرہ سے مارنے کی بھی گنجائش ہے۔ البتہ اس سے زیادہ بڑے کسی ڈنڈے اور لاٹھی یا پائپ وغیرہ سے نہ مارا جائے(۱)۔

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۲۳/۸/۳۹ھ

الجواب صحیح
سعید احمد حسن
۲۷/۳/۴۰ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۲۷/ربیع الاول/۱۴۴۰ھ
(فتویٰ نمبر: ۵۸/۶۴۷۸۰)

معلم کے سزا دینے سے طالبِ علم کا چشمہ یا گھڑی ٹوٹنے پر ضمان کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں قاری صاحب بطورِ سزا بالغ یا نابالغ طالب علم کو غصہ کی حالت میں منہ پر طمانچہ مارے، جس سے طالبِ علم کا چشمہ ٹوٹ جائے، بالغ یا نابالغ طالبِ علم کے ہاتھ پر ڈنڈا یا پائپ مارے، جس سے طالبِ علم کی گھڑی کا شیشہ ٹوٹ جائے۔

شرعاً دونوں صورتوں میں قاری صاحب پر ضمان لازم آئے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً

قاری صاحب کے لیے طالبِ علم کو اس طرح منہ پر مارنا اور ڈنڈے سے ہاتھ پر مارنا جائز نہیں اور اگر اس صورت میں طالبِ علم کی گھڑی یا چشمہ ٹوٹ جائے تو قاری صاحب پر ضمان آئے گا(۲)۔

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۲۳/۷/۱۴۴۰ھ

واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: صہیب حسن
متعلم جامعہ یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(فتویٰ نمبر: ۱۳۲۷۰)

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (٦/ ٤٣٠): «(قوله جاز بأمره) أي بالقدر الذي يملكه السيد ما لم يبلغ به حدا بحسب الجرائم - ش- فإن لزمه حد لا يحده إلا بإذن القاضي (قوله والأب يأمر) جملة حالية أي لا يجوز ضرب ولد الحر بأمر أبيه، أما المعلم فله ضربه لأن المأمور يضربه نيابة عن الأب لمصلحته، والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك أبيه لمصلحة التعليم، وقيده الطرسوسي بأن يكون بغير آلة جارحة...إلخ

(۲) لما في «البحر الرائق» (٨/ ٤٨): «ولنا أن التلف حصل بفعل غير مأذون فيه هو التسليم دون غيره عرفًا وعادةً فيضمن». وكذا في «مجمع الأنهر» (٤/ ٥١، كتاب الحجر، ط: دار الكتب العلمية).

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: محمود الحسن سواتی
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۰۱۸/۱۰/۱۲ء	۱۴۴۰/۲/۷ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۳۷/۲۹۷/۳۲۸)

طلبہ کو سزا دینے کی شرعی حدود

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں بطورِ سزا قاری صاحب کا طلبۂ کرام کو کن کن جگہوں پر مارنا چاہیے؟ اور کتنا مارنا چاہیے؟ اور کس چیز سے مارنا چاہیے؟ اس سوال کا تفصیل سے مکمل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً

بوقتِ ضرورت استاد، طالبِ علم کو سزا دے سکتا ہے، اگرچہ طالبِ علم نابالغ ہو، البتہ بچوں کو مارنے میں ان کے برداشت اور تحمل کا لحاظ نہایت ضروری ہے، البتہ مارنے کی مقدار کے بارے میں کہ کتنا مارنا چاہیے؟ اس بارے میں بعض روایات کے پیشِ نظر اکثر اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ تین سے زیادہ نہ مارے، البتہ بعض اہلِ علم کی تصریح کے مطابق اس بارے میں منقول روایات میں تین ضربات سے زیادہ مارنے پر روایات میں مذکور وعید اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ بلا ضرورت اس حد سے زیادہ مارا جائے، لہٰذا ضرورت سے اور بچے کے تحمل اور برداشت کے پیشِ نظر، مثلاً بچہ مضبوط اور طاقتور ہو اور تین ضربات سے اسے مطلوبہ تنبیہ حاصل نہ ہو تو ضرورت کی حد تک اس سے زائد مارنے کی گنجائش بھی معلوم ہوتی ہے، البتہ اتنا اور ایسا نہ مارا جائے کہ زخمی ہو جائے یا جسم پر نشانات پڑ جائیں۔

رہا یہ سوال کہ بچوں کو کن جگہوں اور مواقع پر مارا جائے تو اس بارے میں کوئی خاص ضابطہ تو منقول نہیں، لیکن شرعی سزاؤں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد کتب احادیث اور فقہ میں منقول ہے، جس کے مطابق سر، چہرہ اور شرمگاہ پر مارنے سے احتراز ضروری ہے۔ اسی طرح پیٹ اور سینہ پر بھی مارنے سے احتراز ضروری ہے، لہٰذا ہاتھ کی ہتھیلی پاؤں کے تلووں اور بازو پر مارنے کو ترجیح دی جانی چاہیے اور کمر پر بھی مارا جا سکتا ہے، لیکن بچوں کو کمر پر مارنے میں احتیاط ضروری ہے۔

اب رہی بات کہ کس چیز سے مارا جائے تو سب سے بہتر یہ ہے کہ ہاتھ سے مارا جائے، لیکن مکوں کے استعمال سے سخت اجتناب کی ضرورت ہے، اس لیے کہ اس میں تادیب کی بجائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) واضح رہے کہ اگر استاد کبھی طالبِ علم کو تادیباً شرعی حدود میں رہتے ہوئے سزا دے، اور اس کی وجہ سے طالبِ علم پڑھائی چھوڑ دے، تو اس کا وبال وگناہ استاد کے اوپر نہیں ہو گا، تاہم اگر استاد، طالبِ علم کو بلاوجہ، یا شرعی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے سزا دے اور اس کی وجہ سے طالبِ علم بددل ہو کر پڑھائی چھوڑ دے، تو اندیشہ ہے کہ علم دین سے محرومی کا وبال اس کے استاد پر بھی پڑے، اعاذنا اللہ منہ[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	بندہ کلیم اللہ عفی عنہ
عبید اللہ عفی عنہ	بندہ محمد یونس عفی عنہ	دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴۴۰/۱/۹ھ	۸/ محرم الحرام/ ۱۴۴۰ھ	۸/ محرم الحرام/ ۱۴۴۰ھ = ۱۹/ ستمبر/ ۲۰۱۸ء
		(فتویٰ نمبر: ۹۵/۱۲۲)

طالبِ علم سے لی گئی چیز معلم سے گم ہو جائے تو ضمان ہو گا یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں قاری صاحب نے بالغ یا نابالغ طالبِ علم سے طلباء کے سبق پر نشان لگانے کے لیے، یا بچوں کی حاضری لگانے کے لیے، یا اپنا ذاتی کام کرنے کے لیے بالغ یا نابالغ طالبِ علم کا قلم استعمال کر لیا اور وہ پین ختم ہو گیا، یا قاری صاحب سے وہ پین گم ہو گیا۔ پین ختم ہونے کی صورت میں یا گم ہونے کی صورت میں قاری صاحب پر ضمان لازم آئے گا؟

الجواب وباللہ التوفیق

شریعت کی رو سے شئ مستعار مستعیر کے پاس امانت ہوتی ہے اور اس کی حفاظت بھی امانت کی طرح ہے، یعنی وہ چیز اگر اتفاق سے ٹوٹ جائے یا خراب ہو جائے تو مستعیر پر کوئی تاوان نہیں، لیکن اگر غلط طریقے سے استعمال کیا یا قصداً خراب کر دیا تو تاوان لازم ہو گا۔

صورتِ مسئولہ میں بالغ طالبِ علم کا قلم قاری صاحب کے ہاتھ امانت ہوتا ہے، لہذا وہ قلم اگر اتفاق سے ختم ہو جائے یا تعدی وغفلت کے بغیر گم ہو جائے تو قاری صاحب پر ضمان

---

(۱) لما في «سنن الترمذي» ت: بشار (٤/ ٣٣٩) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ما من نفس تقتل ظلما إلا كان على ابن آدم كفل من دمها، وذلك لأنه أول من أسن القتل وقال عبد الرزاق: سن القتل». هذا حديث حسن صحيح.

کیا استاد طالبِ علم کو چہرے پر مارنے سے گناہگار ہوگا؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں قاری صاحب بالغ یا نابالغ طالبِ علم کو چہرے پر طمانچہ مارے تو شرعاً قاری صاحب گناہگار ہوگا؟

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ نے تعلیم دیتے وقت شاگردوں کو سزا دینے کے لیے حدود مقرر کئے ہیں، جس سے تجاوز کرنا درست نہیں، اسی حدود کے اندر رہ کر سزا دینی چاہیے۔

صورتِ مسئولہ میں طالبِ علم خواہ بالغ ہو یا نابالغ ،اس کو چہرے پر مارنا شرعاً ناجائز ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ اپنے غلام یا بیٹے کو مار رہا تھا اور اس کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔تو حضور ﷺ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی کو مارے تو چہرے پر مارنے سے احتراز کرے۔لہٰذا اگر قاری صاحب کسی طالبِ علم کو چہرے پر مارے گا تو غیر شرعی امر کا مرتکب ہو کر گناہگار ہوگا،کیوں کہ چہرہ ہر انسان کے اشرف اعضاء میں سے ہے اور انسان کے حسن و حواس کا منبع ہے،تو اس کو مارنے پر اور بُرا بھلا کہنے سے احتراز کرنا ضروری ہے۔بلکہ مطلقاً بچوں کے مارنے سے اجتناب کرے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: شاہ زمان
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ
۲۰۱۸/۱۲/۱۸ء	۱۴۴۰/۵/۱۱ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۸۸/۲۹۷/۳۲۸)

استاد کی مار کی وجہ سے مدرسہ چھوڑنے پر استاد گناہگار ہوگا یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب نے ایک طالبِ علم کو کوتاہی کرنے یا سبق وغیرہ نہ سنانے پر مارا اور مارنے کی وجہ سے مدرسہ سے بدظن ہو کر مدرسہ چھوڑ دیا، تو پڑھائی سے محروم ہونے کی وجہ سے شرعاً استاد گناہگار ہوگا یا نہیں؟

(۱) لما في «سنن أبي داود» (رقم: ٤٤٩٣): «عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: «إذا ضرب أحدكم فليتق الوجه».

الجواب صحیح
نجم الرحمن
۲۰۱۸/۱۰/۱۸ء

الجواب صحیح
غلام الرحمن
۱۴۴۰/۲/۱۳ھ

کتبہ: حیات الرحمن عثمانی
شریک تخصص فی الفقہ والافتاء
جامعہ عثمانیہ، پشاور
(فتویٰ نمبر: ۲۳۴۹/۲۹۷/۳۲۸)

نہیں، البتہ کوتاہی برتنے کی صورت میں ضمان لازم ہوگا، تاہم نابالغ طالبِ علم سے بطورِ عاریت کے کوئی چیز لینا درست نہیں، کیونکہ نابالغ اپنی چیز کسی کو عاریت پر نہیں دے سکتا(۱)۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: طیب احمد
		متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	جامعہ عثمانیہ، پشاور
۲۰۱۸/۱۲/۱۱ء	۱۴۴۰/۵/۳ھ	۳/ربیع الثانی/۱۴۴۰ھ
		(فتویٰ نمبر: ۲۶۱۳/۲۹۷/۳۲۲)

طالبِ علم سے استاد کا موٹر سائیکل خراب ہو جانے پر ضمان کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر ایک قاری صاحب سے کوئی بالغ طالبِ علم موٹر سائیکل مانگ کر اپنے کام سے چلا جائے اور اس طالبِ علم سے موٹر سائیکل خراب ہو جائے تو اس کا ضمان طالبِ علم پر لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق

شرعی نقطۂ نظر سے عاریت پر دی ہوئی چیز امانت کے حکم میں ہوتی ہے لہٰذا مستعیر پر اس چیز کی حفاظت کرنا لازم اور ضروری ہے، اگر مستعیر کے ہاتھ میں وہ چیز اس کی تعدی، غفلت اور تقصیر کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان لازم آئے گا، اگر بغیر تعدی، غفلت اور تقصیر کے ہلاک ہو جائے تو مستعیر پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب کا بالغ طالبِ علم کو موٹر سائیکل دینا بطورِ عاریت ہے اور عاریت امانت کے حکم میں ہوتی ہے، لہٰذا اگر طالبِ علم کی تعدی، غفلت اور تقصیر کی وجہ سے خراب ہو تو ضمان لازم ہوگا، لیکن اگر اس کی تعدی، غفلت اور تقصیر کی وجہ سے نہ ہو تو اس صورت میں طالبِ علم پر کوئی ضمان لازم نہیں آئے گا(۲)۔

---

(۱) لما في «الفتاوى الهندية» (٥/ ١١٠): والتصرفات ثلاثة أنواع: ضار محض كالطلاق والعتاق والهبة والصدقة فلا يملكه الصبي، وإن أذن له الولي، ونافع محض كقبول الهبة والصدقة فيملكه بغير إذنه، ودائر بين النفع والضرر كالبيع والشراء والإجارة والنكاح فيملكه بالإذن، ولا يملكه بدونه.

(۲) لما في «مجلة الأحكام العدلية» (ص: ١٤٨): (المادة ٧٧٧) الوديعة أمانة بيد المستودع بناء عليه إذا هلكت أو فقدت بدون صنع المستودع وتعديه وتقصيره في الحفظ لا يلزم الضمان.

تو نہیں پڑے گا؟

اس سے استاد یا طالبِ علم گناہگار تو نہیں ہوگا؟ آیت کے درمیان علامتِ وقف "لا" آجائے، یا "ط" آجائے، یا "ج" آجائے تو آیتِ وقف کے درمیان سے جائزہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

امتحان اور جائزہ کی غرض سے درمیانِ آیت سے پوچھنا یا سننا مطلقاً (خواہ معنی میں فرق آئے یا نہ آئے) بہر حال جائز ہے، بشر طیکہ غلط معنی کا ارادہ مقصود یا شامل نہ ہو[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۱۱/۶/۳۹ھ	۱۱/۶/۳۹ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۲۷۲/۵۷)

مکتب میں لڑکیوں کی تعلیم کی عمر کی حد

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں اگر معلم قرآنِ نو (۹) سال یا نو (۹) سال سے بڑی بچی کو پڑھائے تو اس معلم قرآن کا کیا حکم ہے؟

کیا استاد اور اس کی شاگردہ گناہگار ہوں گے یا نہیں؟ کیا اس شاگردہ کی فیس استاد کے لیے جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

چھ، سات سال تک کی بچیوں کے لیے مکتب میں معلم سے پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، وہ بھی اس صورت میں جب کہ بچوں کی اخلاقی طور پر پوری نگرانی کی جائے۔ آٹھ، نو سال کی بچیوں کے لیے پردے کے بغیر کسی نامحرم مرد سے تعلیم حاصل کرنا کسی فتنہ سے خالی نہیں، لہذا والدین اور اہل مکاتب پر فرض ہے کہ اگر خاتون استاد نہ ملے تو پردے کا اہتمام کرکے ہی مرد استاد سے

(۱) قال الجزري رحمه الله تعالى: وليس في القرآن من وقف واجب ولا حرام غير ماله سبب. (فتح رب البرية شرح المقدمة الجزرية في علم التجويد، ص۸۳).

چودھواں باب: جائز و ناجائز سے متعلق مسائل

طالبِ علم سے غلطی سرزد ہونے پر قاری صاحب کا اسے بددعا دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں قاری صاحب کے کسی شاگرد سے کوئی غلطی ہو جائے اور قاری صاحب طالبِ علم کی غلطی پر اس کو بددعا دیں، تو شرعاً اس قاری صاحب کا کیا حکم ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

جب کسی طالبِ علم سے کوئی غلطی ہو جائے، تو خیر خواہانہ جذبے کے تحت اس کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے، جو طریقہ زیادہ مفید ہو وہ اختیار کرنا چاہیے، ڈانٹ ڈپٹ میں بھی ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہیے جو گالی گلوچ یا بددعائی کے کلمات پر مشتمل نہ ہوں۔ اگرچہ غصہ کی حالت میں کبھی کبھار غیر اختیاری طور پر بددعائی کلمات نکلتے ہیں اس میں بددعائی کی نیت نہیں ہوتی، صرف غصے کے اظہار کے طور پر ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے کلمات مؤثر بھی نہیں ہوتے، لیکن پھر بھی ایسے کلمات کہنے سے گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اساتذہ کی بددعائی طلباء کے حق میں خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہیں، معلوم نہیں کہ کون سی گھڑی قبولیت کی ہوتی ہے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: زبیر احمد
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ
		جامعہ عثمانیہ، پشاور
۲۰۱۸/۱۰/۱۸ء	۱۴۴۰/۲/۸ھ	(فتویٰ نمبر: ۲۳۴۳/۲۹۷/۳۲۸)

امتحان کی غرض سے درمیانِ آیت سے سننا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

اگر مکتب میں معلم قرآن طالبِ علم سے نیا سبق سننے سے پہلے یا ماہواری یا ہفتہ واری جائزہ لینے کے لیے قرآنِ پاک میں رکوع یا آیت کے درمیان سے سنے تو اس سے معنی میں کوئی فرق

(۱) لما في «صحيح مسلم» (٤/ ٢٣٠٤): «سرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة بطن بواط، وهو يطلب المجدي بن عمرو الجهني، ...فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من هذا اللاعن بعيره؟» قال: أنا، يا رسول الله قال: «انزل عنه، فلا تصحبنا بملعون، لا تدعوا على أنفسكم، ولا تدعوا على أولادكم، ولا تدعوا على أموالكم، لا توافقوا من الله ساعة يسأل فيها عطاء، فيستجيب لكم».

قرآنِ مجید میں تعلیم کی غرض سے نشان وغیرہ لگانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کی کلاس میں عام طور پر سبق کی یاد دہانی کے لیے قرآن پاک پر پینسل یا پین سے نشان لگا کر تاریخ لکھتے ہیں، نیز اس بارے میں کس رنگ کا پین استعمال کرنا چاہیے؟

سنا ہے کہ کالے رنگ کا پین استعمال کرنا بہتر ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

قرآن مجید کی تعلیم اور تحفیظ کی تسہیل کی غرض سے مُصحف میں کسی بھی قسم کی ترقیم یا نشان لگانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس بارے میں بہتر یہ ہے کہ کچی پینسل سے کام لیا جائے، بوقتِ ضرورت پین کا استعمال بھی درست ہے، کسی خاص رنگ کی تخصیص یا ترجیح کی کوئی اصل نہیں، بلکہ قرآن مجید میں غیر متعلقہ لکھائی وغیرہ کو ممتاز کرنے کے لیے بہتر یہی ہے کہ کالے کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کا استعمال کیا جائے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	ثواب الدین
۲۲/۶/۳۹ھ	۲۲/۶/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۵۴۰/۵۷)

کسی کے مُصحف کا بلا اجازت استعمال

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں طلبہ کرام کسی کے قرآنِ پاک کو بغیر اجازت استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) لما في «اللباب في شرح الكتاب» (٤/ ١٦٠): قوله: (ويكره التعشير) : أي وضع علامات بين كل عشر آيات (في المصحف، و) كذا (النقط) أي إعجامه لإظهار إعرابه...وفي التعشير والنقط ترك التجريد، ولأن التعشير يخل بحفظ الآي، والنقط بحفظ الإعراب اتكالا عليه، فيكره. قالوا: في زماننا لا بد للعجم من دلالته؛ فترك ذلك إخلال بالحفظ وهجران للقرآن، فيكون حسنا، هداية. قال في الدر: وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامي السور وعد الآي، وعلامات الوقف ونحوها؛ فهي بدعة حسنة. «درر» و «قنية» اهـ.

تعلیم کا بندوبست کریں، فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق ۹ سال کی لڑکی پر پردہ فرض ہے، لہذا اس کے خلاف کرنے سے بے پردگی کے گناہ پر معلم کے علاوہ لڑکی کے والدین یا سرپرست بھی گناہگار ہوں گے۔ (ماخوذ از فتاویٰ محمودیہ: ج ۳ ص ۳۸۰، احسن الفتاویٰ: ج ۸، ص ۳۶)

البتہ پڑھائی کی فیس اگرچہ جائز ہوگی، لیکن کراہت سے خالی نہیں۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۱۱/۶/۳۹ھ	۱۱/۶/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۱۱ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۲۷۴/۵۷)

نابالغ نمازی بچے کے سامنے سے گزرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مسجد یا مدرسہ میں نابالغ طالبِ علم نماز پڑھ رہا ہو، استاد اس نابالغ طالبِ علم کے آگے سے گزر جائے تو اس سے استاد اور نابالغ طالبِ علم گنہگار تو نہیں ہوں گے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

سات سال سے زائد عمر کے بچے کی نماز چونکہ شرعاً درست ہے، لہذا نمازی کے سامنے سے گزرنے کی وعید اس صورت کو بھی شامل ہوگی[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۱۵/۶/۳۹ھ	۱۵/۶/۳۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۳۵۷/۵۷)

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين» (۱/ ۳۵۲): ولفظه «علموا الصبي الصلاة ابن سبع، واضربوه عليها ابن عشر» وقال: حسن صحيح، وصححه ابن خزيمة والحاكم والبيهقي. اهـ. إسماعيل. والظاهر أن الوجوب بعد استكمال السبع والعشر بأن يكون في أول الثامنة والحادية عشر كما قالوا في مدة الحضانة. (قوله: قلت إلخ) مراده من هذين النقلين بيان أن الصبي ينبغي أن يؤمر بجميع المأمورات وينهى عن جميع المنهيات... إلخ.

قرآن، ذکر ووعظ وغیرہ کے لیے بنائی جاتی ہیں، اس لیے مساجد میں دنیاوی بات چیت، دنیوی کام یا خبریں وغیرہ پڑھنے کے لیے بیٹھنا شرعاً ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔

البتہ تصاویر دیکھنا یا گھر میں رکھنا گناہ ہے اور مساجد میں اس کی شناعت اور گناہ اور بڑھ جاتا ہے اس لیے تصاویر والے اخبار مسجد میں لانا اور پڑھنا جائز نہیں، اس سے مکمل اجتناب برتی جائے[1]۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ: محمد طاہر
متخصص فی الافتاء معہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد
۹/ ۶/ ۱۴۳۹ھ=۲۶/ ۲/ ۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۱۱۰۵۱)

الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل الاسلامی

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

معلم کا طلبہ سے سورتیں پڑھوا کر ایصالِ ثواب اور دعا کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

قاری صاحب کا کلاس کے ابتدائی وقت میں اپنے لیے، اپنے اساتذہ کے لیے، اپنے ماں باپ کے لیے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے خود اور طلباء کرام سے سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھوا کر ایصالِ ثواب اور دعا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

قرآنِ پاک کی تلاوت باعثِ خیر وبرکت اور موجبِ ثواب ہے اور یقیناً اس سے مشکلات اور تکالیف دور ہوتی ہیں، اس لیے سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور درود شریف کی تلاوت کرتے ہوئے ایصالِ ثواب کرنا مستحسن عمل ہے، لیکن ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ اس کے لیے خاص وقت اور طریقہ کو مسنون سمجھنا درست نہیں۔

لہذا صورتِ مسئولہ میں قاری صاحب جب کلاس کی ابتداء میں سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور درود

---

(۱) لما قال تعالى: ﴿وَأَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ [الجن: ١٨]. وفي «رد المحتار» (٢/ ٥٢٦): وصرح في «الظهيرية» بكراهة الحديث: أي كلام الناس في المسجد، لكن قيده بأن يجلس لأجله. قوله: (بأن يجلس لأجله) فإنه حينئذ لا يباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بني لأمور الدنيا. وفي صلاة الجلابي: الكلام المباح من حديث الدنيا يجوز في المساجد وإن كان الأولى أن يشتغل بذكر الله تعالى.

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مالک کی طرف سے صراحۃً (خواہ زبانی یا تحریری) ممانعت نہ ہو تو کسی دوسرے بالغ شخص کا قرآن مجید استعمال کرنے میں حرج نہیں، البتہ فی زمانہ بالخصوص بچوں کے مکتب میں چونکہ قرآن مجید کا محتاط استعمال مفقود ہے، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ کسی دوسرے کا قرآن مجید اس کے اصل بالغ مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنے سے احتراز ہی کیا جائے، اور نابالغ بچوں کے ذاتی مملوکہ مصاحف کا حکم یہ ہے کہ ان کا ذاتی استعمال کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں، البتہ متعلقہ طالبِ علم کے سبق، سبقی، منزل اسی کے مُصحف میں پڑھانے یا سننے میں کوئی حرج نہیں، لہٰذا مکتب کے بچوں کو اس بات کا پابند کرنا ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے طالبِ علم کے قرآن مجید میں پڑھنے کی بجائے اپنے ہی قرآن مجید میں سبق پڑھیں، بچپن سے اس طرح کی چیزوں میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے بڑے ہو کر بلا ضرورت مانگنے یا بلا اجازت دوسروں کی چیز استعمال کرنے کی غلط اور ناجائز عادت پڑ جاتی ہے[1]۔

والله سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۱۹ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۲۵۰۵/۵۷)

الجواب صحیح
سعید احمد حسن
۳۹/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح
آفتاب احمد
۳۹/۶/۱۹ھ

مسجد میں اخبار پڑھنے کا شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مسجد میں قاری صاحب تصویر والے اخبار یا بغیر تصویر والے اخبار کا مطالعہ کر سکتا ہے؟ مثلاً امت، اسلام، جنگ وغیرہ اخبارات کا مطالعہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ مساجد الله تعالیٰ کا گھر ہیں اور یہ مساجد الله تعالیٰ کی عبادت نماز، تلاوت

---

(۱) لما في «الفتاوى الهندية» (٥/ ٣١٧): قراءة القرآن من الكراسة المودعة عنده لا ينبغي ذلك، وأما الكراسة المغصوبة لا تجوز القراءة منها بالإجماع، والكراسة المستعارة إن كانت للبالغ تجوز القراءة منها، وإن كانت للصبي فلا ينبغي ذلك، كذا في الغرائب.

صورتِ مسئولہ میں جنابت کی حالت میں جان بوجھ کر تلاوت کرنے والا طالبِ علم سخت گنا ہگار ہوگا، البتہ جنابت کی حالت میں بھول کر تلاوت کرنے والا طالبِ علم گناہگار نہیں ہوگا(۱)۔

[معلوم ہونے کے بعد استاد سے چھٹی لے کر غسل کرنے چلا جائے، سبق، سبقی اور منزل نہ سنائے۔(مفتی) محمد انعام الحق]۔

فقط واللہ اعلم
کتبہ
سید رحیم الدین
متخصص فقہ اسلامی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی
۱۴۳۹/۸/۴ھ=۲۰۱۸/۴/۲۱ء
(فتویٰ نمبر: ۶۱۴۹)

الجواب صحیح
ابوبکر سعید الرحمٰن
۱۴۳۹/۸/۵ھ

الجواب صحیح
محمد داود
۱۴۳۹/۸/۴ھ

الجواب صحیح
محمد انعام الحق
۱۴۳۹/۸/۵ھ

نابالغ بچوں کا بے وضو قرآنِ پاک کو چھونا اور پڑھنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(بعض) طلباء کرام نابالغ ہوتے ہیں جو استنجاء نہیں کرتے اور بغیر وضو کے قرآن پاک، قاعدہ یا پنج پارہ اٹھا کر اس میں تلاوت کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی رو سے وضاحت فرما دیجئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیًا

بچوں کے لیے قرآنِ پاک، قاعدہ، پنج پارہ وغیرہ کو بغیر وضو چھو لینا اور ہاتھوں میں اٹھا کر پڑھ لینا جائز ہے، البتہ بچوں کی عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ وضو کے ساتھ قرآنِ پاک، پنج پارہ اور قاعدہ اُٹھائیں اور وضو کا طریقہ واستنجاء کے آداب بھی ان کو سکھانے کی کوشش کی جائے(۲)۔فقط

---

(۱) لما في «صحيح ابن حبان» (١٦/ ٢٠٢): عن ابن عباس رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ، والنسيان، وما استكرهوا عليه». وفي «الشامية» (١/ ١٧٢): ولا يصلي ولا يقرأ. وفيه أيضا (١/ ١٧٢): ويحرم به تلاوة قرآن ولو دون آية على المختار بقصده...ومسه.

(٢) لما قال في «التنوير» مع «الدر» (١/ ١٧٤): (ولا) يكره (مس صبي لمصحف ولوح) ولا بأس بدفعه إليه وطلبه منه للضرورة إذ الحفظ في الصغر كالنقش في الحجر.وفى الشا مية (قوله: للضرورة) لأن في تكليف الصبيان وأمرهم بالوضوء حرجا بهم، وفي تأخيره إلى البلوغ تقليل حفظ القرآن. (كتاب

(حاشیہ جاری ہے۔۔۔)

شریف کی تلاوت کا ایصالِ ثواب تمام مسلمانوں اور اساتذہ کے لیے کرتے ہیں تو یہ عمل فی نفسہ جائز ہے، لیکن اس بات کا اہتمام کرے کہ کسی کے ذہن میں اس کے لازم ہونے یا مسنون ہونے کا شائبہ نہ رہے، اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے اگر گاہے گاہے اس میں ناغہ کرے تو زیادہ بہتر ہو گا[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: حنیف اللہ
نجم الرحمٰن	قلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
۲۰۱۸/۱۱/۴ء	۱۴۴۰/۲/۲۵ھ	جامعہ عثمانیہ، پشاور
		(فتویٰ نمبر: ۲۳۶۵/۲۹۷/۳۲۸)

احتلام ہونے کے بعد سستی کی وجہ سے یا معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تلاوت کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

۱۔ ایک بالغ طالبِ علم کو احتلام ہو جائے اور اس کو پتہ نہ چلے، وہ مکتب میں آکر قرآن پاک کی تلاوت اور مکمل سبق پڑھ کر جب گھر واپس جائے تو اس طالبِ علم کو معلوم ہو جائے، تو کیا ایسا طالبِ علم جس نے ناپاکی کی حالت میں جو تلاوت کی ہے اس سے گناہگار ہوگا؟ یعنی سبق، سبقی اور منزل سنائے اپنے ٹائم کے بعد گھر واپس جائے۔

۲۔ ایک بالغ طالبِ علم کو احتلام ہو جائے اور اس کو معلوم بھی ہو، لیکن اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے غسل نہ کرے اور مکتب میں پڑھنے کے لیے چلا جائے، ایسے طالبِ علم کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

ان دونوں صورتوں کی مکمل وضاحت فرمائیں۔

نوٹ: احتلام والا بالغ ہو، ناظرہ یا حفظ کا طالبِ علم ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلّماً

واضح رہے کہ جو شرعی کام وضو کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے وہ کام جنابت لاحق ہونے کے بعد غسل کرنے سے پہلے کرنا بھی ناجائز ہے، جیسے بے وضو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح جنابت کے بعد غسل کرنے سے پہلے نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

---

(۱) لما في «رد المحتار» (۳/ ۱٤۱): «وما ذلك إلا لكونها لم تؤثر في خصوص هذه المواضع فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بأنها سنة فيه».

قرآنِ پاک کے صفحات میں خالی جگہ کو بغیر وضو چھونا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

قرآنِ پاک کے متن کے اطراف جو سادہ صفحہ ہے اس کو بغیر وضو کے چھو سکتے ہیں؟ کیا قرآن پاک کے سادہ صفحہ کو بغیر وضو کے ہاتھ سے ورق گردانی کرسکتے ہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

نوٹ: بغیر وضو کے ہاتھ لگانا اور ورق گردانی کے حکم کی الگ الگ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآنِ پاک کے متن کے اطراف جو سادہ صفحہ ہے اس کو نہ بغیر وضو کے چھونا جائز ہے اور نہ ہی اس کو پکڑ کر ورق گردانی کرنا[1]۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب
عبد الباسط
جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۲۴/۷/۱۴۴۰ھ = ۱/۴/۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۴۲۷۶)

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۲۴/۷/۱۴۴۰ھ

بغیر وضو کے فضائلِ اعمال کی احادیث کو چھونا اور تعلیم دینا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) مکتب میں اگر قاری صاحب طلباء کرام کو بغیر وضو کے فضائل اعمال کی تعلیم دے، کیا شرعاً قاری صاحب گناہگار ہوگا؟

(۲) بغیر وضو کے فضائلِ اعمال کے اندر جو حدیثیں لکھی ہیں، ان کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانے سے کیا شرعاً قاری صاحب گناہگار ہوگا؟

(۱) لما في قول الله تعالى: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ (سورة الواقعة، الآية: ۷۹)، وفي «البحر الرائق» (باب الحيض: ۱/ ۳٤۹، ط: رشيدية): «لا يجوز مس المصحف كله المكتوب وغيره، بخلاف غيره فإنه لا يمنع إلا مس المكتوب». وفي «الهندية» (أحكام الحيض: ۱/ ۳۸، ط: ماجدية): «ومنها حرمة مس المصحف، لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه...والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه....الخ».

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۴۳۹/۵/۳ھ

الجواب صحیح
عبد الباری
۱۴۳۹/۴/۳۰ھ

واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: برکت اللہ عفی عنہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیۃ، کراتشی
۱۴۳۹/۴/۲۹ھ=۲۰۱۸/۱/۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۱۴۶/۲۲۶)

نورانی قاعدہ، حروف مفردات ومرکبات کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

قاری صاحب نورانی قاعدے میں بغیر وضو کے حروف مفردات، حروف مرکبات کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟

یا قاری صاحب نورانی قاعدے میں حروف مقطعات (الٓمّٓ)، تختی نمبر ۴ پڑی حرکات: (اَ اِ اُ)، تختی نمبر ۵ تنوین: (مًا مٍ مٌ) تختی نمبر ۷ کھڑی حرکات: (اٰ اٖ اٗ) تختی نمبر ۸ حروف مدہ: (بَا بُوْ بِیْ) اور حروف لین: (تَوْ تَیْ)، تختی نمبر ۱۰ اجزم: (اِءْ اُءْ اَعْ)، تختی نمبر ۱۲ تشدید: (اُبَّ اِتَّ اَجَّ) کو بغیر وضو کے ہاتھ لگا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قاری صاحب کا بے وضو قرآنِ کریم کو کہیں سے بھی چھونا جائز نہیں ہے، اور قرآنِ پاک کے علاوہ قاعدہ وغیرہ میں ایک مکمل آیت کو چھونا جائز نہیں، آیت کے علاوہ قاعدہ وغیرہ میں جو حروف وغیرہ لکھے ہوئے ہیں ان کو بے وضو چھونا جائز ہے، البتہ خلافِ ادب ہے[(۱)]۔

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۱۴۴۰/۷/۱۱ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب
عبد الباسط
جامعہ دار العلوم یاسین القرآن
۱۴۴۰/۷/۱۱ھ=۲۰۱۹/۴/۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۴۲۷۴)

(بقیہ حاشیہ)

الطهارة: ۱/ ۳٤۹ ، رشيدية) وفيه أيضا: «قوله: (ويؤمر الصبي) أي: يأمره وليه أو وصيه والظاهر منه الوجوب، وكذا ينهى عن المنكر ليألف الخير ويترك المنكر. (كتاب الصوم: ۳/ ٤٤۲)

(۱) ففي «الهندية» (أحكام الحيض: ۱/ ۳۸، ماجدية): «ومنها حرمة مس المصحف، لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه... والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه.... الخ». وفي «رد المحتار» (باب الحيض ۱/ ۲۹۳): (قوله: قيد آية) قيد بالآية لأنه لو كتب ما دون الآية لم يكره.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اگر قاری صاحب کا طلبۂ کرام سے نماز کی مشق کروانے سے مقصد صرف ظاہری ڈھانچہ بنانا ہو، حقیقۃً نماز پڑھوانا مقصود نہ ہو، تو اس صورت میں طلبہ کی تمرین کے لیے ان کے سامنے سے گزر سکتا ہے، اور اگر حقیقۃً نماز پڑھوانا مقصود ہو اور طلبۂ کرام بھی باقاعدہ نیت باندھ کر نماز پڑھ رہے ہیں، تو اس صورت میں ان کے سامنے سے گزرنا درست نہیں ہے، نیز نہ گزرنے سے بچوں کی اس حوالے سے بھی تربیت ہو جائے گی، بلکہ بچوں کو بھی یہ بات بتادیں کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے کی کیا وعید ہے، تاکہ وہ جب مسجد میں نماز پڑھنے جائیں گے تو اس کی خلاف ورزی نہیں کریں گے[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
مسیح اللہ عفی عنہ	حمزہ بن عبدالرزاق عفا اللہ عنہما	صدام حسین عفی عنہ
۱۴۳۹/۷/۳ھ	۱۴۳۹/۶/۲۱ھ	جامعہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
		۱۴۳۹/۶/۱۴ھ=۲۰۱۸/۳/۳ء
		(فتویٰ نمبر: ۲۶/۵۹)

امانت رکھے ہوئے پین اور کتاب کا بغیر اجازت استعمال کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) مکتب میں قاری صاحب کسی بالغ طالبِ علم کے پاس امانت کے طور پر پین رکھنے کے لیے دے، طالبِ علم قاری صاحب کی اجازت کے بغیر پین استعمال کر سکتا ہے کہ نہیں؟

(۲) مکتب میں قاری صاحب کسی بالغ طالبِ علم کے پاس امانت کے طور پر کتاب رکھنے کے لیے دے، طالبِ علم قاری صاحب کی اجازت کے بغیر کتاب پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟

(۱) لما في «التاتارخانية» (۲/ ۲۸٤): «والثالث: أن المرور بين يدي المصلي مكروه، والمار آثم». وفي «تبيين الحقائق» (كتاب الصلاة، مسائل السترة، ۲/ ۲۸٤، ط: مكتبة رشيدية): وأما إثم المار فلقوله عليه الصلاة والسلام «لأن يقف أحدكم مائة عام خير له من أن يمر بين يدي أخيه وهو يصلي» وتكلموا في الموضع الذي يكره المرور فيه، والأصح أنه موضع صلاته.

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآنِ پاک کو بے وضو چھونا حرام ہے۔ اسی طرح احادیثِ مبارکہ کو پڑھنے اور چھونے میں بہت زیادہ آداب کی رعایت رکھنی چاہیے۔ ائمۂ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین احادیثِ مبارکہ کا درس دیتے وقت بہت زیادہ آداب کی پاسداری وخیال فرماتے تھے۔ امام مالک علیہ الرحمۃ کے متعلق مذکور ہے کہ درس کے وقت عُمدہ لباس، عمامہ وخوشبو وغیرہ کا اہتمام فرماتے تھے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے متعلق مذکور ہے کہ ادب کا یہ حال تھا کہ پوری کتاب کی ہر ہر حدیث لکھنے سے قبل غسل فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ دیگر اکابرین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی احادیث کے درس اور چھونے میں بہت زیادہ احتیاط کے پہلو کو اختیار فرمایا ہے، کہ کسی بھی طرح حدیثِ مبارک کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ نیز جتنا زیادہ آداب کا لحاظ واہتمام احادیثِ مبارکہ کے پڑھنے اور چھونے میں ملحوظ رکھا جائے گا اتنی ہی زیادہ برکات وتاثیرات کا حصول ہوگا، لہٰذا ادب کا تقاضا یہی ہے کہ بے وضو نہ چھوا جائے، اگر کبھی بے وضو چھو لیا جائے یا پڑھ لیا جائے تو گنجائش ہے، البتہ بہتر نہیں ہے (۱)۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ: ابن سید امجد علی
متعلم بجامعہ یاسین القرآن، کراتشی
۱۲/۶/۱۴۴۰ھ = ۱۸/۲/۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۴۱۵۰)

الجواب صحیح
مفتی سید نجم الحسن امروہی
رئیس دار الافتاء جامعہ یاسین القرآن
۱۳/۶/۱۴۴۰ھ

نماز کی مشق کرنے والے کے سامنے سے گزرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مدرسہ میں قاری صاحب طلباء کرام کو نماز کی مشق کرواتے وقت ان کے سامنے سے گزرتے ہیں تو استاد کا طلباء کرام کے سامنے سے ایسا گزرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۱) لما في «البحر الرائق» (باب الحيض: ۱/ ۳۵۰، مكتبه رشيديه): «وفي "فتح القدير": ...قالوا: يكره مس كتب الفتسير والفقه والسنن لأنها لا تخلوا عن آيات القرآن، وهذا التعليل يمنع مس شروح النحو أيضا، وفي «الخلاصة»: يكره مس الأحاديث والفقه للمحدث عندهما، وعند أبي حنيفة الأصح أنه لا يكره، ذكره من كتاب الصلاة في فضل القراءة خارج الصلاة».

پندرھواں باب: ادب سے متعلق مسائل

قرآنِ مجید سے اونچی جگہ بیٹھنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:
ایک مکتب کی کلاس مسجد میں لگتی ہو اور کوئی شخص کلاس کے قریب عذر کے ساتھ یا بغیر عذر کے کرسی رکھ کر اس پر بیٹھ جائے، شرعاً اس شخص کا کیا حکم ہے؟
نوٹ: اگر کوئی شخص مکتب کی کلاس سے دور کرسی پر بیٹھا ہو، اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

اگر کوئی شخص مکتب کی کلاس کے قریب اس طرح بیٹھے کہ کتابیں یا قرآن شریف وغیرہ نیچے ہوں تو یہ ادب اور احترام کے خلاف ہے اور عُرفِ عام میں لوگ اس کو بُرا سمجھتے ہیں، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو کہ زمین پر نہیں بیٹھ سکتا، پھر تو کرسی پر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کوئی آدمی اتنا دور بیٹھے کہ دیکھنے والا اس کو کتابوں اور قرآن شریف کی بے ادبی نہ سمجھے، تو درست ہے(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسین وزیرستانی
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیۃ، کراتشی
۱۱/۸/۱۴۴۰ھ=۱۷/۴/۱۹ء
(فتویٰ نمبر: ۱۵۶/۸۴)

الجواب صحیح
محمد سلام
۱۸/۸/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۵/۸/۱۴۴۰ھ

قرآنِ پاک پر کوئی دوسری کتاب رکھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
قرآنِ پاک کے اوپر فضائل اعمال، تفسیر یا فقہ کی کتاب رکھنا قرآنِ پاک کی بے ادبی تو نہیں؟

---

(١) لما في «الفتاوى الهندية»: «رجل أراد أن يقرأ القرآن فينبغي أن يكون على أحسن أحواله يلبس صالح ثيابه ويتعمم ويستقبل القبلة؛ لأن تعظيم القرآن والفقه واجب، كذا في فتاوىٰ قاضي خان»... لا يخل في موضع يخل بالتعظيم. (٥/ ٣١٦، ط: رشيدية).

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

جاننا چاہیے کہ امانت کو بغیر اجازت کے استعمال کرنا حرام ہے، نبی کریم ﷺ نے امانت میں خیانت کرنے والے کے متعلق سخت وعید بیان کی ہے، فرمایا ہے: «لا إيمان لمن لا أمانة له»، اور اسی طرح دوسری جگہ خیانت کو منافق کی علامت قرار دیا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طالبِ علم کا پین، کتاب وغیرہ کو بغیر اجازت کے استعمال کرنا درست نہیں ہے، البتہ اگر استعمال اس حد تک ہو جس کو اساتذہ عموماً منع نہیں کرتے ہوں، یا بُرا نہیں سمجھتے ہوں، تو اتنی حد تک استعمال کرنے کی گنجائش ہے[1]۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید ضیاء الدین ہنگوی

متخصص جامعہ دار العلوم یاسین القرآن

(فتویٰ نمبر: ۱۴۱۵۱)

الجواب صحیح

مفتی سید نجم الحسن امروہی

رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن

---

(١) لما في «القرآن الكريم»: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ٥٨]، وفي «صحيح البخاري» (١/ ٣٦٨، باب الأمر بإنجاز الوعد): «عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: آية المنافق ثلاثة: إذا حدث كذب وإذا اؤتمن خان، وإذا وعد أخلف». وفي «الدر المختار» (٥/ ٦٦٤، كتاب الوديعة، ط: ايچ ايم سعيد): «(وهي أمانة) هذا حكمها مع وجوب الحفظ والأداء عند الطلب واستحباب قبولها.

قاری صاحب کا عبد الوہاب، عبد الرزاق اور عبد الرحمٰن کو "وھاب، رزاق اور رحمٰن" کہنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں قاری صاحب کا عبد الوھاب نامی طالبِ علم کو "وہاب" کہنا یا عبد الرزاق کو "رزاق"، عبد الرحمٰن کو "رحمٰن"، عبد العزیز کو "عزیز" کہنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب بسم اللہ حامداً ومصلیاً

عبد الرحمٰن اور عبد الرزاق کو صرف رحمٰن یا رزاق کہہ کر بلانا جائز نہیں، کیونکہ یہ دونوں نام اللہ کے ساتھ خاص ہیں، البتہ عبد الوہاب اور عبد العزیز کو وہاب اور عزیز کہہ سکتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ خاص نہیں ہیں[1]۔

كتبه: محمد رضوان
متخصص دار الافتاء والتحقیق
جامعہ دار التقویٰ چوبرجی پارک، لاہور
۱۴/ شعبان ۱۴۴۰ھ
۲۰/ اپریل ۲۰۱۹ء
(فتویٰ نمبر ۶۸۹۲)

الجواب صحیح
محمد شعیب
۴/ ۸/ ۴۰ھ

الجواب صحیح
عبد الرحمٰن
۲/ ۴/ ۱۹ء

الجواب صحیح
عبد اللہ غفرلہ

دورانِ تعلیم قرآن اپنے مہمان یا استاد کے لیے کھڑا ہونے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

دورانِ تعلیم حفظ وناظرہ کا استاد اگر اپنے کسی مہمان یا استاد یا کسی جاننے والے کے لیے معانقہ یا مصافحہ کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو جائے تو اس کے لیے کھڑا ہونا ازروئے شریعت کیسا ہے؟

دورانِ تلاوت قرآن اگر کوئی استاد، شاگرد کو کسی کام کے لیے بلائے تو شاگرد کا قرآنِ پاک کی تلاوت چھوڑ کر استاد کے پاس جانا کیسا ہے؟ کہیں اس میں قرآنِ پاک کی بے ادبی تو نہیں؟

---

(۱) لما في «الدر المختار» (٦/ ٤١٧): «وجاز التسمية بعلي ورشيد من الأسماء المشتركة ويراد في حقنا غير ما يراد في حق الله تعالى، لكن التسمية بغير ذلك في زماننا أولى؛ لأن العوام يصغرونها عن النداء.
وفي «حاشية ابن عابدين» (٦/ ٤١٧): «قوله: (وجاز التسمية بعلي إلخ) الذي في التاترخانية عن السراجية: التسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالى كالعلي والكبير والرشيد والبديع جائزة إلخ، ومثله في «المنح» عنها، وظاهره الجواز ولو معرفا بأل.... إلخ

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ طریقہ بھی بے ادبی ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ سب سے اوپر قرآنِ پاک، اس کے نیچے ترجمہ و تفسیر اور اس کے نیچے احادیث اور اس کے نیچے فقہ اور فقہ کے نیچے صرف و نحو وغیرہ کی کتب رکھی جائیں (۱)۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۳۹/۸/۲۳ھ	۳۹/۸/۲۳ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید
		۲۳ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۲۲۳/۵۷)

قاری صاحب کا طلبہ کی طرف مسواک یا پین وغیرہ پھینکنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب طلبۂ کرام کی طرف پین، ڈیسک یا مسواک پھینکتے ہوں تو قاری صاحب کا یہ چیزیں طلبہ کی طرف پھینکنا شرعاً کیسا ہے؟ قاری صاحب کا ایسا کرنا بے ادبی میں تو نہیں آتا؟

الجواب باسم ملہم الصواب

آلاتِ علم اور مسواک کا اس طرح پھینکنا خلافِ وضع اور خلافِ معاشرت ہونے کی وجہ سے بے ادبی میں داخل ہے، لہٰذا اس مقصد کے لیے مخصوص کسی قسم کا متبادل، مثلاً رومال یا لکڑی یا ربڑ کا مختصر ٹکڑا پھینکنا مناسب ہے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	محمد حسین خلیل خیل	نواب الدین
۳۹/۸/۹ھ	۳۹/۸/۹ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید
		۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۲۰۱/۵۷)

---

(۱) لما في «الفتاوى الهندية» (٥/ ٣٢٣) و«البحر الرائق» (١/ ٢١٢): «اللغة والنحو نوع واحد، فيوضع بعضها فوق بعض، والتعبير فوقهما، والكلام فوق ذلك، والفقه فوق ذلك، والأخبار والمواعظ والدعوات المروية فوق ذلك، والتفسير فوق ذلك، والتفسير الذي فيه آيات مكتوبة فوق كتب القراءة».

کے دل سے آہ نکل جائے، تو کیا اس سے طالبِ علم کے پڑھائی پر اثر پڑے گا؟

الجواب وباللہ التوفیق

اسلام میں مؤمن کے اکرام واحترام کی اہمیت ہے اور کسی کی دل شکنی، دل آزاری کسی بھی صورت میں روا نہیں ہے، اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایسے کاموں سے بچے جس سے کسی دوسرے مسلمان کو ایذاء وتکلیف ہو۔

نیز اسلام نے علم کی عظمت کی بنا پر استاد کو معزز رتبہ دیا ہے۔ چنانچہ طالبِ علم پر استاد کا احترام لازم ہے، اور جو طالبِ علم استاد کو تکلیف پہنچاتا ہے، اور اس کی بددعا لیتا ہے، اس سے اس کی پڑھائی پر یقیناً اثر پڑتا ہے، تاہم ایک اچھے استاد کی خوبی یہ ہے کہ اس کا دل ہمدردی کے جذبہ سے معمور ہو اور کسی طالبِ علم کے غیر شعوری غلطی پر بددعا کی جگہ اصلاح کے لیے دعا کرے، دو رکعات صلاۃِ حاجت پڑھ کر اس بچے کے لیے دعا کرے، تاکہ کارِ نبوت میں خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ ظاہر ہو[1]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: ابوذر عثمانی
نجم الرحمٰن	غلام الرحمٰن	متخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء
		جامعہ عثمانیہ، پشاور
۲۵/۱۲/۲۰۱۸ء	۱۷/۵/۱۴۴۰ھ	(فتویٰ نمبر: ۳۲۸/۲۹۷/۲۳۹۲)

رومال، پین یا ڈنڈے سے قرآنِ پاک کھولنا اور بند کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر استاد صاحب کا وضو نہ ہو، استاد رومال سے، ڈنڈے یا پین کے ذریعے سے قرآن پاک کو بند یا کھول سکتے ہیں؟ نیز استاد صاحب کا رومال کے ذریعے قرآن پاک اٹھانا اور رکھنا کیسا ہے؟

مذکورہ مسائل میں استاد کی جگہ طالبِ علم ہو تو ان کا حکم بھی ذکر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

استاد اور بالغ طالب کے لیے اس طرح کرنا بوقتِ ضرورت و مجبوری جائز ہے، بشرطیکہ رومال کندھے پر رکھا ہوا یا سر پر باندھا ہوا نہ ہو، لیکن اس کی عادت بنالینا درست نہیں اور نابالغ

(۱) لما في «صحيح البخاري» (۱/ ۱۱): عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما، عن النبي ﷺ قال: «المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه».

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

دورانِ تلاوت یا دورانِ تعلیم قرآنِ پاک اگر والد صاحب، استاد محترم یا کوئی معزز مہمان آجائے تو قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے اور حفظ وناظرہ کے استاد کے لیے تعظیماً کھڑا ہو کر مصافحہ اور معانقہ وغیرہ کرنا صرف جائز نہیں بلکہ ایک مستحسن عمل ہے، البتہ اُن کے علاوہ کسی اور کے لیے کھڑا ہونا مناسب نہیں ہے۔

اور اسی طرح جن چھوٹے بچوں کو استاد کے سپرد کیا جاتا ہے، تو ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہوتی ہے، والدین اور سرپرستوں کی طرف سے دلالۃً کام لینے کی اجازت ہوتی ہے، اس لیے تربیت کے لئے ان سے اس قسم کا کام لینا جن سے خدمت کا سلیقہ اور عادت ہو جائے ضروری ہے، البتہ ان دو باتوں کا خیال رکھا جائے:

۱۔ تعلیم میں زیادہ حرج واقع نہ ہو۔

۲۔ استطاعت سے زیادہ کام نہ لیا جائے[1]۔ (ماخوذ از احسن الفتاویٰ وفتاویٰ محمودیہ)

واللہ اعلم بالصواب
منیر احمد شاہ
المتخصص فی الافتاء وعلوم الحدیث
بمعہد عثمان بن عفان
۱۴۳۸/۵/۳۰ھ=۲۰۱۷/۲/۲۸ء
(فتویٰ نمبر: ۶۳/۴۳)

الجواب صحیح
عمران حسن
۱۴۳۹/۶/۱ھ

الجواب صحیح
احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ
دار الافتاء معہد عثمان بن عفان، کراچی
۱۴۳۹/۶/۳ھ

قاری صاحب کو تکلیف پہنچا کر قاری صاحب کی آہ لینے والے طالبِ علم کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب میں قاری صاحب کو کوئی بالغ اور سمجھ دار طالبِ علم تکلیف پہنچائے اور قاری صاحب

---

(۱) لما في «الدر المختار وحاشية ابن عابدين»: «قوله: (يجوز، بل يندب القيام تعظيما للقادم إلخ) أي: إن كان ممن يستحق التعظيم، قال في «القنية»: ... وقيام قارئ القرآن لمن يجيء تعظيما لا يكره إذا كان ممن يستحق التعظيم. (كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ٦/ ٣٨٤، ط: سعيد) وفي «الفتاوى الهندية»: قوم يقرؤون القرآن من المصاحف، أو يقرأ رجل واحد، فدخل عليه واحد من الأجلة، أو الأشراف، فقام القارئ لأجله قالوا: إن دخل عالم، أو أبوه، أو استاده الذي علمه العلم جاز له أن يقوم لأجله، وما سوى ذلك لا يجوز، كذا في «فتاوىٰ قاضي خان». (كتاب الكراهية، باب الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن: ٥/ ٣٩١، ط: قديمي).

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۴۳۹/۰۶/۱۹ھ
۲۰۱۸/۳/۸ء

الجواب صحیح
بندہ مفیض الرحمن چاٹگامی عفی اللہ عنہ
۱۴۳۹/۰۶/۱۹ھ-۲۰۱۸/۳/۸ء

واللہ اعلم بالصواب
بندہ ہیواد خان عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۴۳۹/۶/۱۹ھ = ۲۰۱۸/۳/۸ء
(فتویٰ نمبر: ۹۷/۱۱۴)

بالغ طلباء کا قرآن کریم کے اوراق کو زور زور سے پلٹنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں بالغ طلباء کرام بے احتیاطی اور غفلت سے قرآنِ کریم کے اوراق کو اس طرح زور زور سے پلٹے جس سے آواز پیدا ہو اور قرآنِ کریم کے صفحات خراب ہوں، شرعاً بالغ طلباء کرام گناہگار ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں بالغ طلباء کرام کی بے احتیاطی اور غفلت کی وجہ سے قرآن کریم کے اوراق کو اس طرح زور زور سے پلٹنا اور اس کو خراب کرنا، یا پھاڑنا قرآن کی بے ادبی ہے، اور قرآن کی بے ادبی سخت گناہ ہے۔ لہذا بالغ طلباء کو اس سے اجتناب کرنا لازم اور ضروری ہے۔(۱)

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۴۴۰/۸/۲۱ھ

الجواب صحیح
محمد سلام
۱۴۴۰/۸/۲۱ھ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ: عارف اللہ عفی عنہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیۃ، کراتشی
۱۴۴۰/۸/۱۸ھ=۲۰۱۹/۴/۲۴م
(فتویٰ نمبر: ۱۵۶/۷۸)

---

(۱) لما في «الإتقان»: إذا احتاج إلى تعطيل بعض أوراق المصحف لبلاه ونحوه، فلا يجوز وضعها في شق أو غيره لأنه قد يسقط ويوطأ، ولا يجوز تمزيقها لما فيه من تقطيع الحروف وتفرق الكلم، وفي ذلك ازدراء بالمكتوب. (النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط وآداب كتابته، فصل في آداب كتابته: ۲/ ٥٤٤، دار الفكر)

بچے اگرچہ بلا وضو بھی قرآن مجید کو ہاتھ میں لے سکتے ہیں، لیکن باوضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کی عادت بنانے کے لیے انہیں بھی اس کی تاکید کی جائے کہ وہ بلا وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے سے بچیں۔

واضح رہے کہ اگرچہ پین یا ڈنڈے سے قرآن مجید کھولنا یا بند کرنا یا اس کے اوراق پلٹنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن اس میں چونکہ ایک قسم کی بے ادبی ہے، اس لیے کہ ڈنڈا مارنے کا آلہ ہے، جبکہ پین آلاتِ علم میں سے ہے، لہٰذا ان دونوں کا استعمال مناسب نہیں[۱]۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۳۹/۶/۲۳ھ	۳۹/۶/۲۳ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۵۰۳/۵۷)

قرآنِ پاک گر جانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

قاری صاحب، یا بالغ طالبِ علم، یا نابالغ طالبِ علم سے غلطی سے قرآنِ پاک گر جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کا ازالہ کس طرح کیا جائے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے ایسی غلطی جس میں اپنے ارادے کو دخل نہ ہو شرعاً معاف ہے، لہٰذا کچھ لازم نہیں، البتہ اس پر احتیاطاً توبہ واستغفار کر لینا بہتر ہے[۲]۔

---

(۱) لما في «الدر المختار» (۱/ ۱۷۳=۱۷٤): (و) يحرم (به) أي بالأكبر (وبالأصغر) مس مصحف، أي: ما فيه آية كدرهم وجدار، وهل مس نحو التوراة كذلك؟ ظاهر كلامهم لا... (إلا بغلاف) غير مشرز أو بصرة، به يفتى، وحل قلبه بعود.... (قوله: غير مشرز)...والتقييد بالكم اتفاقي فإنه لا يجوز مسه ببعض ثياب البدن غير الكم، كما في «الفتح» عن «الفتاوىٰ»، وفيه قال لي بعض الإخوان: أيجوز بالمنديل الموضوع على العنق؟ قلت: لا أعلم فيه نقلا. والذي يظهر أنه إذا تحرك طرفه بحركته لا يجوز وإلا جاز، لاعتبارهم إياه تبعا له كبدنه في الأول دون الثاني فيما لو صلى وعليه عمامة بطرفها الملقى نجاسة مانعة، وأقره في «النهر» و«البحر». وفيه أيضا: (۱/ ۱۷٤): (ولا) يكره (مس صبي لمصحف ولوح) ولا بأس بدفعه إليه وطلبه منه للضرورة إذ الحفظ في الصغر كالنقش في الحجر.

(۲) لما في «سنن ابن ماجه» (۱/ ٦٥۹): «عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: «إن الله وضع عن أمتي الخطأ، والنسيان، وما استكرهوا عليه».

قرآنِ پاک پر پین، پینسل اور تھوک سے گیلا کاغذ بطورِ نشان لگانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب سبق، سبقی اور منزل سنتے وقت پینسل، پین اور لال کاغذ جو تھوک لگا کر قرآنِ پاک پر لگاتے ہیں، ان تمام کا استعمال کرنا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآنِ پاک ایک عظیم کتاب ہے، اس پر لکھنا یا کوئی اور ایسا عمل جو اس کے شان کے خلاف ہو، صحیح نہیں ہے اور بے ادبی ہے، لیکن قاری صاحبان صرف بچے کی غلطی کی نشاندہی کے لیے رنگین کاغذ کا ٹکڑا تھوک سے تھوڑا سا گیلا کر کے لگاتے ہیں، یا پینسل یا پین کا استعمال کرتے ہیں، یہ قاری صاحبان کے عُرف میں بے ادبی شمار نہیں ہوتی، اس لیے اس کی گنجائش ہے[1]۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ: محمد ابراہیم مسعود
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیۃ، بکراتشی
۱۴۳۸/۴/۲۶ھ = ۲۰۱۷/۱/۲۵ء
(فتویٰ نمبر: ۱۳۹/۴۳)

الجواب صحیح
عبد الباری غفرلہ
۱۴۳۹/۴/۳۰ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۱۴۳۸/۴/۳۰ھ

---

(۱) لما في «شرح الحموي» (۱/ ۲۷۵): الضرورات تبيح المحظورات، قوله: ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وكذا للتداوي، قال التمرتاشي في «شرح الجامع الصغير نقلا عن «التهذيب»: يجوز للعليل أكل الميتة وشرب الدم والبول إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. وإن قال الطبيب: يتعجل شفاؤك به، فيه وجهان: وهل يجوز للعليل شرب الخمر للتداوي إذا لم يجد شيئا يقوم مقامه؟ فيه وجهان ... وفي النوازل: كتب الفاتحة بالدم على الجبهة يجوز، ولو كتب بالبول ...وفي «اللآلئ»: التداوي بلبن الأتان إذا أشار إليه ولا بأس به. قال صدر الشهيد: وفيه نظر؛ لأن لبنها حرام، والاستشفاء بالحرام حرام (انتهى) . قلت: هذا يخالف ما ذكر في التداوي بالدم والبول (انتهى) . ويجب حمله على ما إذا لم يوجد ما يقوم مقامه. وفي صلاة الجلالي: اختلف في الاسترقاء بالقرآن يجوز أن يقرأ على المريض والملدوغ، أو يكتب على ورق ويعلق، أو يكتب في طشت ويغسل ويسقى المريض؟ فأباحه عطاء ومجاهد وأبو قلابة، وكرهه النخعي والحسن البصري وابن سيرين - قوله: وإساغة اللقمة بالخمر.يعني إذا غص بها. ولما في «الدر المختار» (٦ / ٣٨٤): روي عن عمر رضي الله عنه أنه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول: عهد ربي ومنشور ربي عز وجل - وكان عثمان رضي الله عنه يقبل المصحف ويمسحه على وجهه. [والأثر لم يوجد في المصادر الحديثية].

کیا صفحہ پلٹنے سے قرآنِ پاک کے صفحہ میں آواز پیدا ہونا بے ادبی ہے؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

قرآنِ پاک کا صفحہ پلٹنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے کیا یہ قرآنِ پاک کی بے ادبی تو نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے وقت قرآنِ پاک کے تقدس کا پورا اہتمام رہے، لہٰذا تلاوت کرتے ہوئے قرآنِ پاک کے اوراق سے کھیلنا یا اس پر کسی اور چیز کا رکھنا یا اس کے اوراق کو بلاوجہ بے توجہی سے اتنے زور سے پلٹنا کہ اس کے پھٹ جانے یا اس کے پلٹنے سے اتنی آواز پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، جو دیکھنے میں عُرفاً بے ادبی سمجھی جاتی ہو تو یہ خلافِ ادب ہے، اگرچہ گناہ نہیں ہوگا، تاہم اگر معمول کے مطابق صفحے پلٹنے سے آواز آئے تو یہ خلافِ ادب بھی نہیں اور نہ ہی گناہ ہوگا[1]۔

واللہ اعلم بالصواب
بندہ سید نور محمد عفا اللہ عنہ
دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس، کراچی
۱۹/۰۸/۱۴۳۹ھ=۰۶/۰۵/۲۰۱۸ء
(فتویٰ نمبر: ۵۱/۱۱۸)

الجواب صحیح
بندہ مفیض الرحمٰن چاٹگامی عفی عنہ
۱۹/۸/۳۹ھ=۶/۵/۱۸ء

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۹/۸/۳۹ھ=۶/۵/۱۸ء

---

(۱) لما في «صحيح مسلم» (۲/ ۵۹۲): «وحدثني محمد بن المثنى...قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب احمرت عيناه...أما بعد، فإن خير الحديث كتاب الله، و خير الهدي هدي محمد، و شر الأمور محدثاتها، و كل بدعة ضلالة...اهـ وفي «البحر» (۲/ ۳٦): «وقالوا: يكره أن يمد رجليه في النوم وغيره إلى القبلة أو المصحف أو كتب الفقه إلا أن تكون على مكان مرتفع. وفي «الدر المختار» (۱/ ۱۷۸): «ولا يجوز لف شيء في كاغذ فيه فقه، وفي كتب الطب يجوز...ومحو بعض الكتابة بالريق يجوز. وفي «الفتاوى الهندية» (٥/ ۲۲۲-۲۲٤): «مد الرجلين إلى جانب المصحف لا يكره إن لم يكن بحذائه...لا يلقى في موضع يخل بالتعظيم، كذا في «القنية». وفي «درر الحكام شرح غرر الأحكام»: (۱/ ۱۷۸): «يكره تصغير المصحف وأن يكتب بقلم دقيق، وإذا أمسك المصحف في بيته ولا يقرأ فيه إن نوى به الخير والبركة لا يأثم بل يرجى له الثواب.

فقط واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: عزیز الرحمٰن
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
بالجامعۃ الفاروقیہ، کراتشی
۵/۹/۱۴۴۰ھ=۱۱/۵/۲۰۱۹ء

الجواب صحیح
عبدالہادی
۷/۹/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
سمیع اللہ
۷/۹/۱۴۴۰ھ

ایک مکتب کے لیے وقف کتب اور مصاحف کا، دوسرے مکتب میں دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب کو ایک مخیر شخص قرآن پاک، قاعدے اور نماز کی کتابیں ایصالِ ثواب کے لیے ہدیہ کر دے اور اس قاری صاحب کی مکتب کی کلاس میں کسی طالبِ علم کو ضرورت نہ ہو، تو کیا قاری صاحب وہ قرآنِ پاک، قاعدے اور نماز کی کتابیں دوسرے قاری صاحب کی مکتب کی کلاس کو دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مخیر نے محض عطیہ یا ہدیہ کی ہوں، یعنی اس کا مالک قاری صاحب ہی کو بنایا ہو تو اسے اختیار ہے اور اگر وقف کی ہوں تو کسی خاص مکتب کے نام وقف کرنے کی صورت میں دوسرے مکتب میں دینا جائز نہیں، ورنہ جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ج۶، ص۴۰۷)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید
۹ شعبان ۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۳۱۸۶/۵۷)

الجواب صحیح
محمد حسین خلیل خیل
۹/۸/۳۹ھ

الجواب صحیح
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ
۹/۸/۳۹ھ

(بقیہ حاشیہ)

وقال الرافعي تحته: «قوله: (لمصالحه) ليس بقيد بل الحكم كذلك إذا كان ينتفع به عامة المسلمين على ما أفاده في «غاية البيان» حيث قال: أورد الفقيه أبو الليث سؤالًا وجوابًا فقال: فإن قيل: أليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ينتفعون به، قيل: إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين يجوز؛ لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلك لله تعالى أيضا. (كتاب الوقف، مطلب في أحكام المسجد: ٦/ ٥٤٨، ٥٤٩، دار المعرفة).

سولھواں باب: وقف سے متعلقہ مسائل

مسجد کے اوپر چھت کو مکتب کے کلاسوں کے لیے مقرر کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک صاحبِ خیر شخص مسجد کی تعمیر اس طور سے کروائے کہ نیچے کی جگہ مسجد کا ہال نماز کے لیے مختص ہوگا اور مسجد کے اوپر چھت میں مکتب کی کلاسوں کے لیے ہال یا کمروں کا انتظام کیا جائے گا۔ اس شخص کا چھت کے اوپر کلاسوں کے لیے ہال یا کمروں میں کلاسیں بنانا اور اس میں مکتب کی کلاسیں لگا کر قرّاء حضرات کا قرآن پاک (اجرت کے ساتھ) پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

نوٹ: مسجد بناتے وقت مخیر شخص کی نیت، مسجد کے اوپر چھت میں مکتب کے لیے ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

واضح رہے کہ مسجد کے اوپر مکتب بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق فقہائے کرام سے جواز و عدمِ جواز دونوں طرح کے قول منقول ہیں، اور اصل مذہب کے مطابق مسجد کی چھت کو مکتب کے لیے وقف کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ مکتب کے لیے اگر مسجد سے الگ جگہ کا انتظام فی الوقت مشکل ہو، جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیم خراب ہونے کا بھی اندیشہ ہو، تو ان مجبوریوں کی وجہ سے وقف کیے بغیر مسجد کے چھت پر درج ذیل شرائط کے ساتھ بچوں کو پڑھانا اور اس پر قراء حضرات کے لیے اجرت لینا درست ہے:

(۱) بچوں کی تعلیم، نماز، ذکر واذکار اور عبادت میں مخل نہ ہو۔

(۲) مسجد کی نظافت وصفائی کا پورا خیال رکھا جائے۔

(۳) کم سن اور مسجد کے آداب سے ناواقف بچوں کو مسجد میں نہ لایا جائے[۱]۔

---

(۱) لما في «الدر المختار» مع «رد المحتار»: (وإذا جعل تحته سردابا لمصالحه) أي: المسجد (جاز) كمسجد القدس (ولو جعل لغيرها أو) جعل (فوقه بيتا وجعل باب المسجد إلى طريق وعزله عن ملكه: لا) يكون مسجدًا). قوله: (ومن جعل مسجدا تحته...إلخ) ظاهره أنه لا فرق بين أن يكون البيت للمسجد، أو لا، إلا أنه يؤخذ من التعليل أن محل عدم كونه مسجدا فيما إذا لم يكن وقفا على مصالح المسجد... قال في «البحر»: حاصله أن شرط كونه مسجدا أن يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى ﴿وَأَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ﴾ [الجن: ١٨] بخلاف ما إذا كان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد، فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية.

(حاشیہ جاری ہے---)

باہر لے جانا شرعاً جائز نہیں۔ لہذا اساتذہ پر لازم ہے کہ وہ طلبہ سے اس کی پابندی کرائیں[1]۔
(ماخوز از احسن الفتاویٰ: ج ٦ ص ٤٠٧)

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۳۹/۶/۲۲ھ	۳۹/۶/۲۲ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۵۳۸/۵۷)

بچوں کے اجتماعی پیسوں سے خریدی گئی برف کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب جو طلبۂ کرام سے برف منگوائے تاکہ سب ٹھنڈا پانی پئیں، کیونکہ مدرسہ کی کلاس جو مسجد یا گھروں میں ہوتی ہے وہاں طلبہ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے ۔ کیا قاری صاحب کا طلبۂ کرام سے برف منگوانا شرعاً کیسا ہے؟

نوٹ: استاد بھی، طلبہ اور مہمان سب یہ ٹھنڈا پانی پیتے ہیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر بچوں کا پیسہ ان کی ذاتی ملکیت میں نہ ہو، بلکہ والدین نے صرف استعمال کرنے کے لیے دیا ہو، تو ایسی صورت میں اجتماعی پیسوں سے لی گئی برف سے ٹھنڈا کیا گیا پانی، استاد اور مہمان سمیت سب طلبہ اس وقت پی سکتے ہیں، جبکہ بچوں کے سرپرستوں کو اس بات کا علم ہو، البتہ بچوں کے ذاتی پیسوں کی صورت میں استاد، مہمان وغیرہ کا پینا درست نہ ہوگا۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۳۹/۶/۱۸ھ	۳۹/۶/۱۶ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر ۶۲۳۹۹/۵۷)

(١) وفي «الدر المختار» (٤/ ٣٦٥): «وفي الدرر: وقف مصحفا على أهل مسجد للقراءة إن يحصون جاز، وإن وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه، ولا يكون محصورا على هذا المسجد. وبه عرف حكم نقل كتب الأوقاف من محالها للانتفاع بها، والفقهاء بذلك مبتلون. فإن وقفها على مستحقي وقفه لم يجز نقلها. وكذا في «رد المحتار» (٤/ ٣٦٥).

کتب کے طلبہ میں کھانے کی چیزوں کی تقسیم میں برابری نہ کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر ایک کتب کی کلاس میں قاری صاحب کچھ کھانے کی چیزیں منگوائے، یا ختم قرآن کی وجہ سے کچھ چیزیں آئیں، یعنی ٹافیاں، مٹھائی اور بریانی وغیرہ۔ قاری صاحب بعض طلبہ کرام کو (جو قاری صاحب کی خدمت کرتے ہوں) زیادہ دے اور بعض کو (جو قاری صاحب کی خدمت نہیں کرتے) کم دے، یہ طلبہ کرام کے ساتھ زیادتی تو نہیں؟ اس کا شرعاً حکم بیان کریں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ذاتی پیسوں سے منگوائی ہوئی چیزوں کے بارے میں تو قاری صاحب کو اختیار ہے، چاہے سب کو برابر دیں یا بعض (خدمت گار طلبہ) کو دوسروں پر ترجیح دیں۔ البتہ جو چیزیں باہر سے کوئی طلبہ کے نام لایا ہو تو اس طرح کی چیزوں کو تمام طلبہ کے درمیان برابر تقسیم کرنا ضروری ہے، خدمت گاروں کو دوسروں پر ترجیح دینا جائز نہیں۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ ایصالِ ثواب کے لیے جو ختم قرآن یا قرآن خوانی ہوتی ہے، اس کے بدلے کچھ لینا جائز نہیں، خواہ پہلے سے طے شدہ ہو یا کہ طے شدہ نہ ہو۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ سید عابد شاہ عفی عنہ	آفتاب احمد	نواب الدین
۲۳/۸/۳۹ھ	۲۳/۸/۳۹ھ	دارالافتاء جامعۃ الرشید
		۲۳ شعبان ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۳۲۷۹/۵۷)

طلبہ کا مسجد کے وقف قرآن مجید میں تلاوت کرنے اور اسے گھر لے جانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

طلبہ کرام مسجد کے وقف قرآن پاک میں تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اور طلبہ کرام مسجد کے وقف قرآن پاک کو گھر لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

طلبہ کرام ان وقف شدہ قرآن مجید میں اسی مسجد میں تو تلاوت کر سکتے ہیں، لیکن مسجد سے

قاری صاحب سے کوئی ڈیسک ٹوٹ جائے تو اس کا جرمانہ قاری صاحب پر لازم ہوگا یا نہیں؟

اس نقصان کی تلافی کیسے ہوگی؟ پلاسٹک کی ڈیسک ہو یا لکڑی کی، اگر طالبِ علم کو مارتے ہوئے ٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر اس ڈیسک کے ٹوٹنے میں قاری صاحب کی کسی بے احتیاطی کا دخل ہو، مثلاً کسی طالبِ علم کو مارا اور اس دوران ڈیسک ٹوٹ گیا، یا ڈیسک کا ایسا استعمال کیا جس کے لیے وہ ڈیسک نہیں بنائی گئی، یا اس پر اس کی برداشت سے زیادہ وزن رکھ دیا، تو ان تمام صورتوں میں قاری صاحب پر اس ڈیسک کی موجودہ حالت کے مطابق قیمت مسجد و مدرسہ کے وقف خزانہ میں جمع کرنا لازم ہے، یا تنخواہ کا اس قدر حصہ نہ لے، اور اگر اس کے ٹوٹنے میں کسی زیادتی یا غفلت کا دخل نہ ہو تو قاری صاحب پر کوئی تاوان نہیں۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۳۹/۶/۱۵ھ	۳۹/۶/۱۵ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۳۶۲/۵۷)

معلم کے خریدے گئے ڈیسک کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

مکتب میں اگر معلمِ قرآن اپنی ذاتی استعمال کے لیے ڈیسک خریدے، جس میں رجسٹر، پین، کتابیں اور دیگر ضروری سامان رکھے، جب معلم قرآن مدرسہ چھوڑ کر جائے تو ذاتی ڈیسک اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر ذاتی رقم سے خریدا گیا ہو اور خریدتے وقت وقف کی نیت نہ ہو تو ساتھ لے جاسکتا ہے۔(فتویٰ نمبر: ۶۲۳۵۸/۵۷)

قاری صاحب کی فوتگی کے بعد درس گاہ کی ڈیسکوں کا مالک کون ہو گا؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک قاری صاحب کی مکتب کی کلاس ہے جس کے لیے ایک صاحب خیر شخص ڈیسکوں کا مکمل انتظام کر کے وہ وقف کر دے طلبۂ کرام کی پڑھائی کے لیے، یا استاد و قاری صاحب اپنی ذاتی رقم سے طلبۂ کرام کے لیے خریدے، تو قاری صاحب کے فوت ہونے کے بعد ان ڈیسکوں کا کیا حکم ہو گا؟

۱۔ قاری صاحب کے طلبۂ کرام جو کلاس میں پڑھتے ہیں، ڈیسک ان کو دیے جائیں گے؟

۲۔ قاری صاحب کے ورثہ کو ڈیسک دیے جائیں گے؟

۳۔ قاری صاحب کے فاضل شاگردوں میں سے جو قرآنِ پاک پڑھاتے ہیں ان کو دیے جائیں گے؟

۴۔ قاری صاحب کے قریبی شاگرد جنھوں نے زیادہ خدمت کی ہو، وہ زیادہ حق دار ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر یہ ڈیسک وقف ہوں تو متعلقہ ادارہ ہی ان کا حقدار ہے، اور غیر وقف ہوں تو مالک کے ورثہ مالک ہوں گے، الا یہ کہ وہ سب بالغ ہوں تو وہ اپنی خوشی سے کسی ادارے کو یا کسی شخص کو ہدیہ کر سکتے ہیں۔ نابالغ وارث کی اجازت شرعاً معتبر نہیں، بلکہ ایسی صورت میں جملہ ورثہ اور بچے کے سرپرست کی اجازت سے ان کو متعلقہ شخص کے ہاتھ فروخت کر کے ان کی قیمت ورثہ میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	نواب الدین
۳۹/۶/۱۶ھ	۳۹/۶/۱۵ھ	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
		۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۳۹۷/۵۷)

قاری صاحب کے ہاتھ سے وقف ڈیسک کا ٹوٹ جانا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

قاری صاحب مسجد میں پڑھاتے ہوں اور ڈیسک وقف شدہ ہوں جو مسجد کے ہوں، اور

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
نواب الدین
دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۱۵/جمادی الثانیہ/۱۴۳۹ھ
(فتویٰ نمبر: ۶۲۳۹۸/۵۷)

الجواب صحیح
سعید احمد حسن
۳۹/۶/۱۶ھ

الجواب صحیح
آفتاب احمد
۳۹/۶/۱۸ھ

استاد کا وقف قرآن بچوں کو فروخت کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

فیروزہ ہاشم فاؤنڈیشن والے مکتب کے طلباء کو قرآنِ پاک فری دیتے ہیں، اگر مدرسہ کا استاد بچوں سے سو(۱۰۰) روپے لے کر قرآن پاک دیتا ہو، اس رقم کو مسجد یا مدرسہ کے اندر لگانا کیسا ہے؟

جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ بچوں کو فری چیز کی قدر نہیں ہوتی، بچوں سے جو رقم لی گئی ہیں اس کا بچوں کو واپس لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ اس سے استاد گنہگار ہو گا یا نہیں؟

فیروزہ ہاشم فاؤنڈیشن کی طرف سے بچوں کو فری قرآن پاک دینے کا آرڈر ہوتا ہے۔

الجواب حامدًا ومصلیًا

صورتِ مسئولہ میں مدرسہ کے استاد کا بچوں سے وقف قرآن کریم کا عوض لینا ناجائز ہے، اور بچوں سے جو رقم وصول کی گئی ہے اس کا بچوں کو واپس لوٹانا ضروری ہے، ورنہ استاد سخت گنہگار ہو گا اور یہ پیسہ لینا اس کے لیے حرام ہے، کیونکہ یہ قرآن کریم آتے ہی بچوں کے لیے ہیں، استاد یا منتظم صرف فاؤنڈیشن کی طرف سے بچوں کی چیز ان تک پہنچانے کا وکیل ہے، اور وکیل اس میں اپنے لیے نفع رکھنے یا ان کی چیزوں کو ان کے ہی ہاتھوں فروخت کرنے کا شرعاً مجاز نہیں ہے، خواہ اس کو بیچ کر اس کی رقم کو مسجد یا مدرسہ میں لگایا جائے۔

جواز کی جو وجہ پیش کی گئی ہے وہ بالکل صحیح نہیں ہے[1]۔

---

(۱) لما في «شرح المجلة» للأتاسي: «المال الذي قبضه الوكيل بالبيع والشراء واستيفائه وقبض العين من جهة الوكالة في حكم الوديعة في يده، فإذا تلف...والمال الذي في يد الرسول من جهة الرسالة أيضا في حكم الوديعة. (المادة: ۱۴۶۳: ۴/ ۴۳۲، ط: رشيدية) وفي (المادة: ۷۸۷ : ۳/ ۲۵۷): «وإذا هلكت الوديعة، ونقصت قيمتها بسبب تعدي المستودع أو تقصيره: لزمه الضمان مثلاً: إذا صرف المستودع نقود الوديعة في أمور نفسه....: ضمنها، و...إذا صرف النقود التي هي أمانة عنده على الوجه المذكور...ضمن.. تنبيه ص۲۵۶: «وإذا باع الوديعة وضمنه صاحبها وفي الثمن فضل على ما ضمنه لا يطيب له ذلك الفضل بل يجب عليه التصدق به.

طلبہ کی پڑھائی کے لیے ذاتی رقم سے خریدے گئے ڈیسکوں کا حکم

مکتب میں اگر معلم قرآن اپنے ذاتی پیسوں سے طلباء کرام کے پڑھنے کے لیے ڈیسک خریدے، استاد کی نیت یہ ہو کہ اگر مدرسہ چھوڑ کر جاؤں گا تو یہ ڈیسک اپنے ساتھ لے جاؤں گا تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

یعنی جب استاد کی نیت وقف کی نہ ہو بلکہ صرف طلبہ کی پڑھائی کے لیے ڈیسک رکھنے کی نیت ہو۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسی صورت میں ایسے ڈیسک وقف نہیں، لہذا استاد اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	نواب الدین
آفتاب احمد	سعید احمد حسن	دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی
۱۵/۶/۳۹ھ	۱۵/۶/۳۹ھ	۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ
		(فتویٰ نمبر: ۶۲۳۵۹/۵۷)

قاری صاحب کے فوت ہونے کے بعد ان کے نام پر جمع شدہ رقم کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب جو قرآن مجید کی خدمت کرتے کرتے فوت ہو جائے اور اس کے بعد ان کے شاگرد قاری صاحب کے گھر والوں کے لیے ہر ماہ چندہ جمع کرتے ہیں، اس رقم پر ایک شاگرد کو امیر مقرر کر دیں۔

امیر صاحب مقرر طے شدہ رقم قاری صاحب کے گھر پہنچاتے ہیں ہر مہینہ، آیا بقیہ رقم امیر صاحب اپنے ذاتی کام، کاروبار یا ذاتی مکان یا کسی ضرورت مند کو بقیہ جمع شدہ رقم میں سے بطورِ قرض استعمال کر سکتے ہیں۔ یا دے سکتے ہیں؟ مکمل وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسی جمع شدہ رقم، مذکورہ شاگرد کے پاس ایک امانت ہے، جس کا ذاتی استعمال یا کسی کو بطور قرض دینے کا اسے کوئی حق نہیں۔

بلکہ جن کے نام یہ رقم جمع ہوئی ہے ساری رقم انہیں کو دینا ضروری ہے۔

کے لیے کوئی امین وذمہ دار مقرر کردے[1]۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
ابو بکر سعید الرحمن

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف
۱۴۳۹/۸/۱۱ھ

کتبہ: عطاء اللہ المنصور
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
(فتویٰ نمبر: ۶۲۲۷)

طلبہ کا معلم کے ساتھ معاملات اور لین دین کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مکتب کے قاری صاحب کا شاگردوں کے ساتھ لین دین یعنی خرید وفروخت وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

شریعتِ مطہرہ کی رو سے بیع اور اسی طرح کے دیگر تمام معاملات اور لین دین میں بنیادی شرط جانبین کی رضامندی کو قرار دیا گیا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر قاری صاحب اپنے بالغ شاگردوں کے ساتھ ان کی رضامندی سے کوئی لین دین کرے تو ازروئے شریعت اس میں کوئی حرج نہیں۔تاہم اگر مدرسہ کے ضابطے کے خلاف ہو اور انتظامی طور پر پابندی ہو تو چونکہ قاری صاحب بھی اس ادارے کے ماتحت ہونے کی وجہ سے اس کے قواعد وضوابط پر عمل کرنے کا پابند ہے،لہذا ایسی صورت میں قاری صاحب کے لیے طلبہ کے ساتھ لین دین سے احتراز کرنا ضروری ہوگا[2]۔

الجواب صحیح
نجم الرحمن
۲۰۱۸/۱۱/۱۰ء

کتبہ: شاہ زمان
متخصص فی الفقہ
جامعہ عثمانیہ، پشاور
(فتویٰ نمبر: ۲۳۷۵/۲۹۷/۳۲۸)

---

(۱) لما في «الشامية» (۳/ ۷٦، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، سعيد): «(قوله: لا المال) فإن الولي فيه الأب ووصيه والجد ووصيه، والقاضي ونائبه.

(۲) لما في «الهداية» (۳/ ۳٤۷): «لأن من شرط صحة هذه العقود التراضي».

الجواب صحیح
سعید احمد
ناظم دار الافتاء معہد الخلیل، بہادر آباد، کراچی

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف
الجواب صحیح
محمد مدنی عفی عنہ

کتبہ: حق نواز
المتخصص فی الافتاء
بمعہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد، کراتشی
۷/۶/۳۸ھ = ۷/۳/۱۷ء
(فتویٰ نمبر: ۹۰۹۱)

کیا مکتب کی کلاس کے لیے وقف شدہ ڈیسکوں میں وراثت جاری ہوگی؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ایک قاری صاحب کی مکتب کی کلاس ہے جس کے لیے ایک صاحب خیر شخص ڈیسک کا مکمل انتظام کر کے وہ وقف کر دے طلبۂ کرام کی پڑھائی کے لیے، یا قاری صاحب اپنی ذاتی رقم سے طلبۂ کرام کے لیے خریدے، تو قاری صاحب کے فوت ہونے کے بعد ان ڈیسکوں کا کیا حکم ہو گا؟

اگر غیر وقف ہو تو قاری صاحب کے فوت ہونے کے بعد مالک کون ہو گا؟ ورثاء قاری صاحب کے کون کون کہلائیں گے؟ قاری صاحب کے بچے بالغ یا نابالغ ہوں، ان بچوں کا سرپرست قاری صاحب کے فوت ہونے کے بعد کون کہلائے گا؟

قاری صاحب کے بچے چاہے شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں، قاری صاحب کے جو جملہ ورثاء بنتے ہیں۔

تسلی بخش جواب کی تفصیل سے وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بصورتِ مسئولہ جن صاحبِ خیر نے قاری صاحب کے مکتب کے لیے ڈیسک خرید کر وقف کر دیے تھے تو وہ ڈیسک مکتب ہی کے لیے استعمال ہوں گے، قاری صاحب کے فوت ہونے کے بعد اس میں وراثت جاری نہیں ہو گی۔ البتہ اگر قاری صاحب نے اپنی ذاتی رقم سے کوئی ڈیسک خرید کر وقف نہ کیا ہو تو اس کا مالک قاری صاحب ہی تھے، لہٰذا اس کے انتقال کے بعد شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم ہو گا۔ مرحوم کے انتقال کے بعد نابالغ بچوں کے مال کی ولایت (سرپرستی) مرحوم کے مقرر کردہ وصی کو ہے، اگر وصی نہ ہو تو دادا یا دادا کے وصی کو، بصورتِ دیگر قاضی ان

تعدّی : حد سے تجاوز، ظلم
تعذیب : عذاب دینا
تقویم : مہینہ وسال کی تاریخ کی تعیین کا نظام
تلویث : آلودہ کرنا
تمرین: مشق، عادت ڈالنا
تمسخر: مذاق اڑانا، مزاح، دل لگی
تناؤ : کھنچاؤ
تیجہ : کسی شخص کے مرنے کے تیسرے دن ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ کرنا، غرباء کو کھانا کھلانا

(ث)

ثقافت: تہذیب

(ج)

جانبین : دونوں فریق
جبالِ علم : بڑے اہل علم
جنایت : جرم، قصور، زیادتی، زخمی کرنا، قتل کرنا

(چ)

چشم پوشی : نظر انداز کرنا

(ح)

حرمان : محروم ہونا
حلیم الطبع : بردبار، صبر والا
حمیدہ : قابلِ تعریف
حوائج : حاجت کی جمع، ضروریات

(خ)

خدشہ : اندیشہ، ڈر، خوف
خفگی : ناراضگی، غصہ
خلاف مُروّت: خلاف رعایت، طبیعتِ سلیمہ کے خلاف
خلوت : تنہائی، علیحدگی

(د)

داعی الی الخیر : نیکی کی طرف بلانے والا
دراز : لمبا، طویل
دستور: رسم ورواج، معمول، طور وطریقہ
دل شکنی: دل توڑنا
دلالۃً: اشارۃً، کسی امر کی طرف اشارہ، رہنمائی
دیوالیہ پن : مفلس ہونا

(ر)

ربط: تعلق
رُخصتِ اتفاقیہ: بیماری کے علاوہ کسی اچانک پیش آمد ضروری کام سے چھٹی لینا
رَو : بہاؤ، روش، رخ، خیال
رُو: سبب، وجہ، چہرہ
رَوِش : عادت

(س)

سانچے: سانچہ کی جمع، پیمانہ
سرزد ہونا: واقع ہونا
سرزنش: تنبیہ، ملامت، ڈانٹ ڈپٹ۔

خاتمہ: لغت نامہ (فرہنگ)

(الف)

اِجَارَہ : ملازمت، ٹھیکہ، کرایہ پر دینا

اِجْتِنَاب : پرہیز، بچاؤ

اُجرۃ علٰی تعلیم القرآن: تعلیم قرآن پر اجرت لینا

اِختِلاط : تعلُّق، میل جول

اَزراہِ محبت : دوستی/پیار کے طریقے سے

اَسَانید : سَنَد کی جمع، متنِ حدیث سے پہلے راویوں کا سلسلہ

اِسْتِراحَت : آرام، آسائش، آرام کرنا

اسْتِقْلَال : ثابت قدمی، قائم رہنا، اطمینان

اَطْوَار : طَور کی جمع، حالت، انداز، طریقہ

اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ : اللہ تعالی اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اَعْذَار : عُذر کی جمع، بہانہ، معقول سبب، معذِرَت

اَعضاءِ مَسْتُورَہ : وہ اَعضاء جو شرعاً سَتر میں داخل ہیں۔

اَکْلِ حلال : حلال کھانا

الخ: اِلٰی آخِرہ کا مخفف، یعنی یہ عبارت آخر تک پڑھی جائے۔

اَمْرَد : وہ نوجوان جس کی داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو

اِنْہِمَاک: حد سے بڑھ کر کوشش وتوجہ

(ب)

باوقار : باعزت، سنجیدگی کے ساتھ

بِتَغَیر واضافہ: معمولی کمی بیشی کے ساتھ

بجَالانا: کسی حکم کی تعمیل/کام کرگذرنا

بسَروچشم: خوشی ومرضی سے

بَشَرِی: اِنسانی

بطریقِ اَتَم: کامل طور پر

بلاقصد: بلاارادہ

بے ریش : بغیر داڑھی کے

(پ)

پُرتکلُّف: بہت محنت اور اہتمام سے تیار کردہ

(ت)

تادیب: تنبیہ، ادب سکھانا، اخلاقی تعلیم

تبرُّع: ذاتی منفعت کی امید کے بغیر، بطورِ ثواب

تجدید: نیا کرنے کا عمل (نیا کرنا)

تحدید: حدبندی

تحمُّل: صبر، بردباری، ذمہ داری

ترہیب: ڈرانا، ہیبت پیدا کرنا

ترویج : رواج دینا

تشبُّہ: مشابہت اختیار کرنا

تصریح: وضاحت، صراحت، صاف صاف بیان کرنا

مُخِل : خلل ڈالنے والا

مُدیر : مہتمم

مَروی: روایت شدہ

مُساوی : برابر، یکساں

مستحسن : قابلِ تعریف، اچھا

مُستَطِیع : قادر، استطاعت رکھنے والا

مُستَعِیر: عاریت لینے والا

مُستَنَد: باسند، معتبر

مُسَلَّط: مقرر، حاوی، غالب

مَشّاق: بہت مشق کرنے والا

مَصارِف: مَصرِف کی جمع، خرچ کرنے کی جگہ

مَصالحِ شرعیہ: شرعی مصلحتیں

مطمحِ نظر : مرکزِ نگاہ، مقصدِ اصلی

مُعانقہ: گلے لگنا

مُعتَدبہ: معتبر، شمار میں زیادہ

معروف: مشہور

معزول: عہدہ سے الگ کیا جانے والا

مُعطِی / مُعطِین: عطاء کرنے والا / والے

مَفاد پرست: مطلب پرست

مُفوّضہ: سپرد کردہ

مُکلَّف: تکلیف دیا گیا، ذمہ دار

مَکتَب: ابتدائی تعلیم گاہ، حفظ وناظرہ کا مدرسہ

مگن: مستغرق، ڈوبا ہوا۔

مِلّی غیرت: قومی غیرت

(ش)

شاذ و نادر: کبھی کبھار، بہت کم

شارحینِ حدیث: احادیث کی شرح کرنے والے علماء

شعوری: پہچان کر، عقل رکھتے ہوئے، جانتے ہوئے

شمسی: سورج کے طلوع و غروب کے اعتبار سے

شناعت: بُرائی

شہوت: خواہشِ نفسانی، جنسی خواہش

شیرینی: مٹھائی

شیٔ مستعار: استعمال کے لیے لی ہوئی چیز

(ص)

صاحبِ خانہ: گھر والا، گھر کا مالک

صاحبِ خیر: مال دار

صاحبِ نصاب: شرعی نصاب کے بقدر مال کا مالک

صالح و مصلح: نیک اور نیکی کی طرف راغب کرنے والا

صبی غیر مُمیِّز: وہ بچہ جو اپنے کھانے، پینے، اور حاجت کا خیال نہ رکھ سکے

صدقاتِ نافلہ: نفلی صدقات

صدقاتِ واجبہ: وہ صدقات جو واجب ہیں

صَراحتاً: واضح طور پر، کھلم کھلا

صَلاح: نیکی، مشورہ، رائے

صواب: درست، نیک، صلاح، منظوری، مصلحت

(ض)

ضامن: تاوان اور ڈنڈ کا ذمہ دار

ضمان: تاوان، ڈنڈ

(ط)

طعن و تشنیع: بُرا بھلا کہنا، جلی کٹی بات، طعنے

طیبِ خاطر: دلی خوشی، رضامندی

طیبِ نفس: دلی خوشی، رضامندی

(ع)

عارِیت: اُدھار

عاقِل: عقل والا

عِتاب: ڈانٹنا، غصہ، ناراضگی

عدمِ جواز: ناجائز ہونا

عُرفاً: اصطلاحی طور پر، رواج کے مطابق

عمداً: جان بوجھ کر

عند اللہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک

عہد: وعدہ

عیسوی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب

(ف)

فاسق: گناہگار، علی الاعلان کبیرہ گناہ کرنے والا

فحش کلامی: بدزبانی

فی الجملہ: کسی نہ کسی درجے میں

فی نفسہٖ: اپنی ذات میں

… زمانہ میں

(ق)

…: برائی

…: تورع

…: چاند سے منسوب، چاند کے تابع

(ک)

کراہت: شرعاً مکروہ (ناپسندیدہ) ہونا،

کوشاں: کوشش کرنے والا

کوفت: دکھ، صدمہ

گاہ بگاہ: کبھی کبھی، کسی وقت میں

(ل)

لحنِ جلی: تجوید کی بڑی غلطی، یعنی صفات لازمہ، مخارج وغیرہ میں غلطی کرنا

لحنِ خفی: تجوید کی چھوٹی غلطی کو کہتے ہیں، یعنی صفاتِ محسّنہ (وہ صفات جو اچھی سمجھی جاتی ہیں) میں غلطی کرنا

لہو و لعب: کھیل کود، سیر و تماشا

لوجہ اللہ: اللہ کی رضاء کے لیے

(م)

مباح: جائز، درست

متأخرین: بعد کے علماء

متبعِ سنت: سنت کی اتباع کرنے والا

متروک: ترک کیا ہوا

متصف: صفت رکھنے والا

مجوِّد: تجوید سے پڑھنے والا

مُنافی: مخالف، خلاف، ضد

مَنبع: نکلنے کی جگہ، سرچشمہ

مَنصبی فرائض: عہدے سے متعلقہ فرائض

مَنصوص: قرآن وحدیث میں صراحتاً وارد شدہ مسئلہ، قرآن پاک کی وہ آیت جو قابل تاویل نہ ہو، ثابت شدہ حدیث

منقول: نقل شدہ

مِنہا: تفریق، نفی، مَنفی

موَاخذہ: پوچھ گچھ، پکڑ

مُوَحِّد: توحید کا قائل

موقوف: مُنحصر، ٹھہرایا گیا، مُلتوی

مُوَکِّل: وکیل مقرر کرنے والا

میر مُنشی: بڑے مُنشی، بڑے محرّر

(ن)

نارَوا: ممنوع، ناجائز، بُرا

نازیبا: نامناسب

نجی: ذاتی

نذَر: اپنے اوپر کوئی کام یا چیز واجب کر لینا

نکیر: انکار، اعتراض

(و)

وَبال: عذاب، بوجھ، مصیبت

وَصِی: جس کو وصیت کی جائے

وضع قطع: جسم اور لباس کی ظاہری حالت

ولایت: ذمہ داری

(ھ)

ہَتکِ عزت: رسوا و بدنام کرنا

(ی)

یسیر: ہلکا، معمولی

تمت

زیرِ نظر کتاب کے متعلق اکابرینِ امّت کی رائے

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(شیخ الحدیث و مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی)

"زیرِ نظر مجموعہ میں اس قسم (یعنی تعلیمی خدمات کے دوران بے اعتدالیوں، ناانصافیوں اور مظالم اور تادیبی امور کی شرعی حیثیت) کے سوالات وجوابات کو یکجا فرمایا گیا ہے، یہ کاوش بڑی اہم اور قابلِ قدر ہے، جن حضرات نے یہ محنت کی ہے اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اوران کی محنت کو مؤثر، مفید اور نتیجہ خیز ثابت فرمائے اوراس کتابچے کو اخلاص کے ساتھ دینی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین!"۔

حضرت مولانا مفتی منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ صدیقیہ، گلشنِ معمار، کراچی)

"اہلِ مدارس اساتذہ اور طلباء جب احکامِ شرعیہ پر عمل ترک کریں گے تو ان کے حاصل کردہ علم کا امت کو کیا فائدہ ہوگا؟ دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے اساتذہ بھی بہت سے احکام کو نظر انداز کردیتے ہیں، خدا جانے ان کو ان کا علم نہیں یا تجاہلِ عارفانہ ہے۔ اس لیے اساتذہ، طلباء اور منتظمین مدارس کے بہت سے ضروری مسائل کو ہمارے برادران مکرم قاری محمد شفیق اور مولانا راشد اسلام نے اپنے اس مجموعہ میں یکجا کردیا ہے"۔

حضرت مولانا مفتی عبد الباری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(استاد الحدیث ونگران دار الافتاء جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

"یہ مجموعہ اِس لائق ہے کہ مکتب ومدرسہ سے تعلق رکھنے والا (چاہے وہ استاد ہو یا طالبِ علم یا کوئی اور) اس کو اپنے پاس رکھے اور وقتاً فوقتاً اس سے شرعی رہنمائی حاصل کرے"۔

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس دار الافتاء للامور الشرعیہ والمالیہ، صادق آباد)

"(یہ) کتاب کیا ہے؟ معلمین ومتعلمین اور دیگر کارکنانِ مدرسہ کو پیش آنے والے مسائل کا پورا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ حضرات اہلِ مدارس بالخصوص مدرسین قرآن کی طرف سے بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اساتذۂ کرام اس کا مطالعہ کریں۔ پھر اسے مستقل دستور العمل بنا کر تدریسی زندگی اس کے مطابق گزاریں"۔

حضرت مولانا مفتی ریاض محمد بلگرامی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس دار الافتاء مدرسہ تعلیم القرآن، راولپنڈی)

"الاخ فی اللہ حضرت قاری محمد شفیق صاحب دین کے لیے درد رکھنے والے نوجوان معلم قرآن ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں قاعدہ، ناظرہ اور حفظ کے مدرسین کے لیے شرعی ہدایات، مسائل واحکام، آداب اور ضروری انتظامی امور نہایت سلجھے ہوئے انداز میں مرتب کیے ہیں، جو بہت ہی مفید ہیں۔ ہر مدرس، ناظم مدرسہ کو ان کا مطالعہ کرکے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے"۔